محقق العصر

علامہ محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہ

حیات، افکار، خدمات

(مختلف مقالات کا مجموعہ)

مرتب: شوکت علی

فہرست

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

از

مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتیؒ

(تذکرۂ رحیمی)

ابا میاں کے پہلے چار لڑکیاں ہوئیں، اور پانچ لڑکے اور درمیان کے اللہ کو پیارے ہوگئے سب سے بڑی عائشہ آپا، دوسری حاجرہ آپا تیسری قریشی آپا اور چوتھی رقیہ آپا تھی محمد عبدالرشید نعمانی موصوف میرے بڑے بھائی ہیں۔ ۱۸؍ ذی العقدہ ۱۳۳۲ھ بمطابق ۲۹ ستمبر 1915ء میں محلہ بساطیان میں پیدا ہوئے، میں نے انہیں شیروانی پہنے اور عربی کی موٹی موٹی کتابیں اٹھائے مدرسہ تعلیم الاسلام جاتے دیکھا ہے ان کے سرہانے کتابوں کی الماری اور صندوق رکھے ہوئے تھے، انہیں جب دیکھا کتاب پڑھتے اور کتابیں الٹ پلٹ کرتے جھاڑتے دیکھا کھانا کھا کر بستر پر جاتے تو بھی سرہانے سے کتاب اٹھاتے اور لیٹے لیٹے کتاب پڑھتے رہتے، جب نیند کا غلبہ ہوتا کتاب تکیہ کے پاس رکھتے اور سو رہتے، میں نے اپنے خاندان میں ان سے زیادہ پڑھنے کا شوقین اور کتابوں کا رسیا نہیں دیکھا۔

اس دور میں انہیں اسماعیل بن اسحاق القاضی المتوفی ۲۸۲ھ کا مثیل پایا، جس کے متعلق ابوھفان عبداللہ بن احمد المتوفی ۲۵۷ھ کا بیان ہے۔

اما اسماعیل بن اسحا ق فانی مادخلت الیه الا رأیته ینظر فی کتاب او یقلب کتباً اویقضها۔	لیکن اسماعیل بن اسحاق کے پاس جب بھی میں آیا انہیں کتاب دیکھتے یا کتابیں الٹتے پلٹتے یا جھاڑتے دیکھا۔

ہروقت ان کے منہ سے کتاب لگی رہتی تھی چنانچہ نوعمری میں آنکھوں پر زور پڑا اور ان کے عینک چڑھی، ساری عمر لکھا پڑھا اور پڑھایا اس لئے انہیں اصلاح کی کبھی حاجت نہیں ہوئی، اردو عربی دونوں زبانیں خوب لکھتے تھے مطالعہ نہایت وسیع تھا، جس موضوع پر قلم اٹھاتے تھے، خوب داد تحقیق دیتے تھے ۱۹۳۳ء میں مولوی فاضل و ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کیا، لیکن ان امتحانات سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی، ۱۹۳۴ء میں ندوۃ العلماء لکھنوء میں رہ کر شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان سے ترمذی پڑھی اور خصوصی استفادہ کیا جوانی ۱۹۳۷ء میں کمانے کا خیال ہوا تو گھر میں نہ کہا کہ اجازت نہ ملتی بریلی کا رستہ لیا۔ مجھے یاد ہے سہ پہر سے گھر میں کھسر پھسر ہونے لگی، آپا بی (میری خالہ) حافظ جی ابا، ابا میاںؒ اور اماں بی کی نیندیں اڑ گئیں، پڑھے لکھے تھے، ہشیاری کی، اسٹیشن سے خط ڈاک میں ڈالا کہ میں بریلی مولانا یٰسین کے مدرسہ میں جارہا ہوں دوسرے دن خط ملا تو دھوم مچی کہ بریلی گئے ہیں۔

۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن میں دفتر معجم المصنفین سے وابستہ ہوئے اور چار برس اس میں کام کیا ۱۹۴۰ء میں شادی ہوئی ۱۹۴۲ء کے اواخر میں ندوۃ المصنفین دہلی میں لغات القرآن لکھنا شروع کی ۱۹۴۵ء کے اواخر میں ایک سال تبلیغ کے سلسلے میں بستی نظام الدین میں قیام رہا اگست ۱۹۴۲ء میں جے پور آگئے اور یہیں لغات القرآن لکھتے رہے غالباً اکتوبر ۱۹۴۷ء میں کراچی پاکستان آئے، یہاں مولانا محمد صادق صاحب سندھی المتوفی ۱۹۵۳ء کے مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کے کتب خانہ کی

نہرست مرتب کی ۱۹۴۹ء میں دار العلوم ٹنڈو الٰہ یار سے وابستہ ہو گئے اور یہاں ۱۹۵۰ء تک تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۵۵ء میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مدرسہ اسلامیہ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ) میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے ۱۹۶۲ء میں یہاں سے ماہنامہ رسالۂ بینات نکالا ۱۹۶۳ء میں الجامعۃ الاسلامیہ بہاولپور کی یونیورسٹی بننے کے بعد نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ آخر میں شیخ التفسیر اور صدر شعبہ ہو کر ۱۶ ستمبر ۱۹۷۶ء میں اس منصب سے سبکدوش ہوئے، پھر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے مدرسہ سے وابستہ ہو گئے اب یہاں تخصص کے طلبہ کے نگران اعلیٰ کے فرائض انجام دیتے رہے اور تحقیقی مقالات کی نگراں رہے، اور تین بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے پہلی مرتبہ پھر ۱۹۷۹ء میں اہلیہ کے ہمراہ حج کیا۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت ہوئے، سلوک وارشاد کا سلسلہ بھی موصوف سے قائم ہے، ان کی وجہ سے خاندان میں بدعات ورسوم کا خاتمہ ہوا عقائد درست ہوئے، جے پور میں تبلیغ کا کام شروع ہوا تدریسی خدمات کی وجہ سے پاکستان میں ان کے تلامذہ کا ایک وسیع سلسلہ پایا جاتا ہے۔ علمی و تحقیقی خدمات نہایت وسیع ومتنوع ہیں، اس دور میں موصوف سلف کی یادگار تھے، میرے مربی ومحسن اور استاد وباپ کی جگہ تھے، بعض علوم اصول حدیث ورجال حدیث، طبقات حنفیہ میں ان کی نظیر پاکستان میں مشکل ہی سے مل سکے گی، اللہ تعالیٰ نے موصوف کی ذات سے امت کو زیادہ فائدہ پہنچایا۔

اولاد: ۔ دو لڑکے محمد عبدالمعید و محمد عبدالشہید اور تین لڑکیاں امۃ الرحمٰن، امۃ اللہ اور امۃ الرحیم ہیں محمد عبدالمعید نے ۱۹۶۹ء میں عین شباب کے عالم میں انتقال کیا بہت ہی نیک باادب ماں باپ کا خدمت گذار صالح اور سخی تھا، سب سے چھوٹی بیٹی امۃ الرحیم کا بھی جوانی میں انتقال ہوا۔

عبدالشہید سلمہ کراچی میں پیدا ہوا، قرآن مجید حفظ کیا درجہ رابعہ تک نیو ٹاؤن کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی، بھائی صاحب کے بہاولپور منتقل ہونے کے بعد مفتی فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھا پھر شاہ ولی اللہ کالج منصورہ سے امتیازی درجات کے ساتھ مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔

کراچی یونیورسٹی کے شعبہ عربی سے بی۔اے آنرز اور ایم۔اے امتیاز کے ساتھ کیا بعد میں اسی

شعبہ سے پی۔ایچ۔ڈی کیا اور جامعۃ الریاض سعودی عرب سے الدبلوم العالی حاصل کیا ۱۹۷۳ء سے کراچی یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں تدریس سے وابستہ ہے متعدد مرتبہ صدر شعبہ کے فرائض انجام دیئے ہیں۔متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں اور شیخ زاید اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر بھی رہے ہیں اب موصوف ڈین فیکلٹی آف آرٹس کراچی یونیورسٹی کے عہدہ پر فائز ہیں حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز وخلیفہ ہیں۔(۱)

مولانا نعمانی کی دو صاحبزادیاں امۃ الرحیم اور امۃ اللہ بھی حافظ قرآن ہیں امۃ الرحیم مرحومہ نے کینیڈا میں متعدد بچیوں کو قرآن مجید پڑھایا امۃ اللہ بھی امریکہ کے شہر بفیلو میں ڈاکٹر اسماعیل کے قائم کردہ دینی مدرسہ میں فی سبیل اللہ قرآن مجید پڑھاتی ہے۔

بھائی صاحب کے دامادوں میں ڈاکٹر محمد احمد قمر پی۔ایچ۔ڈی اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل ہیں رابطہ عالم اسلامی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں اور ایک عرصہ سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں ان کا ایک بیٹا عبدالقاہر قمر بھی پی۔ایچ۔ڈی ہے۔

دیگر دامادوں میں ضیاء خورشید چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں اور پروفیسر شمیم احمد فلسفہ نفسیات اور اسلامیات میں ایم۔اے ہیں اور کیڈٹ کالج پٹارو سے صدر شعبہ اسلامیات کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔اس وقت بفیلو کے دینی مدرسہ میں استاد اور مہتمم کتب خانہ ہیں ڈاکٹر اسماعیل صاحب سے ان کو اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔

تالیفات:۔ (۱) اردو میں لغات القرآن۔(۲) امام ابن ماجہ اور علم حدیث۔(۳) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں۔(۴) شہداء کربلا پر افتراء۔(۵) قصاص عثمانؓ اور حضرت علیؓ۔(۶) ناصبیت تحقیق

---

(۱) محمد عبدالشہید کی تین لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں ماشاءاللہ لڑکے لڑکیاں سب حافظ ہیں تینوں لڑکیاں مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات کی فاضلہ ہیں۔سب سے چھوٹی لڑکی مدرسہ میں بھی ہے لڑکوں میں سب سے بڑا عبدالحمید نبیل شعبہ عربی کراچی یونیورسٹی میں لیکچرار ہے عبدالمجید بلال کراچی یونیورسٹی میں امام وخطیب ہے عبدالوحید حارث نے انگلش میں ڈبل ایم۔اے اور اسلامیات میں ایم۔اے کیا ہے قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتا ہے،انگریزی کا بہترین شاعر ہے اس وقت فاسٹ یونیورسٹی میں انگریزی کا استاد ہے سب سے چھوٹا عبدالمعید انٹر کر رہا ہے اور ایک دینی مدرسہ میں زیر تعلیم ہے۔(غضنفر عفی عنہ)

کے بھیس میں ۔(۷)تبصرہ بر المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیشاپوریؒ ۔(۱) عربی میں، ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (اب یہ کتاب بیروت سے الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن کے نام سے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے)، مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث، مقدمہ کتاب التعلیم تالیف امام مسعود بن شیبہ سندھی پر عربی مقدمہ وتعلیقات، دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب تالیف ملا معین سندھی، ذب ذبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات تالیف مخدوم عبداللطیف سندھیؒ۔

---

(۱) یہ سب کتابیں الحمدللہ الرحیم اکیڈمی سے شائع ہوچکی ہیں۔اس کے علاوہ الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن تالیف نعمانی کو شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اپنے مقدمہ وتحقیق کے ساتھ بیروت سے شائع کیا، یہ بھی عکسی الرحیم اکیڈمی کراچی سے شائع ہوگئی ہے، علاوہ ازیں مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث بھی شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق کے اور مصنف کے مزید اضافہ کے ساتھ الرحیم اکیڈمی سے شائع ہوگئی ہے، اور مقالات محدث نعمانی بھی ان شاءاللہ عنقریب شائع ہوجائینگے۔غغنفر عفی عنہ

محقق العصر

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

از

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

(ماہنامہ بینات کراچی جمادی الاخریٰ 1420ھ)

محقق العصر حضرت مولانا

محمد عبد الرشید نعمانی رحؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی؛ اما بعد:

محدث العصر حضرت بنوری قدس سرہ کے محب ورفیق کار، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن ـ کے شعبہ تخصص فی الحدیث کے مشرف واستاذ، ماہنامہ بینات کے سابق مدیر ومرتب، حضرت علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے ممتاز ترین شاگرد، حضرت اقدس مولانا ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کے محبّ ومحبوب اور مجازِ بیعت، جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے شعبہ اسلامیات کے صدر نشین، مجلس دعوت وتحقیق جامعہ علوم اسلامیہ کے رکن رکین، مشہور علمی تحقیقی اداروں مجمع المصنفین حیدرآباد دکن، ندوۃ المصنفین دہلی کے نامور محقق، برصغیر پاک وہند کی نامور شخصیت، فن حدیث کے امام، محقق العصر حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جمعرات ۲۹ر ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۲/ اگست ۱۹۹۹ء صبح دس بج کر پندرہ منٹ پر رحلت فرماگئے 'اناللہ وانا الیہ راجعون' ان للہ مااخذولہ مااعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی'۔

موت کوئی اچنبھا چیز نہیں کہ اس پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا جائے 'یہ

سنت بنی آدم ہے' یہاں کا آنا جانے کی تمہید ہے' یہاں جو بھی آیا' جانے کے لئے آیا' سرائے عالم کا ہر مسافر منزل عدم کا راہ نورد ہے' مگر بعض جانے والے کچھ اس شان سے جاتے ہیں کہ پورے عالم کو سوگوار کر جاتے ہیں' ان کے جانے پر زمین وآسمان روتے ہیں' ان کی موت سے صرف ان کا خاندان ہی متاثر نہیں ہوتا بلکہ دنیائے علم و عمل ان کی موت پر نوحہ کرتی ہے' مجلس علم وادب ویران ہو جاتی ہے۔ ان کی موت سے علمی حلقوں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے' ان کے ذوق ومزاج' تقویٰ وتدین اور طہارت وپاکیزگی کے تذکرے دیر تک رہتے ہیں' نظریں ان کی نظیر و مثال ڈھونڈتے ڈھونڈتے عاجز آجاتی ہیں۔

کچھ یہی شان ہمارے مخدوم و محسن محقق العصر حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ کی تھی۔ آپ ایک باخدا صوفی بزرگ' مشہور خطاط وشاعر اور مولانا حکیم محمد ابراہیم روحی ٹونکیؒ کے خلیفہ مجاز' حضرت منشی محمد عبدالرحیم خاطر جے پوری کے ہاں ۱۳۳۳ھ میں پیدا ہوئے' علم و فضل' تقویٰ وطہارت' زہد واستغنیٰ اور خطاطی وخوش نویسی وراثت میں ملی' تعلیم کی ابتدا بھی گھر ہی سے ہوئی' البتہ اعلیٰ عربی تعلیم کے لئے دوسرے مدارس کا رخ کیا۔ اور حدیث کی سند کے لئے نابغۂ وقت علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ کی بارگاہ علم و فضل میں زانوئے تلمذ تہ کئے' حضرت اقدس مولانا نعمانی قدس سرہ اپنے خودنوشت حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

"نام: محمد عبدالرشید نعمانی بن منشی عبدالرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ہمت۔ نسبت کے اعتبار سے

کچھواہہ راجپوت' آبائی وطن خاص جے پور ہے' اسلام لائے
بہت سی پشتیں گزر چکی ہیں' ہمت صاحب کے زمانے سے
سلسلہ معاش تجارت ہے۔

ولادت: راقم الحروف کی ولادت ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق
۲۹/ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہوئی' میرے عم بزرگوار حافظ عبدالکریم
صاحب مرحوم کے کوئی اولاد نہیں تھی' ان کی اہلیہ میری
حقیقی خالہ تھیں' اس لئے انہوں نے ہوش سنبھالنے سے
پہلے ہی مجھے آغوش تربیت میں لے لیا۔

تعلیم: چار سال' چار ماہ' چار دن کا ہوا تو عم بزرگوار نے میری بسم اللہ
کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی' میری ابتدائی تعلیم
کا آغاز بھی انہیں کے پاس ہوا' انہیں ابتدائی تعلیم کا خاص ملکہ
تھا' قاعدہ بغدادی سے لے کر قرآن مجید اور مولوی اسماعیل
میرٹھی کی اردو کی چوتھی کتاب تک انہیں سے پڑھی'
املا اور خوش خطی بھی انہیں سے سیکھی' کبھی کبھی والد مرحوم
سے بھی خوش خطی کی اصلاح لے لیا کرتا تھا' یہ دونوں بھائی
بڑے اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے آمدنامہ بھی حافظ صاحب
موصوف ہی نے یاد کرایا تھا' ابتدائی فارسی کے کچھ اسباق والد
مرحوم سے بھی پڑھے' پھر جے پور میں اپنے محلہ بساطیاں کی

مسجد میں ایک مکتب "مدرسہ انوار محمدی" کے نام سے قائم تھا، وہاں داخل ہوا، اور گلزار دبستان اور کریما، مولوی یحیی متنبی سے پڑھیں، مالابد منہ کا ابتدائی حصہ بھی وہیں پڑھا، اب میری عمر آٹھ نو سال کی ہو چکی تھی اور اس قابل ہو گیا تھا کہ میل دو میل چل کر خود بھی کسی مدرسہ میں جا سکتا تھا، چنانچہ بیرون اجمیری دروازہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں جو حضرت منشی ہدایت علی خان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا تھا، منشی پنجاب کا امتحان دینے کی غرض سے داخل ہوا اور وہاں کے فارسی اساتذہ منشی ارشاد علی، منشی ستار علی، منشی عبد القیوم ناطق اور منشی سعید حسین وغیرہ سے فارسی کی کتابیں شروع کیں، لیکن کچھ اپنی کم سنی، کچھ اساتذہ کے بغیر میری استعداد کا اندازہ لگاتے ہوئے آگے کی کتابیں شروع کرا دینے کی وجہ سے منشی کے امتحان میں ایک پرچے میں ناکام رہا، ادھر والد صاحب کا اصرار تھا کہ مجھے عربی شروع کرنی چاہئے چنانچہ ۱۹۲۷ء میں ماہ جون سے میزان منشعب شروع کر دی گئی اور اسی سال عربی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ منشی کے جس پرچے میں ناکام رہا تھا اس کی بھی تیاری کر کے امتحان دیا اور کامیاب ہو گیا، اب جون ۱۹۲۸ء سے صرف عربی علوم کی تحصیل کے لئے وقف ہو گیا، مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں

عربی کے مدرس صرف مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی مرحوم تھے، میں نے میزان سے لے کر صحیح بخاری کے ابتدائی اسباق تک درس نظامی کی اکثر وبیشتر کتابیں مولانا موصوف ہی سے پڑھی تھیں۔

ان کتابوں کے علاوہ مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے برابر دیتا رہا اور ان تینوں امتحانات میں جو کتابیں داخل نصاب تھیں مولانا بدایونی سے وہ پڑھتا رہا، مولانا موصوف کی خدمت میں میں نے جون ۱۹۲۸ء سے عربی علوم کی تحصیل شروع کی تھی اور پانچ سال میں مکمل کر کے مئی ۱۹۳۲ء میں فراغت حاصل کر لی۔

اسی سال پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا، پھر ۱۹۳۴ء میں خود تیاری کر کے منشی فاضل کا امتحان بھی دیا اور کامیاب ہو گیا، اور اسی سال دار العلوم ندوۃ العلما میں عربی ادب کے حصول کی غرض سے پہنچا، جہاں قسمت نے یاوری کی اور حضرت شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرف بازیابی حاصل ہوا، دو سال تک حضرت شیخ سے استفادے کا موقع رہا اور صحیح بخاری، جامع ترمذی دونوں کتابیں قرآناً وسماعاً اول سے آخر تک ان کی خدمت میں رہ کر پوری کیں، صحیح مسلم، سنن

ابی داؤد‘ مسند امام احمدؒ کا سماع متفرق بھی رہا‘

‘البتہ مقدمہ صحیح مسلم بھما لہا پورے ضبط واتقان اور تحقیق وبحث کے ساتھ حضرت شیخؒ سے پڑھا‘ حضرت شیخؒ صاحب سے علم حدیث کے علاوہ ہیئت میں سبع شداد مکمل اور تفسیر جلالین‘ اور میبذی کے کچھ اسباق بھی پڑھے‘ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اس ناکارہ کو خوب اختصاص حاصل رہا‘ اور علم حدیث سے مناسبت انہیں کی صحبت میں پختہ ہوئی‘ اصول حدیث‘ رجال‘ تاریخ وطبقات‘ کتب تخریج احادیث‘ سنن ومسانید اور حدیث وشروح حدیث کی سینکڑوں کتابیں ہیں جن سے تعارف اور استفادہ کا موقع وہیں نصیب ہوا۔

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اس ناکارہ پر نظر التفات بہت زیادہ تھی‘ اور انہیں کی دعا وتوجہ کی برکت ہے جو اس ناکارہ کو کچھ علمی خدمت کی توفیق ملی‘ مجھے حضرت شیخ سے شرف بیعت بھی حاصل ہے‘ ہمارے مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ بھی تھے‘ ۱۹۳۵ء میں میں نے حضرت شیخ کے درس سے فراغت حاصل کی‘ پھر ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ محمود حسن صاحب ٹونکی مصنف معجم المصنفین‘ برادر معظم حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب کی خدمت میں حیدرآباد دکن پہنچا‘ اور

چار سال کامل علامہ موصوف کی زیر نگرانی ان کی کتاب معجم المصنفین کی تدوین و تالیف میں کام کرتا رہا' ان چار سالوں میں علامہ موصوف سے جو استفادہ ہوا اس نے تاریخ علوم اور مصنفین اسلام سے پوری طرح روشناس کرادیا' حضرت مولانا محمود حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس ناکارہ سے ایک گونہ تعلق تھا' اور میری تالیفات میں اگر کچھ علمی سرمایہ ہے تو یہ انہیں دونوں بزرگوں کا صدقہ ہے۔ (رحمہما الله رحمة واسعة وغفرلهما مغفرة واسعة)

پھر ۱۹۴۲ء کی ابتدا سے ندوۃ المصنفین دہلی کا رفیق ہو گیا اور لغات القرآن کی چار جلدیں اس ناکارہ کے قلم سے نکلیں' ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں پاکستان آگیا' دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار کی ابتدا ہوئی تو شروع کے دو سالوں میں وہاں تدریس کی خدمت بھی انجام دی' اور فقہ 'اصول فقہ 'نحو اور منطق کی کتابیں پڑھائیں' اصول حدیث میں مقدمہ ابن صلاح کا درس بھی دیا' پھر ۱۹۵۵ء سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی سے تعلق ہو گیا' اور وہاں رہ کر فقہ، حدیث اور اصول حدیث کی کتابیں پڑھاتا رہا، علم حدیث میں بجز صحیح بخاری کے حدیث کی تمام متداول کتابیں مدرسہ مذکور میں پڑھانے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں' اسی زمانے میں

سندھی ادبی بورڈ کی شائع کردہ عربی کتب کے تحشیہ و تصحیح کا کام بھی انجام دیتا رہا، سال رواں (۱۹۶۳ء) کے ستمبر سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تعلق ہو گیا ہے اور یہاں ریڈر کی حیثیت سے مامور ہوں، اور حدیث واصول حدیث کے درس میں مشغول ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اب تک جو حقیر سی علمی خدمت اس ناکارہ نے انجام دی اس کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور آئندہ کے لئے مرضیات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

تصنیفات: میری تالیفات حسب ذیل ہیں:

۱:- لغات القرآن (اردو) جلد اول، دوم، سوم وچہارم، شائع کردہ ندوۃ المصنفین، دہلی،

۲:- امام ابن ماجہ اور علم حدیث (اردو) شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

۳:...... ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (عربی) یہ سنن ابن ماجہ کا مقدمہ ہے، جو حجیت حدیث، تاریخ حدیث، ابن ماجہ کی سوانح عمری اور ان کی سنن کے تعارف پر مشتمل ہے۔

۴:...... التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات۔ (عربی) دو ضخیم جلدوں میں سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو چکی ہے، یہ کتاب

دراسات کے مباحث پر تنقید ہے، اس میں ایک سو صفحے کا مقدمہ بھی ہے، جس میں ملا معین کی سوانح اور ان کی کتاب دراسات کا تعارف ہے۔

...التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم۔ علامہ مسعود بن شیبہ کی بڑی محققانہ کتاب ہے جو امام الحرمین جوینی کی "مغیث الخلق الی الحق" اور امام غزالیؒ کی المنخول کے جواب میں ہے۔ التعليق القويم اس کا نہایت مفصل ومدلل حاشیہ ہے جو عنقریب سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہوگا، اس کے علاوہ میرے مضامین ومقالات کا ایک طویل سلسلہ ہے ....

مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی مرحوم سے جو کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں وہ درج ذیل ہیں :

صرف میں : میزان سے لیکر مراح الارواح تک۔ نحو میں : نحو میر سے لے کر کافیہ اور زمخشری کی مفصل تک۔ معانی میں : مختصر المعانی اور مطول۔ ہیئت میں : تصریح۔ منطق میں : مرقات سے لیکر بحر العلوم شرح سلم تک۔ فلسفہ میں : شمس بازغہ اور شرح اشارات للطوسی۔ اسرار شریعت : حجۃ اللہ البالغہ۔ تفسیر میں : بیضاوی تک۔ حدیث میں : مشکوۃ، موطا اور بخاری کے ابتدائی اوراق۔ اصول حدیث : شرح نخبۃ۔ فقہ میں :

ہدایہ تک۔ اصول فقہ میں: نورالانوار اور توضیح و تلویح کے
ابتدائی اوراق۔ مناظرہ میں: رشیدیہ۔ کلام میں: شرح
عقائد نسفیہ' تمہید ابو شکور سالمی۔ ادب میں: مقامات حریری'
سبعہ معلقہ' دیوان حماسہ' دیوان متنبی' الکامل للمبرد اور بعض
دیگر کتابیں۔ فارسی ادب میں: بوستان۔ تاریخ میں: تاریخ
خلفا' محاضرات خضری' مقدمہ ابن الخلدون' فتوح البلدان
بلاذری۔ فرائض میں: سراجیہ' شریفیہ"۔

حضرت مرحوم کی یہ تحریر ۱۹۶۳ء کی ہے' جو حضرت کے صاحبزادہ گرامی جناب پروفیسر عبدالشہید صاحب نے ہمیں مہیا فرمائی' آپ نے جب یہ تحریر سپرد قلم فرمائی تھی اس وقت آپ جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں شعبہ اسلامیات کے صدر تھے' جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے تعلق منقطع ہوا تو آپ کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاون کراچی میں شعبہ تخصص کا نگران اور استاد مقرر کیا گیا' آپ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۳ء تک ماہنامہ "بینات" کے مدیر اور مرتب بھی رہے' اور اس دوران آپ کے متعدد علمی مفاخر شرف صدور لائے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں کمالات و خصوصیات سے نوازا تھا' آپ کی شخصیت سراپا علم و ادب سے عبارت تھی آپ خالص علمی اور محققانہ مزاج کے حامل تھے' آپ جہاں اور جس مجلس میں تشریف لے جاتے میر مجلس ہوتے۔ آپ لمحات زندگی کو ضائع کرنے کے ہرگز روادار نہ تھے' آپ جس طرح خود کام

کرنے کے عادی تھے اپنے طلبہ سے بھی اسی انداز سے کام لینا جانتے تھے۔

آپؒ کی دینی خدمات پون صدی پر محیط ہیں، جن میں تصنیف و تالیف، بحث و تحقیق، درس و تدریس اور سلوک و احسان، غرض ہر میدان میں آپؒ نے نمایاں مقام اور امتیازی شان حاصل کی۔ آپؒ کا کمال یہ تھا کہ آپ نیکی کے کسی کام میں سستی کے قائل نہیں تھے خصوصاً سلام کرنے میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا تھا آپ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے، چھوٹا ہو یا بڑا، ہر ایک کو سلام کرتے اور نہایت تپاک سے خیریت دریافت فرماتے۔ آپؒ کی مقبولیت عند اللہ کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آغاز شباب سے پیرانہ سالی بلکہ آخری لمحات زندگی تک آپ درس و تدریس، پڑھنے پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔

فن رجال اور حدیث پاک سے آپ کو خصوصی شغف اور مہارت تھی، بلا مبالغہ اس وقت آپ کے پائے کا کوئی محدث، اور اسمائے رجال کا ماہر شاید ہی کوئی ہو۔

حضرات صحابہ کرامؓ، خلفاء اربعہؓ اور سادات اہل بیتؓ سے محبت والفت ان کا اختصاص تھا، فن حدیث کے علاوہ فقہ حنفی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ان کی والہانہ محبت و عقیدت اور عشق دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ آپؒ حضرت امام الائمہؒ کے عاشق صادق اور ان کے مسلک کے داعی و مناد تھے، حضرت امامؒ پر ان کے معاصرین اور اصاغر کی طرف سے ناروازیادتیوں پر شکایت فرماتے اور بعض اوقات یہ شکایت تلخی کا رنگ اختیار کر لیتی مگر بایں ہمہ ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔

آپ عمر بھر موفق للخیر رہے، قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس کے ساتھ احقاق حق اور تردید باطل آپؒ کا شعار ومزاج رہا۔

آپؒ کی تصنیفات کی فہرست طویل ہے جو عربی کے علاوہ اردو میں بھی ہیں آپؒ کے برادر خورد جناب مظفر لطیف صاحب ''مقالات نعمانی'' کے نام سے ان کو شائع کررہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حضرت مرحوم کے وہ مقالات ومضامین جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ان کو بھی شائع کیا جائے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کی یہ کرامت دیکھنے میں آئی کہ آپؒ کا چہرہ نہایت خوبصورت اور سرخ وسفید اور بے حد منور ہوگیا، ہزاروں لوگوں نے آپ کا خوبصورت نورانی چہرہ دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے، بلاشبہ یہ ان کے مقبول عند اللہ ہونے کی علامت، قرآن وسنت، حضرت سادات اہل بیت اور فقہاامت سے والہانہ عقیدت ومحبت کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو ان کے حسن باطنی اور اس کی رعنائی کی ایک جھلک دکھادی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے ساتھ اپنی رضا اور رضوان کا معاملہ فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں ان کی برکات سے محروم نہ فرمائے، آمین۔

(ماہنامہ بینات کراچی جمادی الاخریٰ۔۱۴۲۰ھ)

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

(1915ء-1999ء)

از

ڈاکٹر محمد عبد المقیت شاکر علیمیؒ

(سبدِ گُل)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

(۱۹۱۵ء۔۱۹۹۹ء)

عمِ محترم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی خاندان کے سب سے روشن و منور ستارے، افقِ علم پر اس طرح جلوہ گر ہوئے کہ سیکڑوں کی چمک دمک ان کے آگے ماند پڑ گئی تھی۔ علمائے وقت کے درمیان بڑی عزت و وقعت انھیں حاصل تھی۔ ہمارے خاندان میں سب سے زیادہ فعال شخصیت میرے دادا کے بڑے بھائی حافظ محمد عبدالکریم کی تھی۔ وہ بڑے زیرک، ہوش مند، معاملہ فہم اور سنجیدہ مزاج تھے۔ خاندان کے اکثر معاملات وہی طے کرتے تھے۔ ان کی موجودگی میں کسی کی مجال نہ تھی کہ کسی بھی معاملے میں بھی کوئی ازخود فیصلہ کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جو فیصلے وہ کرتے تھے بالکل صحیح ہوتے تھے، اس کے بہتر نتائج نکلتے تھے۔ وہ بے اولاد تھے، ان کی اہلیہ اور میری دادی دونوں حقیقی بہنیں تھیں، پھر ایک ہی جگہ ساتھ رہتے تھے، چناں چہ مولانا نعمانی کو ان کی خالہ نے اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ انھیں کے ساتھ رہتے، انھیں کے ساتھ کھاتے پیتے۔

میرے دادا محمد عبدالرحیم خاطرؔ خوش رقم، بڑے دین دار، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے دین سے بے پناہ لگاؤ اور محبت تھی۔ یہ وہ دور تھا جب پورے ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا تھا۔ سرسیّد احمد خاں احیاء العلوم کی تحریک شروع کر چکے تھے اور مقصد براری کے لیے ایم اے او کالج کی بنیاد رکھ دی تھی جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تبدیل ہو گیا تھا اور صدہا گھرانوں کے لڑکے جدید تعلیم سے آراستہ ہو کر وہاں سے نکلے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ پھر تو "ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی" کے مصداق جدید تعلیم کے حصول کی دوڑ شروع ہو گئی، ایسی صورت میں آبروئے شیوۂ اہلِ نظر کہاں رہ سکتی تھی پھر بھی ہمارے دادا نے

اپنی اولاد کے لیے دینی علوم کی تعلیم ہی کو ترجیح دی اور مولانا نعمانی کو دینی علوم کے حصول کی طرف لگادیا۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، بچپن ہی سے مولانا نعمانی ذہین وذکی واقع ہوئے تھے۔ بچے فطری طور پر کھیل کود میں دلچسپی لیتے ہیں، لیکن پڑھنے کے علاوہ ان کی اور کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بغدادی قاعدے سے لے کر قرآنِ مجید اور فارسی میں گلستان بوستاں تک گھر ہی پر پڑھا، خطاطی کی مشق بھی گھر ہی پر کی۔ اس کے بعد بہت مختصر سے عرصے میں حضرت مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی سے صرف ونحو، معنی و بیان، حدیث وفقہ، اصولِ حدیث و فقہ، منطق وفلسفہ، ادب وتاریخ، تفسیر وفرائض، علم کلام اور اسرار شریعت وغیرہ علوم متداولہ کی تحصیل کر کے سندِ فراغت حاصل کرلی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا امتحان پاس کرلیا، مگر جویائے علم بھلا کہیں سیراب ہوئے ہیں۔ وہ تو ہر لمحہ علم کی منزلوں میں صعود وترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تشنہ لبی کبھی ختم ہی نہیں ہوتی، ان کی تو ساری کوشش ہی یہ ہوتی ہے کہ جواہرات علم جہاں سے بھی سمیٹ سکتے ہوں سمیٹ لیں۔ وہ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ جواہرات ہر جگہ نہیں ملتے۔ یہ تو صاحب نظر جوہری کے پاس ہی ملیں گے اور جوہری کی جناب میں اسی کو باریابی نصیب ہوگی جو سلیم الطبع، پاکیزہ ذہن اور صالح اعمال کا حامل ہو۔

زندگی کو ایک تخم فرض کرلیا جائے اور باغباں کی نظر سے اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بیج میں بے شمار حسین وخوشگوار چیزیں مستور ہیں، بس اس کو وہ خاص ماحول اور فضا درکار ہوتی ہے جو اس کی قوت نمو کو بیدار کر کے اسے تن آور درخت بناتی ہے پھر ہر کوئی اس کے گل وثمر سے فیض یاب ہوتا ہے۔ نرم وزرخیز زمین میں تخم گل لالہ اور ریحان پھل پھول کر اپنے شباب کی منزل میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اپنی نزاکت اور دل کشی رنگ وبو سے سرور قلبی اور نور بصری کا باعث بنتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہمیں میدان فکر ونظر میسّر ہے جس کی وسعت ارض وسما سے بھی آگے ہے یہ میدان اگرچہ زرخیز ہے، مگر خس وخاشاک سے پٹا پڑا ہے جب میدانِ فکر اُن سے پاک وصاف کرلیا جائے گا تو آدمی اعمال صالحہ کی شاہراہ پر گام

زن ہو جائے گا۔ بلا شبہ کاملین کے فیض سے ہی حیات کو مادّی و روحانی ہر دو طرح سرفرازی عطا ہوتی ہے۔ جامیؔ:

فیضے کہ بہ دل می رسد از سدرہ و طوبیٰ
در سایۂ سروِ قدِ دل جوئے تو یابم

مولانا نعمانی بھی ایسے ہی صاحب نظر کی تلاش میں تھے جو علم کی پیاس بجھا سکے اور ساتھ ہی ساتھ سیرت و کردار پر بھی گہرا اثر ڈال سکے۔ قسمت نے یاوری کی، ایک مرد کامل پاک باز و پاک باطن از غیب متوجہ ہوا اور اپنے دامن تربیت میں لے لیا۔ یہ حضرت شیخ حیدر حسن خاں ٹونکی، شیخ الحدیث و پرنسپل ندوۃ العلماء لکھنؤ تھے۔ شیخ صاحب سے مولانا کی ملاقات کا واقعہ بھی خوب ہے۔ میرے استفسار پر مولانا نے فرمایا، ہم جے پور میں درس نظامی کی تکمیل کر چکے تھے، ۱۹۳۴ء میں مولوی فاضل و منشی فاضل کا امتحان پاس کر لیا تھا، اب عربی ادب و انشاء کی طرف طبیعت مائل ہوئی تھی۔ اس وقت عربی ادب کے بڑے فاضل شیخ تقی الدّین الہلالی المراکشی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں پڑھاتے تھے، ان کی پورے ہندوستان میں شہرت تھی۔ اسی کے پیش نظر ہم عربی ادب پڑھنے کی نیت سے ان کی خدمت میں لکھنؤ پہنچے۔ ایک لوہے کا ٹرنک ساتھ تھا، ندوہ کی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی، ایک درویش صفت، بزرگ صورت شخص نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اجنبی صورت دیکھ کر پوچھا، میاں کیسے آنا ہوا۔ ہم نے کہا، شیخ تقی الدّین الہلالی سے عربی ادب پڑھنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اپنے وطن چلے گئے۔ پھر پوچھا، کہاں سے آئے ہو۔ ہم نے جواب دیا جے پور سے۔ انھوں نے برجستہ فرمایا، پھر تو عجائب گھر میں رکھے جانے کے قابل ہو گئے۔ پھر انھوں نے تعلیم کی تفصیل پوچھی اور فرمایا، میاں عربی ادب ہی کیوں، حدیث پڑھو کہ یہ اشرف العلم ہے۔ بس طبیعت ان کی طرف راغب ہوئی۔ دل نے کہا، یہی مرد کامل ہے۔ اشارۂ غیبی یہی ہے کہ اسی کا دامن تھام لیا جائے۔ شیخ صاحب خود ٹرنک اٹھا کر اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے اور بس درس حدیث شروع ہو گیا۔

مولانا نعمانی نے کامل ایک ڈیڑھ سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر پورے ضبط و

ایقان سے حدیث پڑھی۔ ان کے علم سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اوران کی شخصیت کو اپنی ذات میں ایسا سمویا کہ خود شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ انھیں حدیث، اصول حدیث اور فن اسماء الرجال میں بڑا درک تھا۔ اس دور میں وہ علم حدیث کا سر چشمہ تھے اور مجتہدانہ شان رکھتے تھے بعض مسائل میں تو ائمۂ حدیث کے برخلاف اپنی منفرد رائے رکھتے تھے۔ ساری زندگی علم حدیث کی ترویج واشاعت میں صرف کردی۔ ان کی سندِ حدیث قلیل الوسائط تھی۔ حضرت شیخ حیدر حسن خاں کے علاوہ ان کے برادرِ معظم مولانا محمود حسن خاں ٹونکی سے حدیث کی اجازت تھی، انھیں قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے اوران کو شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔ اسی طرح حضرت مولانا یٰسین بریلوی کے واسطے سے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے اوران کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی سے اجازت تھی۔ اس لیے بھی شائقین حدیث کا ان کی طرف بہت زیادہ رجوع تھا۔ مصر، شام، عراق، ترکی، سعودی عرب، افریقہ اور یورپی ممالک سے طالبانِ حدیث ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اپنی علمی پیاس بجھاتے اور سند حدیث حاصل کرتے۔

مولانا نعمانی علم کے جس مرتبے پر فائز تھے اس کا تو ہم اندازہ نہیں کرسکتے۔ وہ ندوۃ المصنفین دہلی میں جب لغات القرآن کی تالیف میں مصروف تھے اس وقت بھی اور بعد میں جب ٹنڈو الہ یار کے مدرسے میں تھے اس وقت بھی اپنے دور کے نام ور علماء کے درمیان رہے۔ ان کا علم بڑا حاضر، کتابیں بڑی مستحضر تھیں۔ نقد وجرح کا انھیں خاص سلیقہ تھا۔ ذہانت و ذکاوت کا وافر حصّہ قدرت نے انھیں ودیعت کیا تھا۔ کوئی مسئلہ ہو، کوئی بات ہو فوراً ہی ذہن اصل مآخذ کی طرف منتقل ہو جاتا اور وہ مع حوالہ جات کے نہایت تفصیل سے اس پر سیر حاصل گفتگو کرسکتے تھے۔ ان کی اس صلاحیت کا ہر کوئی معترف تھا۔

ایک خاص بات میں نے یہ دیکھی کہ جب وہ اہلِ علم کے درمیان ہوتے وہاں ان کے جوہر کھلتے۔ جو بھی گفتگو کا موضوع ہوتا اس سے متعلق بے پناہ معلومات کا ان کے پاس ذخیرہ ہوتا اور وہ بڑے اعتماد و تیقّن سے اس کا اظہار کرتے۔ ورنہ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مواقع پر اچھے خاصے لوگ بھی کترا کر نکل جانے میں ہی عافیت جانتے ہیں۔ ان

کی گفتگو کا بھی ایک خاص انداز تھا۔ نفس مضمون کو ایسے منتخب الفاظ میں بیان کرتے اور ایسی دلیلیں فراہم کرتے کہ سننے والا پورے یقین سے اسے قبول کر لیتا، گویا وہ اپنے علم اور اسلوب سے بڑی سے بڑی شخصیت کو اپنے علم کے دائرے میں محصور کر لیتے، پھر وہ چاہے بھی تو ان کے سحر سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ یہ خداداد بات ہے، کسی کسی کو میسّر ہوتی ہے۔ یہی کیفیت ان کی تحریروں کی ہے۔ مستند حوالوں سے مزین کر کے اپنی تحریروں کو پیش کرنے کا فن وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ حوالے اسی قدر دیتے ہیں جتنی ضرورت ہوتی ہے۔ حوالوں کی زیادتی سے اپنی تحریر کو بوجھل نہیں کرتے اور نہ ہی اس ذریعے سے قاری پر اپنی علمیت کا رعب ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔ جس قدر حوالے ہوتے ہیں وہ اپنی بات کی دلیل میں ہوتے ہیں۔ بغیر ٹھوس علمی دلائل کے تو انھیں کوئی بات سننا یا بیان کرنا گوارا نہیں تھی۔ میرے سامنے کی بات ہے ایک صاحب مسلکاً اہل حدیث تھے مولانا سے گفتگو نہیں بلکہ مباحثہ کرنا مقصود تھا۔ مولانا نے فرمایا، آپ ہمیں پہلے حدیث کی تعریف حدیث ہی سے بتائیے۔ تب آپ سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔ اگر نہیں معلوم تو اپنے اکابر سے پوچھ کر تشریف لائیے۔

مولانا کی تصانیف میں رطب و یابس نہیں، نہ وہ ایک ہی بات کو بار بار بیان کرنے کے عادی ہیں، ان کے ہاں سمندر کی سی گہرائی اور دریا کی سی روانی ہے۔ اسلوب ایسا کہ دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ "لغات القرآن" اردو کی پہلی قرآنی لغت ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا کے قلم سے اس کی چار جلدیں مکمل ہوئیں تقسیم کے بعد مولانا ہجرت کر کے پاکستان آگئے بعد میں مسودے کو دو جلدوں میں مولانا عبدالدائم الجلالی نے مرتب کیا۔ یہ بڑی معرکے کی لغت ہے۔ عام عربی لغات کے برعکس اس کی ترتیب مادے پر نہیں بلکہ حروف تہجی پر رکھی گئی ہے تاکہ اردو داں طبقہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ الفاظ کی تشریح و تحقیق میں مولانا نے پورا زور صرف کر دیا ہے۔ مقصد قرآن مجید کی محض لغت تیار کرنا نہیں ہے بلکہ صاحب وحی فداہ امّی و ابی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حقیقی معنی و مطالب تک پہنچنا مقصود ہے۔ اس مقصد کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ اور لغت کی مستند و متداول کتابوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، البتہ جہاں مفسرین، فقہا اور اہل لغت میں اختلاف

پایا وہاں خوب دادِ تحقیق دی ہے اور قول فیصل تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی جامع اور مستند قرآنِ مجید کی لغت ابھی تک اردو میں کوئی دوسری نہیں آئی ہے۔ ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' یہ عہد رسالت سے ابن ماجہؒ کے زمانے تک کی تاریخ تدوینِ حدیث پر مشتمل دستاویز ہے۔ گویا علم حدیث کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے۔ انھوں نے عربی میں ماتمس الیه الحاجه، لمن یطالع ابن ماجه، مکانة امام ابی حنیفه فی الحدیث کے علاوہ سندھ کے نامور علماء کی عربی تصانیف کو مرتب کیا، ان پر مبسوط مقدمات لکھے اور نہایت قیمتی حواشی و تعلیقات سے انھیں مزین کیا، جو سندھ ادبی بورڈ سے شائع ہوئی ہیں۔ ان سے جہاں ان کی تحقیق اور دقتِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے وہاں ان کی عربی زبان پر قدرت کا بھی پتا چلتا ہے۔ وہ اردو کی طرح عربی بھی بڑی سلیس اور رواں لکھتے ہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ اگر عربی ادب و انشاء کی طرف مائل ہوتے تو یقیناً اس ضمن میں بڑے کارنامے سرانجام دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تو انھیں حدیث کے لیے مختص کر لیا تھا۔

میں نے انھیں پڑھاتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ جامعۂ بہاول پور میں بھی اور یہاں نیوٹاؤن میں بھی۔ بس ان کا لیکچر سنتے رہے اور دل میں اتارتے رہے۔ طلبہ پیچیدہ سے پیچیدہ سوال کرتے اور وہ ہر سوال کا جواب دینے میں مستعد رہتے۔ وہ ادھر اُدھر کی باتیں کر کے یا اپنے منصب کا اثر ڈال کر طلبہ کو مطمئن نہیں کرتے بلکہ ٹھوس علمی دلائل سے مسئلے کی تفہیم کراتے اور اکثر اوقات سوالات کا بار الٹا طالبِ علم پر ڈال دیتے تاکہ علم و تحقیق میں خود اسے کاوش و محنت کرنی پڑے۔ پھر جستہ جستہ مزاح کا عنصر بھی پیدا کرتے جاتے جس سے طالبِ علم کی دلچسپی برقرار رہتی۔ یہ مزاح عموماً تحریفِ لفظی سے پیدا کرتے۔ اس طرح طالبِ علم شاداں و فرحاں ان کے درس سے فارغ ہوتا۔

مولانا کو ہم بچپن سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ گھر کے بڑے تھے، اس کا انھیں احساس بھی تھا اسی لیے وہ اس منصب کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ہر ممکن اس کا تحفظ کرتے، جس طرح بھی بن پڑتا اپنی بات کو اونچا ہی رکھتے تھے۔ میرے والد صاحب عمر میں ان سے صرف چار سال ہی چھوٹے تھے۔ عمر کا یہ فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس فرق کے

حامل بھائی تو آپس میں دوست ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے رازداں ہوتے ہیں، دلچسپیاں بھی ایک دوسرے کی یکساں ہوتی ہیں، مگر ہم نے دونوں کے درمیان ایک فاصلہ ہی دیکھا ہے۔ والد صاحب ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ ان کی کسی بات کو رد نہیں کرتے تھے۔ میاں بھائی میاں بھائی کی رٹ لگائے رہتے تھے، مگر دونوں کے درمیان کوئی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے یہ فاصلہ تھا۔ معاصرین میں چشمک تو ہوتی ہے ہوسکتا ہے یہی بات ہو۔ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد تھے۔ دونوں ہی استاد کے بہت قریب تھے، دونوں ہی پر پوری طرح استاد کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی کمزوریوں، خوبیوں اور خامیوں سے یقیناً واقف رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ تو اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں ایک مرتبہ جب میں بہت چھوٹا تھا بچّوں کی کوئی بات تھی اس پر مولانا بھڑک اٹھے اور والد صاحب کو مارنے لگے۔ میں اس وقت والد صاحب کی گود میں تھا، والد صاحب پٹتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میاں بھائی اور، اور مولانا تھے کہ اور زیادہ جوش سے مارنے لگے، تا آں کہ خود ہی تھک کر خاموش ہو گئے، والد صاحب نے اف تک نہیں کیا اور نہ ہم سے کبھی اس کا تذکرہ کیا۔

اللہ معاف کرے، میں ٹھہرا باغی قسم کا۔ اشتراکی ذہن تو نہیں تھا، مگر اشتراکی شعراء وادباء کے ساتھ بیٹھنے کا کچھ تو اثر ہوتا ہی ہے، اس لیے مولویوں سے کچھ زیادہ ہی بد کا ہوا تھا، ان کی کوئی بھی بات مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی اور مولانا نعمانی تو بیسویں صدی میں ہوتے ہوئے بھی قرونِ وسطیٰ کے دور میں رہتے تھے۔ وہ انگریزی معاشرت و تہذیب اور انگریزی تعلیم کو کیوں کر پسند کرتے۔ ہم بھائی تھے کہ انگریزی تعلیم حاصل کر رہے تھے، انگریزی لباس پہنتے تھے، انگریزی بال رکھتے تھے، شیو بھی بنایا کرتے تھے۔ یہ باتیں انھیں کیوں کر پسند آ سکتی تھیں۔ ہم تو ان کے مطابق نالائق و ناخلف تھے۔ خاندان سے باہر تو وہ ان سب چیزوں کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہوں گے، مگر ہمیں انگریزی طرزِ معاشرت میں گھرا ہوا دیکھ کے وہ کیوں کر خاموش رہ سکتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے، تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ حلیہ کبھی نہیں رہا۔ میں تو خاموش ہو گیا۔ والد صاحب پر برس پڑے۔

والد صاحب نے پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ بعد میں مَیں نے والد صاحب سے کہا کہ اتنی بھی تنگ نظری اچھی نہیں۔ یورپ کے مسلمان بھی تو یہ لباس پہنتے ہیں۔ ویسے بھی ہم اس دور میں رہتے ہیں اس دور سے ہم آہنگ ہو کر ہی ہم ملک وقوم کی کچھ خدمت کر سکتے ہیں۔ دین اس میں کہاں مانع ہے اگر ہم دین کی کسی بھی بات سے انحراف کریں تو بے شک مجرم ہیں، واجب القتل ہیں۔ ہمارے علماء ذرا تو قلب وسیع رکھیں۔ والد صاحب مجھے سمجھاتے اور فرماتے، ایک دن آئے گا جب تم ان باتوں کو سمجھو گے۔

مولانا تصویر کے بھی سخت مخالف تھے۔ وہ کسی صورت تصویر کشی کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور احادیث سے استدلال کرتے تھے۔ میرے نکاح میں میرے چچا سسر تصویریں لے رہے تھے۔ تصویریں تو ہر ایک شوق سے کھنچواتا ہے کہ یہ یادگار لمحوں کو قید کر لیتی ہے۔ اس سے عمر رفتہ کے حسین مناظر پھر دوبارہ سامنے آجاتے ہیں۔ آدمی وقتی طور پر مختلی بالطبع ہو کر ماضی سے حال کا موازنہ کرتا ہے اور سراپا عبرت بن جاتا ہے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ ان کی بیٹی کے ہونے والے سسرال میں ایسے بھی لوگ ہوں گے جو تصویر کھنچوانے کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔ شروع میں تو مولانا خاموش رہے بالآخر ان کے صبر وضبط کے تمام بند ٹوٹ گئے اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے والد صاحب سے فرمانے لگے، جب ہمیں بلایا جاتا ہے تو ہمارا اکرام بھی کیا جائے۔ والد صاحب نے بمشکل تمام انھیں منایا۔ میرے بعض دوست جن کے سامنے بعض مقتدر علماء کی تصاویر تھیں، بحث ومباحثے پر آمادہ تھے، مگر میں نے اپنی دوستی کا واسطہ دے کر انھیں خاموش کیا۔ جب تقریب ختم ہوگئی تو میرے خسر سے فرمانے لگے، یہ میرا چھوٹا بھائی ہے باپ اس کا تہجد گزار تھا، خود بھی بچپن سے تہجد گزار ہے، لیکن اب اولاد نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے اب ان کا قبضہ ختم ہو گیا تھا۔ والد صاحب سر جھکائے خاموشی سے سنتے رہے۔

اسی طرح جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کے تحت بین الاقوامی کانفرنس تھی اس وقت ڈاکٹر حبیب الحق ندوی صاحب شعبے کے سربراہ تھے۔ وہ والد صاحب کے ندوہ کے ساتھی تھے۔ میں نے ان سے میٹرک میں انگریزی پڑھی تھی، میں بھی کانفرنس میں مدعو تھا۔ لاڑکانے سے آیا تھا، پہلا ہی سیشن تھا۔ مولانا نعمانی مقالہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ میں،

ڈاکٹر امین اللہ وثیر اور ڈاکٹر شرف الدّین اصلاحی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ جوں ہی ٹی وی والوں نے کیمرے کا رخ مولانا کی طرف کیا، فوراً ہی مولانا نے پورا مقالہ اپنے چہرے کے آگے پھیلا لیا۔ ٹی وی والے کہنے لگے، یہ مولوی تو کچھ زیادہ ہر ترانٹ ہے۔ ڈاکٹر شرف الدّین صاحب نے مجھے ٹھونکا دیا۔ میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

مولانا سلیم الفطرت تھے، قدرت نے انھیں قلبِ سلیم عطا کیا تھا۔ قلب بظاہر گوشت کا لوتھڑا، خون کو گردش میں رکھنے والا، جسم کا سارا نظام اس کے تابع، مگر حقیقت کے اعتبار سے یہی روح انسانی ہے۔ عرفان الٰہی کا محل، معرفت خداوندی کا مرکز، احکام و اوامر الٰہی کی آماج گاہ، حکمت وسعادت کا سرچشمہ۔ اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ انّی اَسْأَلُکَ قَلْباً سَلِیماً۔ یہی قلب سلیم ہی تو ہے جو فاسد اور تباہ کن خیالات کو جھٹک کر قوت وحیات بخش تصوّرات کے تحت راہ مستقیم پر گام زن رکھتا ہے۔ اس کی موجودگی میں انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو کر رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ نعمت ودیعت ہوتی ہے وہ گردوپیش کے جاہلانہ اطوار کو ہرگز قبول نہیں کرتے اور راہ حق کی ایک کرن ہی ان کے باطن کو روشن ومنوّر کر دیتی ہے۔ دیکھیے عرب کے جاہلانہ وکافرانہ ماحول میں پرورش پانے والے ابوبکر بن قحافہؓ ہر برائی سے دور رہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات میں نورِ حق جلوہ افروز ہوا تو بغیر کسی تذبذب کے آمنا وصدقنا اسے قبول کر لیا۔ یہ انجذابی قوت کی کرشمہ سازی ہے کہ باہم مماثل ویکساں خصوصیات کی حامل چیزوں کو متحد ویکجا کر دیتی ہے۔ مولانا، حضرت شیخ حیدر حسن خاں کے پاس رہے، ان سے پڑھا۔ ان کے علم کے ساتھ ساتھ ان کی طبیعت کو بھی اپنی ذات کا حصّہ بنا لیا۔ شب وروز کے تمام معمولات کو انھیں کے مطابق ڈھال لیا۔ شیخ صاحب سنّت نبوی کے پیروکار تھے، انھوں نے زندگی کے ایک ایک لمحے کو حیات طیبہ سے مستعار لے کر اپنے اندر راسخ کیا تھا اور ہونہار شاگرد نے ان سب کو اپنی زندگی کا لازمہ بنا لیا۔

مولانا کو ہر لحہ اتباع سنّت نبوی کا خیال دامن گیر رہتا۔ ان کا کوئی عمل ایسا دکھائی نہیں دیتا جس میں وہ سنّت کی پیروی نہ کرتے ہوں۔ ان کا چلنا، ان کا پھرنا، ان کا اٹھنا، ان کا

بیٹھنا، ان کا سونا، ان کا جاگنا، ان کا کھانا، ان کا پینا سب سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق تھا۔ وہ سنّت کے خلاف کسی بھی عمل میں شریک نہیں ہوتے تھے اور کسی بھی قسم کی مصلحت کو اس باب میں روا نہیں رکھتے تھے۔ عام طور پر خوشی وغم کے موقع پر ہم حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں اور ان باتوں کو بھی کر گزرتے ہیں جن کو رواج عام حاصل ہوتا ہے اگرچہ ان کا شریعت مطہرہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لیکن مولانا سنّت سے سر موانحراف نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے بڑے صاحب زادے محمد عبدالمعید صاحب مجھ سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ جب میں بہاول پور گیا تو وہ نشتر میڈیکل کالج میں داخل تھے، مولانا مجھے لے کر ملتان گئے اور عبدالمعید صاحب سے ہسپتال میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے تیسرے روز ان کا انتقال ہوگیا۔ جوان بیٹے کی موت کا صدمہ انھوں نے نہایت صبر وضبط سے برداشت کیا۔ اس موقع پر بھی انھوں نے سنّت کی پیروی کو ملحوظ خاطر رکھا۔ وہ بہت بڑے محدّث تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ کا ایک ایک ورق ان کے سامنے تھا، انھیں اس پر کامل یقین تھا۔ عمل تابع حال ہوتا ہے اور حال تابع علم ویقین، اگر کسی کے یقین کا پتا لگانا ہو تو اس کے عمل کو دیکھنا چاہیے۔ محض قول سے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مولانا کی زندگی عین الیقین کے درجے میں تھی۔ والد صاحب بھی سنّت کی شدّت سے پیروی کرتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ صدق بیاں سے نکلے ہوئے الفاظ نوک زبان تھے دونوں بھائیوں میں یہ بات مشترک تھی۔ آج کل کا مہذب، تعلیم یافتہ معاشرہ کتنا ہی برا کیوں نہ سمجھے، وہ اکڑوں بیٹھ کر ہی کھانا کھاتے تھے۔ ہمیں بھی ساتھ بٹھاتے تھے۔ اکڑوں بیٹھنے میں میری کمر جھک جاتی تھی تو والد صاحب پیٹ پر ایک گھونسا مارتے، میں الف کی طرح سیدھا ہو جاتا۔ ہڈی سے گوشت کو دانتوں سے نوچتے اسی کو سنّت بتاتے تھے، سوتے تو ہمیشہ دائیں کروٹ ایک ہاتھ رخسار کے نیچے، پھر صبح سے رات سوتے وقت ہر عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی دعائیں وردِ زبان ہوتیں۔ برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب نے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر ایک دن'' کے عنوان سے مولانا نعمانی کے دن بھر کے واقعات تحریر کیے۔ اس کے

مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کس قدر متبع سنّت تھے۔ وہ کوئی موقع ایسا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس میں سنّت کی پیروی ہوتی ہو پیرانہ سالی میں بھی وہ دور دراز کا سفر کر کے افغانستان پہنچے اور وہاں محاذ جنگ پر روسی کفار پر گولیاں برسائیں۔

مولانا نعمانی، حضرت شیخ حیدر حسن خاں صاحب سے بیعت بھی تھے حضرت شیخ، سیّد الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ مولانا کو بھی اور والد صاحب کو بھی انھوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ یہ بہت بڑی نسبت تھی۔ اس کے علاوہ مولانا کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے بھی اجازت تھی۔ چند ایک لوگ مولانا سے بیعت بھی ہوئے۔ ایک روز میں نے مولانا سے کہا، آپ کی اتنی بڑی نسبت ہے آپ لوگوں کو بیعت کیوں نہیں کرتے۔ فرمانے لگے، میاں ہم حدیث کی خدمت کرلیں یہی کافی ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان کی زندگی کا مقصد ہی خدمت حدیث تھا۔

مولانا نعمانی بڑے متواضع، نفاست پسند اور پاکیزہ مزاج تھے۔ باہر سے علماء ان کی خدمت میں آتے وہ مقدور بھر ان کی تواضع کرتے۔ خود بھی بہترین، مگر سادہ کھانا کھاتے تھے دُوپَرتی روٹی (نانِ دوپوست) پسند کرتے تھے کہ یہ جلد ہضم ہو جاتی ہے۔ میٹھے کے بھی شوقین تھے ان کی اہلیہ جن کو میں والد صاحب اور چچاؤں کی طرح بھابھی جان ہی کہتا تھا بہت عمدہ کھانا پکاتی تھیں۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے مجھ سے تو وہ بہت محبت کرتی تھیں۔ رام سوامی میں جب ہم ساتھ رہتے تھے میں کبھی ضد کرتا تو سب بچّوں کے خلاف وہ مجھے آٹا گوندھ کر کٹوری میں گھی رکھ کر دیتیں کہ جا تنور سے اپنے لیے پراٹھا پکوالا۔ بڑی نیک خاتون تھیں۔ نماز روزے کی پابندی کے ساتھ ذکر واذکار میں بھی مشغول رہتی تھیں۔ میں بہاول پور گیا، علی الصباح بعد نماز فجر ان کے گھر پہنچا، دیکھا کہ وہ وظائف میں مشغول ہیں۔ مولانا ہمیشہ سفید لباس ہی پہنتے تھے۔ کرتا شلوار، مگر ٹخنے کھلے ہوئے۔ یہ لباس ان کی شخصیت کا حصّہ تھا۔ بید ہاتھ میں، مگر گرمیوں میں بید کی جگہ چھتری ہوتی۔ دھوپ تیز ہوتی تو چھتری استعمال کرتے۔ شیروانی پہنتے تھے ان پر شیروانی بہت ہی اچھی لگتی تھی۔ خاص طور سے اس وقت جب وہ منبر پر خطبہ دے رہے ہوں۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

مولانا بہاول پور میں جب تھے تو ان کی ادارت میں جامعہ سے ایک مجلّہ نکلتا تھا۔ مجھے خاص طور پر بھیجتے۔ ان دنوں میں بھی حیدر آباد سے ایک رسالہ "کاوش" نکالا کرتا تھا۔ مولانا کو بھی بھیجا۔ مولانا نے اپنے مذاق کے برخلاف پورے رسالے کا مطالعہ کیا اور ایک خط میں اس پر بھر پور تبصرہ کیا۔ افسانے کے متعلق لکھا کہ افسانے میں محبت بھی اسلامی تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے۔ مولانا میری تحریروں کو بڑی توجہ سے پڑھتے اور بے لاگ تبصرہ کرتے۔ میں نے ایک مقالے میں یہ لکھ دیا کہ محمود غزنوی کے ہندوستان آنے کا مقصد یہاں کی دولت بٹورنا تھا۔ مولانا نے اس پر سخت تنقید کی، فرمایا، محمود غزنوی کے آنے کا یہ مقصد تو آپ کو نظر آ گیا، مگر وہ اپنے ساتھ اسلام کی کرنیں لے کر آیا اس پر آپ کی نظر نہیں گئی۔ وہ اپنے ساتھ پورا اسلامی معاشرہ لے کر آیا تھا اور ہندوستان میں کچھ نہ کچھ اس کے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ اس کو آپ نظر انداز کر گئے۔ یہ مستشرقین کا طرزِ عمل ہے جو آپ نے اختیار کیا ہے اور ابھی تو یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا وہ ہندوستان دولت سمیٹنے کے لیے آیا تھا۔

مولانا بہانے بہانے سے میرا امتحان لیتے تھے، مجھے تو ان کے انداز گفتگو میں نہ معلوم کیوں طنز کی کاٹ محسوس ہوتی تھی۔ ایک موقع پر جب بہت سے لوگ مولانا کے پاس موجود تھے میں بھی پہنچ گیا۔ وہاں کسی صاحب کے پاس ایک کتاب تھی۔ کتاب کیا تھی، یہ نہیں معلوم۔ مولانا اس کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ ایک دم میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا، ہاں میاں! آپ تو شاعری کرتے ہیں ذرا اس شعر کے متعلق فرمائیے، اور یہ شعر پڑھا:

کہاں ایماں، کہاں کفر و اشراک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

میں نے کہا، یہ شعر وزن سے ساقط ہے۔ فرمانے لگے، میاں! اہلِ علم کے درمیان ہو، علمی انداز میں جواب دو گے تو قابل قبول ہوگا۔ یہ بات تو وہ بھی کہہ سکتا ہے جو ذرا سی بھی طبع موزوں رکھتا ہو۔ میں نے غور کر کے کہا کہ اس میں ایک سبب کم ہے، فرمانے لگے، سبب کون سا، میں نے جواب دیا، سبب خفیف کم ہے، پھر بھی مولانا خاموش نہیں ہوئے، فرمایا، اب اس کی اصلاح فرمائیے۔ میں نے اصلاح کر کے شعر پڑھا:

کہاں ایماں، کہاں یہ کفر و اشراک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تب کہیں مولانا خاموش ہوئے۔ وہ اکثر اسی طرح کرتے تھے پے در پے سوالات پشاور یونیورسٹی میں مولانا رومی کانفرنس ہوئی تھی، اس میں مَیں نے ''مولانا رومی اور انسان کامل'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا تھا۔ مولانا نے اس کا مطالعہ کیا اور اس قدر سوالات کیے کہ میں حیران رہ گیا اور آج تک سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس سے ان کا مقصد کیا تھا، کیا تربیت کا یہ انداز بھی ہوسکتا ہے۔ ایک نشست میں مولانا نے یہ شعر پڑھا۔ فرمایا، اسے لکھ کر دکھاؤ اور مطلب بھی بتاؤ۔ شعر یہ تھا:

دَیا قوزہ نشیمن لا اُبالی حرز مستمن
مری جاں ہر رگِ خارا میں چشمِ دوراں ہے

شعر تو ہم نے لکھ دیا، مگر مطلب خاک سمجھ میں نہیں آیا۔ شعر تو بے معنی مہمل معلوم ہو رہا تھا۔ پھر خود ہی فرمانے لگے، کہ پرانے شعراء تفریح طبع کے لیے کبھی کبھی ایسے شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے، مہمل ہے۔

میں نے مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے رسالہ ''اویسیہ'' کا ترجمہ کر لیا تو مولانا کو سنایا۔ انھوں نے سن کر اطمینان کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ فرمایا کہ ترجمہ اور ترجمانی میں فرق ہے۔ ترجمہ کر رہے ہو تو پھر ترجمہ ہی کرو، وہاں ترجمانی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جب ایم اے میں تھا، ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر خوشی کے اظہار کے لیے ایک چھوٹی موٹی تقریب منعقد ہوئی میں نے اس موقع کی مناسبت سے دو قطعات کہے تھے۔ بعد میں والد صاحب سے خوش خط لکھوا کر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔ اب وہ قطعات بالکل ہی یاد نہیں ہیں اور نہ ہی کہیں تحریر میں۔ تین مصرعے یاد رہ گئے ہیں پہلا مصرع پورا کر کے یہاں لکھ رہا ہوں:

خوشا اے جذبِ پنہاں، رحمتِ حق خندہ بار آمد
صبا بر دوش اے شاکر شمیمِ زلفِ یار آمد

نہ چوں زیرِ قدم ایں چشم و دل را فرشِ رہ سازم
غلام مصطفٰے دیدم کہ از کوئے نگار آمد

مولانا کو میں نے سنایا تو انھوں نے تیسرے مصرع میں اصلاح کی۔ میں نے کہا تھا، ''فرش می سازم۔'' مولانا نے ''فرشِ رہ سازم'' کر دیا۔ اس سے شعر زیادہ فصیح ہو گیا۔ اساتذہ اسی طرح اصلاح دیا کرتے تھے۔ مولانا میں خداداد یہ صلاحیت تھی۔ انھوں نے حیاتِ ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر کے اشعار پر بھی اسی طرح اصلاح کی ہے کہ شعر بہت بلیغ ہو گیا ہے۔ دیکھیے، تفسیر ابن کثیر، طبع نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی۔

مولانا نعمانی خوش نویس بھی تھے۔ دادا سے اصلاح لی تھی۔ حیدرآباد دکن کے قیام کے زمانے میں نواب دکن کے استاد سے بھی اصلاح لی تھی۔ والد صاحب نے بھی دادا سے اور اپنے تایا حافظ محمد عبدالکریم صاحب سے اصلاح لی تھی۔ دونوں میں مقابلہ رہتا تھا۔ ایک روز دونوں نے ایک قطعہ لکھا۔ ابا میاں کا فیصلہ نعمانی صاحب کے حق میں تھا۔ حافظ قبلہ نے فرمایا، عبدالرحیم خدا کے خوف سے ڈر۔ آغا نے زیادہ اچھا لکھا ہے۔ بہر حال دونوں بھائی بہت عمدہ لکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ مولانا سے عرض کیا کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کوئی پرانی وصلی مجھے عنایت کر دیں۔ فرمایا، کراچی جاتے ہوئے حیدرآباد ٹھہروں گا تم قلم اور سیاہی فراہم کر کے رکھنا اِن شاء اللہ وہیں آ کر لکھ دوں گا۔ چناں چہ دو وصلیاں انھوں نے لکھیں جب کہ ان کی بالکل مشق نہیں رہی تھی۔ ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا خط بہت پاکیزہ تھا، نوک پلک، کرسی و نشست الفاظ سے درست یہ دونوں وصلیاں میرے پاس محفوظ ہیں۔ وہ بڑے صاحب نظر بھی تھے، روش خط کو خوب پہچانتے تھے قدماء و متوسّطین و متأخرین، ہر دور کے خط کی خصوصیات پر خوب نظر تھی، اگر وصلی پر کاتب کا نام نہ ہو پھر بھی پہچان لیا کرتے تھے۔ ایک وصلی کا عکس پیشِ خدمت ہے۔

مولانا قناعت پسند واقع ہوئے تھے، انھوں نے کبھی حصول دولت کے لیے تگ و دو نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ خود ہی از غیب ان کے مسائل حل کر دیتا تھا۔ فرماتے تھے جو رزق مقسوم میں ہے وہ تو ہر حال میں ملے گا۔ دیکھو ہمارے مقسوم میں قرآن و حدیث کے واسطے سے

رزق لکھا تھا، وہ ہمیں ملتا ہے اور الحمد للہ بہت سوں سے ہم بہت اچھے ہیں۔ انھیں اپنے خدا پر بڑا بھروسا تھا، پوری زندگی بحسن وخوبی اسی کے سہارے گزاردی کیسے بھی حالات ہوئے شکوہ زبان پر نہیں آیا، ہمیشہ شکر گزاری میں رطب اللسان رہے۔ دراصل انسان جسم و روح کا مجموعہ ہے جسم ایک کثیف وظلمانی مخلوق ہے اور فانی وناپائیدار ہے۔ روح ایک لطیف ونورانی شے ہے، باقی ولازوال، مال وزر تو جسمانی ضروریات کا سامان ہے اور علم وحکمت روحانی کمالات کا سرمایہ، فانی کا سامان بھی فانی وناپائیدار اور باقی کا سرمایہ بھی ایک لازوال دولت۔ سلیم الفطرت لوگ علم کو حصول دولت کا ہتھیار نہیں بناتے بلکہ ضرورت کے درجے میں اس کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی تمام تر کوشش تحسین اخلاق، تہذیب خصائل اور اصلاح نفس پر ہوتی ہے بلاشبہ یہی مولانا کا مطمحِ نظر تھا۔ پھر بھلا وہ مادّی منفعت کے لیے کیوں درپے رہتے۔

مولانا کے چھوٹے صاحب زادے ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کے چیئرمین ہیں۔ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی کے پاس قرآن حفظ کیا تھا۔ تیسری صدی ہجری کے محدّث ابو جعفر الدیبلی المتوفی ۳۲۲ھ نے رسول اللہ صلی علیہ وسلّم کے مکاتیب جمع کیے تھے ان پر موصوف نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ جس پر پی ایچ ڈی کی سند عطا ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت پر بڑا پر مغز مقالہ سپرد قلم کیا ہے، وہ طبع ہو چکا ہے۔ بڑے ذی علم، ذی استعداد اور متقی و پرہیز گار ہیں۔ اپنے والد کی انھوں نے بڑی خدمت کی۔ خود بھی سعادت مند تھے اللہ تعالیٰ نے سعادت مند اولاد سے بھی نوازا ہے۔ لڑکے لڑکیاں سب ہی حافظ ہیں۔ اللہ انھیں خوش وخرم رکھے۔

مولانا نعمانی نے ۸۵ رسال کی عمر پائی۔ کچھ دن بیمار رہے اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ڈاکٹر محمد عبدالشہید صاحب نے بتایا کہ رات بھر کلمۂ طیبہ اور سورۃ الاخلاص کا ورد جاری رہا۔ فجر کی نماز کے لیے بے چین تھے بار بار فرماتے تھے، نماز کا وقت ہوا اور بار بار اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتے تھے جیسے کسی سے مصافحہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ یقیناً فرشتے استقبال کے لیے حاضر ہو رہے تھے۔ علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حدیث نقل کی ہے

کہ مومن کے پاس وقت نزع فرشتے آتے ہیں، اسے سلام کرتے ہیں، جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ جب روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مومن بندے کو ملک الموت کے ذریعے سلام پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ، وَارْحَمْہُ۔

☆☆☆

تذکرۂ

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ

از

مولانا بلال عبد الحئ حسنی ندوی صاحب

(پیش لفظ– تاریخ تدوینِ حدیث)

مصنف کتاب

(ایک تعارف)

محدث جلیل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان بلند پایہ صاحب نظر محدثین میں ہوتا ہے جو ملت اسلامیہ کے لئے باعث فخر تھے، علم کی پختگی اور گہرائی کے ساتھ زہد وتقوی میں نمایاں امتیاز ان کی وہ صفت تھی جس نے ان کو نمونہ سلف بنادیا تھا، طبقات کتب اور طبقات رجال پر ان کی دوررس نگاہ نے ان کو ابنائے زمانہ میں ایک نمایاں مقام عطا کیا تھا، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ انہوں نے امت کو بڑا فائدہ پہونچایا، ان کی صحبت میں بڑی تاثیر تھی، ان کے درس میں شریک ہونے والوں اور ان کی مجلس کے حاضر باشوں نے اس باب میں بھی ان سے فیض اٹھایا، نصف صدی سے زائد ان کے فیوض علمی وروحانی کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کا آبائی وطن جے پور ہے، ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۴ھ کو غالباً اکتوبر کے مہینہ میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم متوسطات تک اپنے وطن ہی میں حاصل کی،

تکمیل کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا جہاں مولانا ہی کے ہم وطن حضرت مولانا حیدر حسن خاںؒ منصب اہتمام پر فائز تھے اور حدیث کی منتہی کتابوں کا درس بھی ان ہی سے متعلق تھا۔

مولانا مرحوم مسلسل چار سال دارالعلوم میں تکمیل کے لئے مقیم رہے، عربی ادب کے کئی اساتذہ سے استفادہ کیا، مگر مولانا کی توجہ کا اصل محور مولانا حیدر حسن خاںؒ صاحب کی ذات گرامی تھی جو اس وقت دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور امام المحدثین علامہ حسین بن محسن انصاری یمنی کے خاص تلامذہ و مستفیدین میں تھے۔

مولانا نعمانی نے مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ سے بھرپور استفادہ کیا اور شب و روز حاضر باش رہے، انہوں نے مولانا کو خلوت و جلوت، مشغولیت و راحت اور رات و دن کے مختلف حصوں میں بے تکلف دیکھا، مولانا کی صفات و کمالات اور پھر زاہدانہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھی جس کو انہوں نے اپنی زندگی میں اس طرح جذب کرلیا کہ گویا وہ مولانا کے مثنیٰ بن گئے، یہیں سے ان کے اندر حدیث کا وہ ذوق پیدا ہوا جس نے ان کو متقدمین محدثین کی صف میں لاکر کھڑا کردیا اور یہیں ان کو زہد کا وہ ذائقہ ملا جو اسلاف کی میراث ہے۔

مولانا کے اسی شوق و طلب کو دیکھتے ہوئے (جس میں ہم وطنی کا ایک رشتہ بھی شامل ہوگیا تھا) مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ نے خصوصی شفقت و توجہ فرمائی اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا خیال رکھا جس نے مولانا نعمانی کے ذاتی جوہر کو جلا بخشی، اختصاص فی الحدیث اور تعمق فی العلم کے ساتھ ان کی عملی زندگی میں بھی ایک امتیازی شان پیدا ہوگئی، مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ خود حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب کے اجازت یافتہ اور صاحب سلسلہ تھے، ان کی جوہر شناس نگاہ نے مولانا کے اس امتیازی وصف کو بھانپ لیا اور سندِ فضیلت کے ساتھ ہی اجازتِ بیعت وارشاد سے بھی سرفراز فرمایا۔

ندوہ میں تکمیل کے بعد ایک عرصہ تک مولانا اپنے وطن ہی میں مقیم رہے اور اس دوران بھی مولانا حیدر خاں صاحبؒ سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد ندوۃ المصنفین کے ذمہ داروں کی خواہش پر دہلی تشریف لے گئے اور اس ادارہ سے باقاعدہ وابستہ ہوئے، اسی زمانہ میں امام حاکم نیشاپوری کی اصولِ حدیث پر مشہور کتاب "المدخل" پر ایک طویل تبصرہ اردو میں تحریر فرمایا جو شاید مولانا کا باقاعدہ پہلا مضمون تھا جو ان کے ذوقِ تحقیق ونظر کا شاہکار ہے، یہ تبصرہ "المدخل" کے ساتھ ہی طبع ہوا، ایک مرتبہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کسی تقریب سے ندوۃ المصنفین تشریف لائے، یہ تبصرہ مولانا عثمانی کی نظر سے گذر چکا تھا، جب مولانا کا تعارف کرایا گیا تو مولانا عثمانی نے مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ "اچھا آپ ہی صاحب المدخل ہیں" اور دادِ تحقیق دی، وہیں قیام کے دوران ذمہ داروں کی خواہش پر "لغات القرآن" چار جلدوں میں مرتب فرمائی، لیکن اس کی تکمیل نہ ہوسکی اور بعض اسباب کی بنا پر پاکستان ہجرت فرمائی، بعد میں مولانا عبدالدائم جلالی صاحب نے مزید دو جلدوں میں اس کی تکمیل فرمائی اور کتاب ندوۃ المصنفین سے ہی شائع کی گئی، مولانا ندوۃ المصنفین کے رفیق بھی تھے، اور "مجلس احیاء المعارف النعمانية" حیدرآباد دکن کے رکن رکین بھی، مولانا ابوالوفاء افغانی سے ہم مسلک وہم مشرب ہونے کی بنا پر بڑی مناسبت تھی، پاکستان جانے کے بعد دارالعلوم اشرف آباد

ٹنڈو الایار سے وابستہ ہو کر تدریسی خدمات انجام دیں، پھر ایک عرصہ تک جامعہ اسلامیہ بھاولپور کے شعبۂ اسلامیات کے صدر رہے، اخیر میں مولانا یوسف بنوریؒ کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ مولانا ہی کی خواہش پر تشریف لے آئے، اور معذوری کے اخیر چند سالوں کو مستثنیٰ کر کے کہا جا سکتا ہے بقیہ زندگی وہیں درس وتدریس اور تصنیف وتحقیق میں گذاردی،

مولانا کا چونکہ اصل ذوق تصنیف وتالیف کا تھا اس لئے اسفار سے مناسبت کم تھی تاہم حج کے لئے متعدد مرتبہ تشریف لے گئے۔ ترکی کے سفر کی مولانا کو بڑی تمنا تھی، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں قدیم اسلامی مخطوطات کا جو ذخیرہ کتب خانوں میں موجود ہے شاید وہ کسی دوسرے ملک میں نہ ہو، ان میں بڑی تعداد علمائے احناف کی تصنیفات کی ہے، یہ مولانا کے سفر کا بڑا محرک تھا، اللہ تعالی نے مولانا کی یہ خواہش پوری فرمادی اور مولانا اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالشہید صاحب نعمانی کے ہمراہ تشریف لے گئے اور مختصر مدت قیام فرما کر مراجعت فرمائی، اپنے ساتھ متعدد مخطوطات کے عکوس بھی لائے۔

سفر ہجرت کے بعد تین مرتبہ مولانا ہندوستان تشریف لائے، پہلی تشریف آوری ۱۴۰۲ھ میں ہوئی، اور مولانا نے پورا رمضان دائرہ شاہ علم اللہ میں گذارا، اس مدتِ قیام میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ اور درجات عالیہ کے طلبہ مستفید ہوتے رہے، اصول حدیث کی مشہور کتاب ''علوم الحدیث'' (جو علامہ ابن الصلاح کی تصنیف کردہ اور مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے) زیرِ درس رہی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر متعدد مرتبہ مسجد

میں وعظ بھی فرمایا، مولانا کا وعظ ایسا دلنشین اور موثر ہوتا تھا، کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" کا مصداق ہوتا، مولانا کے سفر کا اصل مقصد حضرت مولاناؒ سے اصلاح وارشاد کا تعلق قائم کرنا تھا، یہ مولانا کی سادگی، بےنفسی اور اصلاح حال کی انتہائی فکر کا نتیجہ تھا، ورنہ مولانا خود صاحبِ نسبت اور صاحبِ مقام بزرگ تھے، حضرتؒ نے اس تعلق کے کچھ ہی عرصہ بعد اجازتِ بیعت مرحمت فرمائی اور پاکستان میں بیعت ہونے والے متعدد حضرات کو مولانا کے سپرد کیا۔

حضرت والاؒ مولانا کے فضل وکمال کے بڑے معترف وقدرداں تھے، حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کے تذکرہ کے ذیل میں مولانا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

"لیکن مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن وذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جے پوری، حال شیخ الحدیث دینیات یونیورسٹی بھاولپور ہیں، ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں، ان میں لغات القرآن کی تین جلدیں اور ان کا اصل علمی وتحقیقی کام "ماتمس إلیه الحاجة" جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے، خاص امتیاز رکھتا ہے انھوں نے کئی سال سفر وحضر میں مولانا کے ساتھ رہ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی اور ٹونک کے زمانہ قیام میں بھی کسبِ فیض کیا اور مولانا کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا، مولانا کو بھی ان سے بڑا گہرا تعلق اور ان پر بڑا اعتماد تھا"

۱۴۰۹ھ میں دار العلوم کے شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب کی اچانک وفات سے بڑا خلا پیدا ہوا اور بڑی شدت سے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موقع سے مولانا کچھ عرصہ کے لئے تشریف لے آئیں تو طلبہ کو استفادہ کا موقع ملے اور یہ خلا بھی پُر ہو سکے، مولانا سے جب اس کی خواہش کا اظہار کیا گیا تو معذرت نہ فرما سکے اور تشریف آوری ہو گئی، کچھ عرصہ کے لئے باقاعدہ، بخاری شریف مولانا کے ذمہ کر دی گئی یہ آخری سال کا وہ درجہ تھا جس میں شرکت کی سعادت راقم کو بھی حاصل تھی، اس طرح باقاعدہ مولانا سے براہ راست استفادہ کا شرف حاصل ہوا، مولانا کے طرزِ تدریس پر کچھ لکھنے کے بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب کے طرزِ تدریس پر حضرت مولانا نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو نقل کر دیا جائے کہ وہ مولانا کے طریقۂ تدریس پر بھی حرف بہ حرف صادق آتا ہے معمولی حذف واضافہ کے ساتھ یہاں اس کو پیش کیا جا رہا ہے۔

''مولانا کا درس عملی تھا اور طلباء اس میں صرف سامع یا مجلس وعظ کے حاضرین کی حیثیت نہیں رکھتے تھے، فن حدیث کی بنیادی کتابیں ساتھ ہوتیں اور طلباء کو حکم ہوتا فلاں جگہ سے کھولو اور پڑھو، بعض مرتبہ کئی کئی کتابیں ایک ساتھ کھل جاتیں اور ان پر آزادانہ بحث ہوتی طلبہ آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اس بحث و مذاکرہ میں حصہ لیتے، مولانا کو وہی طالب علم زیادہ عزیز تھا جو آزادی سے بحث کرے اور مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرے اس لئے بعض اوقات متصلب حنفی ہونے کے باوجود ان اہل حدیث طلباء پر زیادہ شفقت والتفات ہوتا جو تیاری

کرکے آتے اور بات سمجھنے کی کوشش کرتے، تدریس حدیث کا طرز محدثانہ تھا، یمنی علماء کی کتابوں سے استفادہ بھی پورا تھا، خاص طور پر الامیر محمد بن اسماعیل صنعانی، شیخ محمد بن ابراہیم بن انوریر، علامہ مقبلی اور علامہ شوکانی کی کتابیں مطالعہ میں رہتیں اوران کا حوالہ دیتے، علمائے احناف میں سے بھی ان کتابوں کا حوالہ زیادہ دیتے جن کا پایہ حدیث میں مسلّم ہے مثلاً متقدمین میں امام طحاوی اور متوسطین ومتاخرین میں علامہ زیلعی، ابن کمال، قاسم بن قطلو بغا اور علامہ ابن ہمام، مولانا کے درس کی ایک برکت یہ تھی کہ فن حدیث سے مناسبت اوران کی بنیادی کتابوں سے ذاتی واقفیت، ان کے درجات اور طبقات سے پوری آگاہی اوراسماء الرجال اوراصول حدیث کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی۔''(۱)

مولانا کے اس طویل قیام سے طلبہ کو بڑا علمی ودینی فائدہ پہونچا، مولانا کے درس میں بھی برکت تھی اورصحبت میں بھی تاثیر، اس طرح طلبہ میں حدیث کا ذوق بھی پیدا ہوا، اوراصلاح نفس کا خیال بھی، درس میں دارالعلوم کے بعض اساتذہ بھی شریک ہوتے، مولانا ان کا احترام ملحوظ رکھتے، مولانا تین مہینہ قیام کے بعد تشریف لے گئے، لیکن اپنی یادوں کے نقوش ثبت کرگئے متعدد اساتذہ اورطلبہ نے مراسلت کے ذریعہ سے استفادہ جاری رکھا۔

۱۴۱۲ھ میں تیسری بار مولانا ہندوستان تشریف لائے چند روزہ قیام میں

(۱) پرانے چراغ ج ۱ص ۱۹۲۔

بھوپال بھی تشریف لے گئے اور رابطہ ادب اسلامی کے ایک جلسہ کی صدارت بھی فرمائی، دورانِ سفر افادات کا سلسلہ جاری رہا، دار العلوم میں قیام کے دوران شرح نخبہ کا درس بھی ہوتا رہا جو بڑا عالمانہ اور محققانہ ہوتا تھا، یہ مولانا کا آخری سفر ثابت ہوا اور بالآخر سفر آخرت پیش آ گیا۔

مولانا بسیار نویس نہیں تھے لیکن جو لکھتے پوری تحقیق و امانت کے ساتھ لکھتے تھے، زبان بھی صاف اور شستہ ہوتی، عربی اردو پر تقریباً یکساں قدرت تھی، ذوق تحقیق اور دقت نظر میں اپنے معاصرین سے فائق تھے، علمی نکات پر گرفت بڑی مضبوط تھی، مولانا کی تصنیفات مولانا کے امتیاز کا منہ بولا ثبوت ہیں۔

مولانا کے قلم سے جو سب سے پہلا مضمون نکلا وہ امام حاکم نیشاپوریؒ کے مشہور رسالہ "المدخل في أصول الحديث" پر ایک علمی و تحقیقی تبصرہ تھا، جس میں اس کے مباحث پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے، یہ تبصرہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہونے والا موقر ماہنامہ ''برہان'' میں چھ قسطوں میں شائع ہوا اور علماء نے اس کو تحسین کی نظر سے دیکھا، اس وقت مولانا کی عمر صرف پچیس سال تھی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے اس کے بارے میں گذر چکی ہے، مشہور عالم و مصنف حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا سعید احمد اکبرآبادی کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس کی حسب ذیل عبارت خاص طور پر پڑھنے کے لائق ہے جس سے مقالہ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

''بھئی یہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی تو بڑے چھپے رستم نکلے،
اللہ تعالیٰ ان کے علم وافاضہ میں برکت دے، اس قسم کے علمی

وتحقیقی مضامین کو دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ بزرگوں کے
جانے کے بعد ان کی خصوصیات کے وارث انشاء اللہ رہیں گے،
اس لئے اس قسم کے مضامین سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

یہ مقالہ مولانا کے برادر عزیز ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب نے المدخل کے عربی متن کے ساتھ کتابی شکل میں افادۂ عام کی غرض سے کراچی سے شائع کردیا ہے۔

مولانا کی سب سے اہم اور مشہور تصنیف "**ماتمسّ إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة**" ہے، جو مولانا کی دقتِ نظر اور وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے، اور مولانا کے علمی وتحقیقی کاموں میں ایک امتیاز رکھتی ہے، یہ کتاب بھی مولانا نے اپنے زمانہ شباب ہی میں تصنیف فرمائی ہے، اس کو علمی حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس وقت کے کبار محدثین وعلماء نے اس سے استفادہ کیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحبؒ نے "**أماني الأحبار في شرح معاني الآثار**" میں اس سے استفادہ کیا ہے، ابھی چند سال قبل محدثِ جلیل علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اپنی تحقیق ومراجعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے یہ کتاب شائع کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کے بعض مدارس وکلیات میں یہ کتاب داخل نصاب کی گئی۔

اسی کتاب کے اردو ترجمہ کا جب مولانا مرحوم سے تقاضہ کیا گیا تو مولانا نے اس کتاب کو سامنے رکھ کر بڑے مفید اور قیمتی اضافوں کے ساتھ اس کو مرتب فرمایا جو "ابن ماجہ اور علم حدیث" کے نام سے شائع ہوا، اس کتاب کے بارے میں خود مولانا

کے الفاظ یہ ہیں'' کہنے کو یہ ابن ماجہ کی ایک سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جوانہوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں، تا کہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ تعالی کی حجت اہل ملل وادیان پر تمام ہو جائے۔''

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے، اس کی تدوین کی تاریخ بھی، صحاح ستہ پر جچا تلا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی، اور حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ صاحب معارف السنن کا معمول تھا کہ ابتدائے سال میں درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے شائع ہوئے اور علمی ومدرسی حلقوں میں مقبول ہوئے۔

سندھی ادبی بورڈ کراچی (حال حیدرآباد) نے متعدد سندھی علماء کی تصانیف مولانا کی تصحیح وتحقیق، مبسوط مقدمہ وتعارف اور قیمتی تعلیقات وحواشی کے ساتھ شائع کی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا)''دراسات اللّبیب فی الأسوة الحسنة بالحبیب'' یہ مخدوم مُلّا محمد معین سندھی کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ ومسلک سے ہٹ کر بعض نظریات پیش کئے ہیں، مولانا نے ان کا تعاقب کیا ہے، اور

مولانا کے ان ہی تعقبات کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی، مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے ''انوار الباری'' کے مقدمہ میں ان حواشی وتعلیقات کو ''التعقبات علی الدراسات'' کے نام سے مولانا کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔

(۲)''ذبّ ذباب الدراسات عن المذهب الأربعة المتناسبات'' یہ مخدوم ملا عبداللطیف سندھی کی تصنیف ہے جو دراسات اللبیب کے رد میں لکھی گئی ہے، اور مولانا کے قیمتی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

(۳)''مقدمة كتاب التعليم '' یہ علامہ مسعود بن شیبہ سندھی کی تصنیف ہے جس پر مولانا کا مبسوط مقدمہ اور علمی حواشی ہیں، یہ کتاب بھی سندھی بورڈ سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا اپنے استاذ و شیخ حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کی طرح امام ابو حنیفہؒ کی محبت وعقیدت سے سرشار تھے، کبھی کبھی تذکرہ کرتے ہوئے رقت طاری ہو جاتی، مولانا کی تصانیف میں بھی یہ رنگ نمایاں تھا، مگر یہ حمایت بلکہ حمیت پوری امانت و دیانت کے ساتھ تھی، احناف کی طرف سے مولانا نے بہت کچھ دفاع بھی کیا اور بڑی خدمت کی، مولانا ہی کی فکر و مساعی سے امام صاحب کی بعض مسانید شائع ہوئیں اور ائمہ احناف کی بعض شائع شدہ مشہور کتابیں مولانا کے مبسوط اور محققانہ مقدموں کے ساتھ منظر عام پر آئیں، یہ مقدمات خود اپنی جگہ بلند پایہ علمی وتحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں، ان میں مؤطا امام محمد، کتاب الآثار، اور جامع المسانید سرفہرست ہیں، ان کے مقدمات میں مولانا نے ان کتابوں کی اہمیت، احادیث کی صحت اور ان کے مختلف نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے، کتاب الآثار پر مولانا کی بعض تعلیقات بھی ہیں۔

اخیر میں "**مكانة أبي حنيفة في علم الحديث**" کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی، جس میں فن حدیث میں امام صاحب کے مرتبہ سے بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ فن کے اعتراضات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے بھی امام صاحب کے فضائل ومناقب پر ائمہ نے قلم اٹھایا، جن میں امام ابن عبد البر مالکیؒ، امام ذہبیؒ، امام سیوطیؒ اور امام ابن حجر مکیؒ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ مؤخر الذکر تینوں شافعی عالم ہیں، مولانا کی یہ کتاب اختصاص فی الفن اور جامعیت کے لحاظ سے فائق ہے، علامہ عبد الفتاح ابوغدہؒ نے یہ کتاب بھی اپنی تحقیق ومقدمہ کے ساتھ شائع کی ہے، اور مقدمہ میں مولانا کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔

طبقات کتب اور طبقات رجال پر مولانا کی جو نظر تھی شاید ہی کوئی دوسرا معاصر اس میں ان کا شریک ہو، اس کے ساتھ اصول پر بھی اچھی نگاہ تھی، حافظ ابن حجر کی مشہور ومقبول کتاب شرح نخبہ کا درس بڑا محققانہ ہوتا، کراچی سے مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی کے حواشی کے ساتھ جو شرح نخبہ شائع ہوئی اس پر مولانا کی بھی بعض مفید اور اہم تعلیقات ہیں۔

جس طرح ایک طرف عالم اسلام کے مختلف حصوں میں رفض وشیعیت کا زور ہوا اور علماء حق نے اس کی سرکوبی کے لئے کوششیں کیں، اسی طرح بعض علاقوں میں نواصب نے سر اٹھایا، خاص طور پر پاکستان کے بعض علاقے اس کی زد میں آئے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ردِ ناصبیت پر بھی اہل حق کی طرف سے قلم اٹھایا جائے۔

مولانا اگرچہ خالص حدیث کا ذوق رکھنے والے ایک متبحر عالم تھے مگر اسی

احساس کے پیش نظر مولانا نے اس موضوع پر بھی متعدد رسالے تصنیف کئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں (۲) شہداء کربلا پر افتراء (۳) اکابر صحابہ پر بہتان (۴) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں۔

اخیر میں ''حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' کے موضوع پر ایک مفصل مضمون سپردِ قلم فرمایا جو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

یہ جملے کہتے ہوئے بعض مرتبہ مولانا کی آواز بھرّا گئی اور آنکھیں نم ہوگئیں کہ ''میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے بہت کچھ دفاع کیا، ان حضرات سے مجھے امید ہے کہ بروز قیامت یہ میری سفارش کریں گے''

مولانا کے ان فضائل وکمالات اور خاص طور سے فنِ حدیث پر عبور اور اس میں گہرائی کا نتیجہ تھا کہ معاصر علماء نے کھل کر اعتراف کیا اور داد تحسین دی، اس کا جابجا ذکر مضمون میں آچکا ہے، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، صاحبِ ''ترجمان السنة'' نے مولانا کے بارے میں لکھا ہے:

> ''مولانا محمد عبدالرشید صاحب تاریخ وحدیث ورجال اور بعض دیگر فنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کی کتب مخطوطہ ومطبوعہ پر عالمانہ نگاہ رکھتے ہیں، محنتی سادہ مزاج اور مستعد عالم ہیں۔''

مولانا سید احمد رضا بجنوری (خویش وتلمیذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ) مقدمہ

انوارالباری شرح صحیح البخاری میں تذکرہ محدثین کے عنوان سے مولانا کے بارے میں تحریر کرتے ہیں، ''علامہ محدث، ادیب، فاضل، مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول منقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں اور آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اوراعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں۔''

محدث کبیر علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے مولانا کی کتاب ''مکانة أبي حنيفة في الحديث'' کے مقدمہ میں مولانا کی صفات، علمی ذہن، دقت نظر اور محنت شاقہ کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا ان علمی فضائل وکمالات کے ساتھ عملی زندگی میں بھی ایک امتیاز رکھتے تھے، سادگی وتواضع، بلند اخلاقی، صبر ورضا، زہد وقناعت جیسی صفات سے آراستہ اور سلف کا نمونہ تھے، خودنمائی سے بڑی نفرت تھی، مجالس میں صدرنشین ہونا پسند نہ تھا، سنتوں کا خود بھی اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے، رسمیات سے بڑا توحش تھا، یہاں تک کہ اپنی بعض کتابوں کے رسم اجراء کی خبر ملی تو پسند نہ ہوا، مزاج میں علم کی متانت کے ساتھ ظرافت بھی تھی، جس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کی جھجک ختم ہوجاتی، حجاب دور ہوجاتا اور استفادہ آسان ہوتا۔

آخری سفرِ ہندوستان میں جب کانپور تشریف لے گئے تو شہر کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرے میں قیام پسند فرمایا، جو اتنا تنگ تھا کہ پاؤں دراز کرنا بھی دشوار تھا، پھر بعض اہل تعلق کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے، راقم سطور اپنے ایک رفیق درس کے ساتھ جو مولانا کے شاگرد بھی ہیں، کانپور تک مولانا کے ساتھ ہوگیا تھا، اس سفر میں بھی مولانا کی وہی سادگی، بے تکلفی دیکھنے میں آئی، کسی

موقع پر بھی امتیاز و ترفع گوارہ نہ تھا۔

مولانا کی حیات ہی میں چھوٹی صاحبزادی نے جو حافظہ قرآن بھی تھیں اور چند سال قبل مولانا نے ان کی شادی کی تھی، خورد سال بچوں کو چھوڑ کر داغ مفارقت دیا، پھر اہلیہ محترمہ نے بھی ایک طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا، لیکن مولانا ہر موقع پر صابر و شاکر رہے اور کبھی لفظ شکایت زبان پر نہیں آیا۔

مولانا کی تصنیفات کا معاملہ بھی عجیب رہا، بغیر ان کی اجازت کے مختلف مکتبوں سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، خود مولانا کو بھی ضرورت ہوتی تو خریدنے کی نوبت آتی، مولانا کو ان سے کوئی مادی منفعت حاصل نہ ہو سکی، کبھی تذکرہ بھی آیا تو فرمایا کہ اصل مقصد تو اشاعت ہی ہے۔

تربیت اولاد کا بھی پورا خیال رہا، صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالشہید نعمانی مولانا کے ذوق تحقیق کے وارث ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو مولانا کا پورا جانشین بنائے۔

خالص علمی انہماک و مشغولیت کے باوجود عالمِ اسلام کے حالات سے باخبر رہتے، کہیں بھی اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ پڑتی تو مولانا اس کی چوٹ اپنے دل پر محسوس کرتے۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''آج کل عالم اسلام پر جو بیت رہی ہے اس سے دل داغ داغ ہے'' ایک جگہ مسلمانوں کے زوال و ادبار سے دل برداشتہ ہو کے لکھتے ہیں، ''حالات ناگفتہ بہ ہیں ہر شخص کو دنیا کی پڑی ہے جیسے کل مرنا نہیں، ارباب اقتدار دولت سمیٹنے میں لگے ہیں، رشوت عام، قتل عام ہے، اللہ رحم فرمائے،

اللّهم ارحم أمة محمد صلى الله عليه وسلم."

دہلی میں خانقاہ مظہریہ مجددیہ حاضری کے بعد ایک مکتوب میں اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں "خانقاہ میں بڑا سکون محسوس کیا، لیکن کوئی ذاکر نہ دیکھا، اولاد بھی انگریزی تعلیم میں ہے، اللہ رحم فرمائے"۔ مہندیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اور ان کے صاحبزادوں کے مزارات پر حاضری ہوئی تو ان الفاظ میں تاثر ظاہر ہوا۔

"اب دنیا بدل گئی، سب مزارات پختہ ہوگئے، دیوبندیوں،
بریلویوں کا فرق مٹ گیا۔"

مولانا کے آخری تین چار سال مسلسل ضعف وعلالت میں گذرے، اس کا سلسلہ ۱۴۱۶ھ کے اخیر سے شروع ہو چکا تھا، جامعہ بنوری ٹاون سے کئی سال قبل سبکدوشی اختیار فرمائی تھی، کراچی کے ایک مدرسۃ البنات میں اصرار پر بخاری اور طحاوی زیر درس رہیں، لیکن پھر اس کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا، صاحبزادہ گرامی مولانا عبدالشہید نعمانی صاحب کے مکان پر ہی قیام رہا، ابتداء میں تو کچھ مطالعہ وتحقیق اور افادہ کا سلسلہ جاری رہا، بعد میں ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اس سے بھی معذوری ہوگئی، بالآخر ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ کی شب کو یہ آفتاب غروب ہوگیا اور مسند علم حدیث سونی ہوگئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(بلال عبدالحی حسنی ندوی)

عالمِ اسلام کی ایک عہد ساز شخصیت

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

از

حافظ محمد عبد النافع صاحب

(ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور—ربیع الاول 1423ھ)

عالمِ اسلام کی ایک عہد ساز شخصیت

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

☆

﴿ جناب حافظ محمد عبد النافع صاحب ﴾

☆

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات کو اس دور کی عظیم ہستی، عالم ربانی، محقق العصر، محدث کبیر، محدث نقاد، اُستاذ الاساتذہ، فقیہ الفقہاء، حضرت العلامہ مولانا محمد عبد الرشید نعمانی برضاء الٰہی خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون. اللّٰھم اجر نی فی مصیبتی و اخلف لی خیرًا منھا.

مولانا نعمانیؒ عالم اسلام میں اپنے وسیع وعمیق علم، اتباع سُنت اور ورع وتقوٰی کی بدولت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ وہ برصغیر پاک وہند کے علاوہ عالم اسلام کے تقریبًا تمام دینی حلقوں میں انتہائی مقبول وہردلعزیز شخصیت کے حامل تھے۔

دُنیا میں ایسی شخصیات جن کے گفتار وکردار میں علم رچا بسا ہو، جن کی زندگی اتباع سنت کی مظہر ہو، جن کی ایک ایک ادا میں تواضع، حلم، خشیت الٰہی اور حسنِ اخلاق کا جلوہ نمایاں ہو مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہیں اور جب بھی کوئی ایسی شخصیت جدا ہوتی ہے تو عرصہ دراز تک اُن کا خلاء پُر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ مولانا نعمانیؒ بھی ایسی ہی شخصیت کے حامل تھے۔

مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ ولد منشی محمد عبد الرحیم خاطر جےپوریؒ راجستھان کے شہر جے پور میں ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ ۲۹ ستمبر 1915ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا نعمانی کے والد نامور خطاط، شاعر اور روحانی بزرگ تھے۔ مولانا نعمانی نے ابتدائی تعلیم اپنے عم بزرگوار حافظ محمد عبد الکریمؒ سے حاصل کی۔ بعدہٗ جے پور شہر کے محلّہ بساطیاں کی مسجد میں قائم مکتب مدرسہ انوار احمدی میں تعلیم حاصل کی۔ نو سال کی عمر میں بیرون اجمیری دروازہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں منشی پنجاب کے امتحان کی غرض سے داخلہ لیا اور والد ماجد کے اصرار پر عربی تعلیم بھی شروع کردی۔ جون ۱۹۲۸ء سے مئی ۱۹۳۳ء پانچ سال کے قلیل عرصہ میں دیگر عربی تعلیم کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کرلیا۔ ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ سے علم حدیث کی تعلیم شروع کی۔ علم حدیث سے مناسبت انہی کی صحبت میں پختہ ہوئی۔ مولانا نعمانی کو حضرت موصوف سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا جو کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ کے درس سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت شیخ کے برادر معظم علامہ محمود حسن خان ٹونکیؒ کی خدمت میں حیدر آباد دکن پہنچے اور چار سال

تک علامہ موصوف کی زیرِ نگرانی اُن کی کتاب معجم المصنفین کی تدوین و تالیف میں کام کیا۔ ۱۹۴۲ء کی ابتداء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق ہوئے اور صرف ۲۷ سال جیسی کم عمری میں ہی اپنی مشہور زمانہ بے نظیر و گراں قدر لغات القرآن کی چار جلدیں تصنیف کیں جو کہ مولانا مرحوم کی پہلی تصنیف ہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو والہ یار میں دو سال تک تدریس کے فرائض انجام دیے، اس وقت میں علامہ ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا عبید الرحمٰن کامل پوری، محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ (مہاجر مدنی) رحمہم اللہ جیسے حضرات بھی آپ کے رفقاء میں موجود تھے۔

۱۹۵۵ء سے علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے منسلک ہوئے اور فقہ، حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۶۳ء سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں دوران تدریس صدر شعبہ اسلامیات رہے۔ حضرت مولانا نعمانی کی پُر وقار و پُر اثر شخصیت اور وسیع و عمیق علم و فضل کی بناء پر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی خدمت کے لیے ایک بار پھر درخواست کی چنانچہ اُن کے بے حد اصرار پر مولانا نعمانی دوبارہ بنوری ٹاؤن سے منسلک ہوگئے اور بنوری ٹاؤن کے شعبہ تحقیق و تصنیف، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کے ناظم بھی رہے اور اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل تک بنوری ٹاؤن سے ہی منسلک رہے۔ آخر عمر میں ناسازِ طبع اور ضعف کی بناء پر ادارہ کی خدمات سے معذرت کرلی لیکن اپنی رہائش کراچی یونیورسٹی میں اپنی رحلت تک مسلسل علوم اسلامیہ کی اشاعت اور دینی خدمات میں مصروف عمل رہے۔ ۶۵ سال تک حدیث و فقہ کی خدمت کی اور متعدد مشہور علمی و تحقیقی اداروں سے منسلک رہتے ہوئے درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے فرائض انجام دیے۔ اسماء رجال و اصول حدیث میں مرجع العلماء تھے۔ خصوصاً فن رجال میں اس زمانہ میں مولانا نعمانی کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علم حدیث سے حضرت کو بڑا گہرا شغف تھا اور زندگی کا بیشتر حصہ علم اصول حدیث کی خدمت میں گزارا۔ مولانا نعمانی نے علماء ہند کی درخواست پر کئی بار شیخ الحدیث کی حیثیت سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی درس حدیث دیا اور خالصتاً اللہ اور اُس کے رسول کے دین کی اشاعت و ترویج و رضاء اور خلق خدا کی رہنمائی و اصلاح کے لیے کئی سال تک سید ابو الخیر کشفی صاحب اور محترم ڈاکٹر منظور احمد قریشی صاحب کے گھر پر بھی درسِ حدیث دیتے رہے۔

مولانا نعمانی کا شمار عہد حاضر کے جید علماء میں ہوتا تھا اور مولانا کی تصانیف کو عالم اسلام کے تمام حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تسلیم کیا جاتا ہے۔ مولانا نعمانی نے اپنے ۶۵ سالہ دور تحقیق و تصنیف میں یوں تو متعدد کتب تصنیف کی ہیں لیکن ان معروف تصانیف میں بھی مولانا کی گرانقدر و بلند پایہ معروف و مشہور ترین تصانیف ''لغات القرآن''، ''حادثہ کربلا کا پس منظر''، ''ابن ماجہ و علم حدیث'' اور ''حضرت علی اور قصاص عثمان'' ہیں۔ مولانا نعمانی کی یہ کتاب ''ابن ماجہ و علم حدیث'' محدثین اور علم حدیث کے لیے انسائیکلوپیڈیا ''قاموس'' کا درجہ رکھتی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے

علاوہ عرب ممالک کے علماء، محدثین کی نظر میں بھی بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے اس کے علاوہ احادیث نبویہ ﷺ پر آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقات کا علمی وزن ہے۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب "الآثار" کی تحقیق آپ کا زبردست تحقیقی و علمی کارنامہ ہے۔ آخری تصنیف "حضرت علی اور قصاصِ عثمان" جیسے اہم اور نازک مسئلہ پر مولانا نعمانی کے علاوہ آج تک کسی نے قلم نہیں اُٹھایا۔ مولانا کو حنفی مذہب سے عشق کے درجہ میں محبت تھی۔ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سچے مقلد اور عاشق صادق تھے۔

علماء احناف خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ پر محدثین حضرات خاص طور پر علماء شوافع کی طرف سے جو بے جا طعن اور جرح کا سلسلہ تقریباً ہر زمانہ میں رہا ہے اُس سے حضرت مولانا نعمانی کو بڑا شکوہ تھا کہ دوسرے مسالک کے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث پر حاوی نہ تھے۔ چنانچہ مولانا نعمانی کے قلم سے گزشتہ برسوں میں دو کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بیروت اور قطر سے شائع ہوئیں جس میں مولانا نعمانی نے نہایت مضبوط دلیلوں سے علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ اور مقام واضح کیا۔ پچیس تیس سال قبل ہمارے ملک میں ناصبیت اور خارجیت کا طوفان برپا ہوا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی شہادت کے بارے میں نازیبا جملے کس شدت سے کہے جارہے تھے، اللہ رب العزت کی عطا کردہ توفیق کی بدولت مولانا نعمانی کا قلم اس طوفان کے مقابل سدِ سکندری بن گیا، فتنہ ان کی کتابوں اور کتابچوں کی وجہ سے ہی چند نیم خواندہ افراد تک سمٹ کر رہ گیا اور دم توڑ گیا۔ یہ کتابیں اور رسالے ایک جلد میں مرتب کر کے پاک و ہند سے شائع کر دیے گئے ہیں۔ الغرض مولانا نعمانی چلتا پھرتا کتب خانہ تھے جو بات پوچھی جاتی جواب میں معلومات کا وسیع ذخیرہ مہیا فرمادیتے تھے۔

مولانا کو اسلام کی سربلندی، اُمت مسلمہ کے اتحاد، وطن کی عظمت اور اہل وطن کے کردار کی ہر وقت فکر رہتی تھی، وہ محبت کرنے والے ہمدرد انسان تھے اخلاق اور شائستگی کی علامت، سچائی، دیانتداری اور حق گوئی کا روشن مینار تھے۔ انہوں نے نہایت جرأت و ہمت اور حوصلہ کے ساتھ باعزت و بامقصد زندگی گزاری۔ مولانا نعمانی اعلیٰ اخلاق، تہذیب و وضع داری کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ وہ علم و آگہی اور فکر و دانش کا دلکش امتزاج تھے۔ مولانا نعمانی کا کردار اور اُن کی پوری زندگی اُن کے صاف شفاف لباس کی آئینہ دار تھی، سر سے پاؤں تک اُن کا لباس اُن کی پہچان بن چکا تھا اُن کا قلب تو اُن کے لباس سے بھی زیادہ منور تھا۔ اُن کی شخصیت اور پاک و صاف جسم تقدس و تقویٰ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ چہرے پر ہمیشہ بشاشت، خندہ پیشانی کے ساتھ خوشگوار تاثر، گفتگو میں ٹھہراؤ اور لہجہ مدھم ہوتا غرض وہ سرتاپا مٹھاس ہی مٹھاس تھے، ایسی مٹھاس جس سے مل کر روح میں تازگی آجاتی تھی۔ مولانا نعمانی وہ بلند پایہ ہستی تھے جنہوں نے آرائشی بنگلہ کے بجائے ایک گوشہ عافیت کو اپنا مسکن بنایا، پُرتعیش زندگی کے برعکس سادگی اور قناعت کو اپنایا۔ مولانا نے عمل صالح اور خدمت خلق سے اپنی تمام زندگی کو درخشاں و تاباں آفتاب کی مانند روشن اور منور رکھا جس کا مقصدِ زیست بنی نوع انسان کی اصلاح و خدمت

رہا۔

مولانا موصوف نے اپنا سرمایہ، وقت اور جملہ صلاحیتیں دعوت دین حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اُن کی عبادات وتعلیمات میں اہل علم اور جویان حق کی راہنمائی بھی شامل تھی۔ برصغیر پاک ہند کے علاوہ ترکی، شام اور مصر وغیرہ کے نہ صرف نوجوان طلباء بلکہ علماء، محدثین ومشائخ بھی آپ کے علم سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ مولانا نعمانی سچے عاشق رسول تھے، وہ ہمیشہ منافقت، بدعت اور شرک کے خلاف سینہ سپر رہے۔ مولانا نعمانی زر پرستی، صوبہ پرستی، فرقہ پرستی، جہالت وجھوٹی سیاست، سود، رشوت ستانی، بے حیائی وبد اخلاقی، قتل وغارت گری کے سخت خلاف تھے اور خصوصاً اُمت مسلمہ کو ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ اُنہوں نے زندگی بھر قلم کی حُرمت کو برقرار رکھا۔

ہر وہ فرد جس نے کبھی اُن سے ملاقات کی اور دو حرف بھی سیکھے وہ ممنون احسان ہے اور اُن کے سانحہ ارتحال پر رنج والم کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا نعمانی کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے آمین۔ گو کہ آج مولانا ہم نہیں ہیں لیکن اُن کی تصانیف اور اُن کے علم سے فیض یاب ہونے والے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اور اُن کی سیرت وکردار کی نہ ختم ہونے والی خوشبو ہمیشہ باقی رہے گی اور اُس وقت تک قلب وجان کو فرحت بخشتی رہے گی جب تک علم وکردار کے قدردان اس دنیا میں موجود ہیں۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم وفن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم وفن

آہ: مولانا نعمانی مرحوم

کچھ یادیں—کچھ باتیں

از

مولانا نعیم الدین صاحب

(ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور—جمادی الاولیٰ 1420ھ)

یادِ رفتگاں

آہ: مولانا نعمانی مرحوم

کچھ یادیں ــــ کچھ باتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

قحط الرجال کے اِس دَور میں کسی رجلِ رشید اور مردِ کار کا اپنے درمیان سے اُٹھ جانا کسی قومی حادثہ اور مِلّی سانحہ سے کم نہیں ہوتا، مِلّتِ اسلامیہ گزشتہ دنوں ایک بڑے علمی و دینی خسارے سے دوچار ہوئی جب ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ/۱۲ اگست ۱۹۹۹ء کو برِّصغیر کے ممتاز عالم، عربی زبان و اَدب کے مایہ ناز فاضل، علمِ حدیث و فقہ کے شیخِ کامل محقق العصر ترجمان الاحناف حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی نے طویل علالت کے بعد اِس دارِ فانی کو اَلوَدَاع کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مرحوم کے انتقال سے برِّصغیر حدیث و فقہ اور رجال و تاریخ کے ایک بے مثال شیخ سے محروم ہوگیا ہے، اور فقہ و ادب اور حدیث و رجال کی بزم سُونی ہوگئی ہے، دینی مدارس اور مولانا کے ہزاروں شاگردوں کے لیے تو یہ ایسا سانحہ ہے کہ برسوں اِس کی کُسک محسوس ہوتی رہے گی اور آپ کے رُخصت ہو جانے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر نہیں کیا جاسکے گا۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے شہر جے پور کے دینی گھرانہ میں آنکھیں کھولیں والد صاحب ایک بہترین خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ خُدا رسیدہ بزرگ بھی تھے اِس لیے قدرتی طور پر علمِ دین سے آپ کو لگاؤ ہُوا، ابتدائی دینی تعلیم اپنے شہر کے مدارس میں حاصل کی، بعد میں قدرت نے آپ کو لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچا دیا جو اُس وقت بڑے بڑے اساطینِ علم و فضل کی آماجگاہ تھا، یہاں آپ کو محدّثِ جلیل فقیہِ نبیل حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحب محدث ٹونکی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا۔

حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ علومِ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے، استفادۂ باطنی میں بھی اُن کا درجہ بلند تھا، حدیث کی سند شیخ حسین عرب یمنی سے حاصل کی تھی، طریقت میں آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمہ اللہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ علمِ حدیث بہ طرزِ حنفیہ بہت خُوبی سے پڑھاتے تھے، اسماء الرجال پر گہری نظر تھی۔

مولانا نعمانی مرحوم نے مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ کی طویل رفاقت اُٹھائی اور آپ سے شریعت و طریقت میں بھرپور استفادہ کیا۔ مولانا نعمانی اپنے اُستاذ کی وفات تک سفر و حضر میں اُن کے ساتھ رہے۔ بعد میں دہلی چلے آئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ (م:) کی قائم کردہ ندوۃ المصنفین سے وابستہ ہوگئے۔ "لغات القرآن" کی چار[1] جلدیں اِسی دَور کی یادگار ہیں تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور مختلف مقامات پہ درس و تدریس کا کام کرتے رہے آخر میں کراچی میں حضرت مولانا محمد یُوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) کے مدرسہ سے متعلق ہوگئے۔

مولانا نعمانی مرحوم درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تصنیف کا کام بھی بڑی عرق ریزی سے انجام دیتے رہے، متعدد کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔ بہت سی کتابوں کی تحقیق و تعلیق کا کام کیا۔ بعض کُتب کے شروع میں وقیع مقدمات تحریر فرمائے جو بجاء خود کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہت سے علمی جرائد میں آپ کے تحقیقی مقالات چھپتے رہے۔

مولانا نعمانیؒ سے پہلی ملاقات

راقم الحروف کو حضرت مولانا نعمانیؒ سے سب سے پہلے ۱۹۷۸ء میں شرفِ نیاز حاصل ہُوا، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ لاہور سے استاذِ مکرم حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب مرحوم کراچی تشریف لے جارہے تھے۔ اِس ناچیز کو بھی آپ ساتھ لیتے گئے، حضرت الاستاذ کے ساتھ اِس سفر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ایُّوب قادری مرحوم کے بھائی مولانا حکمت اللہ قادری مرحوم، مولانا

[1] لغات القرآن کی کُل چھ جلدیں ہیں جن میں سے چار مولانا نعمانی مرحوم نے اور دو مولانا عبد الدائم جلالی مرحوم نے لکھی ہیں۔

سعید الرحمٰن علوی مرحوم بھی تھے۔ چوتھا یہ ناچیز تھا، افسوس کہ اس قافلۂ سفر کے تینوں مسافر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ معلوم نہیں اس ناچیز کا رختِ سفر کب بندھتا ہے؟

کمر باندھے ہُوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیّار بیٹھے ہیں

مولانا نعمانی اُن دنوں کراچی میں اسٹاف کالونی کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھے، حضرت الاستاذ ایک روز صُبح دس گیارہ بجے کے قریب راقم الحروف کو لے کر مولانا کے گھر پہنچے، مولانا مرحوم نہایت تپاک سے ملے۔ پُرتکلّف انداز میں تواضع کی اور پھر حضرت الاستاذ سے محوِ گفتگو ہو گئے۔ گھنٹوں باتیں ہوتی رہیں، یہ دَور راقم الحروف کی لاشعوری کا دَور تھا۔ اس لیے شیخین کی باتوں کی طرف کوئی خاص توجّہ نہ ہُوئی، نہ یہ یاد رہا کہ دونوں بزرگ کس موضوع پر کلام فرماتے رہے، کافی دیر کے بعد حضرت الاستاذ نے اجازت چاہی تو مولانا مرحوم ہماری مُشایعَت کے لیے باہر سڑک تک تشریف لائے، راقم الحروف اُس لاشعوری کے دَور میں بھی مولانا کے اخلاقِ کریمانہ سے متأثّر ہُوئے بغیر نہ رہ سکا، مولانا کی شخصیت کا ہلکا سا خاکہ جو ذہن میں رہا وہ کچھ یُوں تھا۔ معتدل قد و قامت، کتابی چہرہ، بھرواں سفید ڈاڑھی، رنگت گوری، لباس سفید کرتہ و شلوار، سر پر دو پلّی ٹوپی اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ، اُس وقت آپ کی عمر پینسٹھ چھیاسٹھ برس تھی لیکن آپ نوجوانوں کی طرح تیزی سے چلتے تھے اور بڑھاپے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

یہ مولانا سے ملاقات کا نقشِ اوّل تھا۔ اِس کے بعد جب کچھ شعور بیدار ہُوا اور مولانا مرحوم کی کتابیں نظر سے گزریں تو مولانا کی قدر معلوم ہُوئی اور آپ کی عظمت دل میں جاگزیں ہُوئی۔

مولانا سے استفادہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۴۱۶/۱۹ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ راقم الحروف جمعہ کی تیّاری کر کے مدرسہ آیا تو دیکھا کہ مولانا نعمانیؒ مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور مولانا کے برادرِ خورد جناب مظفر لطیف صاحب مولانا کے ہمراہ ہیں۔ مولانا کی غیر متوقع آمد سے جہاں از حد خوشی ہُوئی وہیں مولانا کی موجودگی میں جمعہ کی تقریر کرنا سوءِ ادبی معلوم ہُوا، اس لیے مَیں نے جناب مظفر لطیف صاحب

سے عرض کیا کہ حضرت مولانا سے عرض کریں کہ آپ بیان فرما دیں نماز میں پڑھا دوں گا۔ مظفر لطیف صاحب کے عرض کرنے پر مولانا نے منظور فرما لیا اور تقریباً پچیس منٹ بیان فرمایا۔ یہ پہلا بیان تھا جو ناچیز نے مولانا مرحوم کی زبان سے سُنا۔ مولانا نے نہایت بے تکلّف اور سادہ انداز میں اللہ تعالیٰ کے دُنیوی اور اُخروی انعامات کا تذکرہ فرما کر اُن کے شکریہ میں گناہوں کے چھوڑنے نافرمانی وعصیان سے باز آنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلّق قائم کرنے پر زور دیا۔

جمعہ کے بعد معلوم ہُوا کہ مولانا نعمانی مرحوم حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں عشرہ ذی الحجہ میں قیام فرمائیں گے۔ اِس موقع کو غنیمت جان کر مولانا سے استفادہ کا خیال دل میں آیا، چنانچہ دوسرے روز ہفتہ کے دن حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادہ ظاہر کیا تو آپ اس پر راضی ہو گئے اور اپنی آخری تصنیف "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کا سبق شروع فرمایا۔ اس سبق میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی میرے ساتھ شریک ہُوتے مولانا نے چھ سات روز میں کتاب ختم کروا دی، دورانِ سبق مولانا نعمانیؒ مرحوم بڑی قیمتی باتیں ارشاد فرماتے تھے۔ کچھ باتیں میں نے نوٹ کر لی تھیں ممکن ہُوا تو انشاء اللہ نذرِ قارئین کی جائیں گی۔

مولانا نعمانیؒ کی خصوصیات وامتیازات

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے علم وعرفان کے ساتھ بڑی خُوبیوں سے نوازا تھا جو اِس دَور کے علماء میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

مولانا نعمانیؒ باوجودیکہ عربی زبان کے ادیب، علمِ حدیث ورجال کے ماہر اور علمِ فقہ واَدب کے نہایت فاضل عالم تھے۔ آپ کی سندِ حدیث انتہائی عالی اور ایک اُونچے شیخ کے آپ خلیفہ مجاز تھے، عجم کے ساتھ ساتھ دُنیاءِ عرب بھی آپ کی قابلیت کی معترف تھی، لیکن بایں ہمہ آپ میں انکساری، تواضع اور مَسْکَنَت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہُوئی تھی، کسی بات سے بھی تَعَلّی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ تقویٰ وطہارت اور خوف وخشیتِ خداوندی آپ کے بُشرہ سے عیاں تھی، تقریر وبیان کے دوران آخرت کے ذکر سے آپ کی آواز رُندھ جاتی تھی۔

عشرۂ ذی الحجہ میں جبکہ ہم آپ سے استفادہ کر رہے تھے اچھی خاصی گرمی کے دن تھے مولانا مرحوم باوجود پیرانہ سالی

اور ضعف و نقاہت کے روزانہ روزہ سے ہوتے تھے، آپ کے ذی الحجہ کے یہ نفلی روزے ہم جوانوں کو شرمارہے تھے، اِنہی دنوں راقم نے مولانا کو دیکھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہوکر انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے۔

مولانا مرحوم میں ایک بڑی خوبی یہ دیکھنے میں آئی کہ آپ چھوٹوں کو آگے بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ انھیں علمی میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور کام کرنے کا طریقہ سمجھاتے تھے۔

مولانا میں ایک خوبی یہ بھی نظر آئی کہ آپ نایاب چیزوں کو آج کل کے علماء کی طرح چھپاتے نہیں تھے بلکہ اُن کی اشاعت کی فکر میں رہتے تھے، اگر کوئی استفادہ کی غرض سے مولانا سے کوئی سی کتاب مانگتا تو مرحمت فرماتے تھے انکار نہیں کرتے تھے۔ ناچیز کو اس کا تجربہ اس طرح ہُوا کہ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النعمان" کے خلاف ایک غیر مقلد عالم مولانا عبدالعزیز صاحب نے "حُسن البیان" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اس کا تفصیلی جواب مولانا مفتی عبدالحمید ٹونکی نے "فضائل النعمان" کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ یہ جواب مولانا نعمانی مرحوم کے پاس تھا۔ راقم نے مولانا سے عرض کیا کہ آنجناب اگر وہ ہمیں عنایت فرمادیں تو ہم شائع کرنے کی کوشش کریں گے، مولانا نے حامی بھر لی اور کراچی جاکر راقم کو وہ کتاب ارسال فرمادی، مَیں نے اس کا عکس لے کر اصل کتاب مولانا کو واپس بھیج دی، کتاب کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ جدید انداز سے اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ارادہ ہے کہ اُس ضرورت کو پُورا کرکے انشاء اللہ وہ کتاب ضرور شائع کردیں گے۔

ایک اور خاص بات جو ہم نے مولانا کی ذات میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ اِن دنوں اگرچہ مولانا کی عمر تقریباً ۸۲ - ۸۳ سال کے لگ بھگ تھی لیکن اِس کے باوجود آپ کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور معلومات آپ کو مستحضر تھیں۔ جس بات کی بابت سوال کیا جاتا اس کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب مرحمت فرماتے۔

اِس عمر میں آکر بڑے بڑوں کے مزاج میں خشکی آجاتی ہے اور مزاج بدل جاتا ہے لیکن مولانا کے مزاج میں خشکی بالکل نہ تھی آپ سنجیدہ اور علمی مزاح بھی فرماتے تھے اور خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے تھے۔

مولانا نعمانی رحؒ کے علمی کارنامے

مولانا نعمانی مرحوم نے اپنی زندگی میں درس وتدریس اور تحریر وتصنیف کے ذریعہ افراد سازی کے ساتھ ساتھ بڑے وقیع علمی کارنامے انجام دیے ہیں۔ اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں آپ کی متعدد کتابیں یادگار ہیں۔

الفاظِ قرآن کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں "لغات القرآن" کے نام سے چار جلدوں میں نہایت ضخیم کتاب تحریر فرمائی جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

کراچی سے حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) کی تفسیر کا ترجمہ شائع ہوا تو اُس کے شروع میں آپ نے دیباچہ کے طور پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حالات اور مفسّرین کے طبقات تحریر فرمائے۔

حدیث شریف کی کتاب "سننِ ابن ماجہ" سے متعلّق دو اہم کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔

عربی میں "ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع ابن ماجہ" لکھی

اُردو میں "ابن ماجہ اور علمِ حدیث" لکھی یہ مولانا کی وہ شاہکار کتاب ہے جس نے مولانا کی عظمت راقم کے دل میں پیدا کی۔ یہ کتاب تاریخی معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ جب آدمی اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

مولانا مرحوم کا خاص موضوع چونکہ حدیث ورجالِ حدیث ہے اس لیے آپ نے اس حوالہ سے بہت مفید کام کیا۔

"کتاب الآثار" "مؤطا امام محمد" "مسندِ امام اعظم" اور "بلوغ المرام" کے تراجم شائع ہوتے تو آپ نے اُن کے شروع میں نہایت قیمتی مقدمات تحریر فرمائے۔

اُصولِ حدیث پر امام حاکم رحؒ کے رسالہ "المدخل فی اصول الحدیث" پر انتہائی جاندار تبصرہ لکھا جو ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں "ندوۃ المصنّفین" دہلی کے مؤقر ماہنامہ "برہان" کی مسلسل چھ قسطوں میں چھپا اور قدر ووُقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا، مولانا نے دورانِ سبق فرمایا تھا کہ یہ تبصرہ میرا

سب سے پہلا مضمون تھا جو میں نے ستائیس برس کی عمر میں لکھا تھا، اب یہ تبصرہ مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب نے اصل رسالہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے مجھے حضرت مولانا نے اپنے دستِ اقدس سے اِس کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جو میرے پاس مولانا کی یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے حدیث کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بعض مقالات معاندین و مخالفین حدیث کے جواب میں تحریر فرمائے۔

مولانا نعمانیؒ کی امام اعظمؒ سے عقیدت و محبّت

مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیّت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اِسی تعلّق کی بناء پر آپ اپنے نام کے آخر میں نُعمانیؒ لکھا کرتے تھے۔

اسے قدرت کی نیرنگی کہیے یا تاریخ کا ایک اُعجوبہ کہ مولانا نعمانی کا آبائی وطن جس میں آپ نے آنکھیں کھولیں یعنی جے پور وہیں امام ابوحنیفہؒ کی شخصیّت سے سوءِ ظنی کا شکار اور آپ کی فقہ سے نفرت کا اظہار کرنے والے ایک غیر مقلد عالم مولانا محمد یُوسف جے پوری مصنّف "حقیقت الفقہ" بھی رہتے تھے، مولانا نعمانی کے والد چونکہ خوشنویس تھے اور مولانا جے پوری سے اُن کا ملنا جُلنا بھی تھا اس لیے اُنہوں نے مولانا جے پوری کی "حقیقت الفقہ" کی کتابت اپنے ذمّہ لے لی دورانِ کتابت آپ غیر مقلدیت کی طرف مائل ہو گئے اور اپنے صاحبزادے مولانا نعمانی کو استفادہ کی غرض سے مولانا جے پوری کے پاس بھیجنے لگے، مولانا نعمانی مرحوم فرماتے تھے کہ

> "مولانا محمد یُوسف جے پوری عالم نہیں تھے اور اُن میں اتنی لیاقت بھی نہیں تھی کہ وہ ہمیں قدوری کے مشکل الفاظ سمجھا سکیں، اس لیے اُنھوں نے ہمیں پڑھانا تو کیا تھا بس ہمیں وہ حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف باتیں سُناتے رہتے تھے۔ قدرت کی شان کہ ہمارا ذہن اُن باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ اُن کے جوابات کی جستجو میں لگا رہتا تھا۔ اِسی کشمکش میں ہم یہاں سے چلے اور لکھنؤ مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ محدّث ٹونکیؒ کی خدمت میں

پہنچے ، مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ پختہ کار حنفی بھی تھے اِس لیے اُن کی صحبت اختیار کی۔ مولانا کی صحبت میں رہ کر حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف غیر مقلدین کے پھیلائے ہوئے تمام شُبہات و اشکالات دُور ہو گئے اور امام صاحبؒ سے عقیدت و محبت میں اضافہ ہو گیا۔"

یُوں تقدیرِ الٰہی نے آپ کو عدمِ تقلید کا شکار ہونے سے بچا کر صرف پکا حنفی ہی نہیں بلکہ ترجمان الاحناف بنا دیا' اور آپ نے امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے حوالہ سے وہ کام کیا جس کی اس دَور میں نظیر ملنی مشکل ہے۔ مولانا نعمانیؒ فرماتے تھے کہ بعد میں ہمارے والد صاحب کا ذہن بھی صاف ہو گیا تھا اور وہ بھی پکے حنفی بن گئے تھے۔

مولانا نعمانی مرحوم نے بنوری ٹاؤن میں تدریس کے دوران "حقیقت الفقہ" جس میں حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے اُس کا جواب املاء کروایا تھا۔ مَیں نے مولانا مرحوم سے اسباق کے دنوں میں عرض کیا تھا کہ آپ وہ جواب لاہور بھیج دیں ہم اس کی طباعت کا نظم کریں گے۔ مولانا نے وعدہ فرمایا کہ مَیں کراچی جا کر کوشش کرونگا۔

چند ماہ پیشتر حضرت مولانا کا ایک خط بدست جناب مظفر لطیف صاحب راقم الحروف کو ملا جس میں مولانا نے راقم سے دریافت فرمایا کہ مَیں نے تمہیں حقیقت الفقہ کا جواب بھیجا تھا اسکا کیا بنا ؟ راقم نے جواباً مولانا کو تحریر کیا کہ مجھے تو وہ جواب کسی ذریعہ سے بھی نہیں ملا۔ راقم کے جوابی خط کا جواب مولانا کی طرف سے نہیں آیا۔

مولانا نعمانیؒ نے شیخ مسعود بن شیبہ سندھیؒ (م : ساتویں صدی) کی "مقدمۃ کتاب التعلیم" جس میں شیخؒ نے حضرت امام صاحبؒ کے خلاف کیے گئے پروپیگنڈہ کا قلع قمع کیا ہے اس کا شاندار مقدمہ عربی میں تحریر فرمایا اور اُس کتاب کو اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کروایا۔

اسی طرح شیخ معین ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" اور شیخ عبداللطیف ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی "ذَبُّ ذُبابات الدراسات عن المذاھب الاربعۃ المتناسبات" کو اپنی تعلیق و تحشیہ کے ساتھ شائع کروایا۔

حضرت علّامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رح (م : ۸۵۲ھ) نے اپنے شاگردِ رشید قاسم بن قطلوبغا حنفی (م : ۸۷۹ھ) کی فرمائش پر حضرت امام ابو حنیفہ رح کی کتاب "الآثار" (بروایت الامام محمد) کے رجال سے متعلق ایک کتاب "الایثار بمعرفۃ رُواۃ الآثار" کے نام سے لکھی تھی۔ مولانا نعمانی مرحوم نے اِس کتاب پر عربی میں حواشی تحریر فرمائے۔ اَب یہ کتاب مولانا نعمانی رح کے حواشی سمیت "کتاب الآثار" کے ساتھ الرحیم اکیڈمی کراچی سے چھپ گئی ہے

آخر میں مولانا نعمانی رح نے حضرت امام اعظم رح کی حدیث شریف میں امامت و جلالت سے متعلق عربی میں ایک عظیم کتاب "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کے نام سے تحریر فرمائی، اس کتاب کو امام کوثری رح (م : ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) کے شاگرد رشید علّامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مرحوم نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع فرمایا۔ یہی وہ کتاب ہے جسے راقم الحروف کو مولانا سے سبقًا پڑھنے کا شرف حاصل ہُوا، ناچیز نے دورانِ سبق مولانا سے اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی تو مولانا نے بڑی بشاشت کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد ایک خط کے ذریعہ یاد دہانی بھی کروائی راقم پر مولانا کی کتاب کا ترجمہ قرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سبکدوشی کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا کی یہ عظیم کتاب مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر نے شائع کر دی ہے۔

یہ وہ کام تھے جو مولانا مرحوم نے خود انجام دیئے اُن کے علاوہ آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالشہید نعمانی زید مجدہم سے حضرت امام صاحب رح کی تابعیت اور اُن کی صحابہ کرام رض سے روایت پر ایک اہم کتاب لکھوائی۔ اس کے علاوہ حدیث و فقہ اور حضرت امام صاحب رح سے متعلق بہت سی نادر و نایاب کتب اپنے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کے ذریعہ طبع کروائیں۔

مولانا نعمانی رح اور دفاعِ اہلِ بیت رض

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا مرحوم کو حضرت امام ابو حنیفہ رح کی ذات سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور آپ اُن کے سچّے اور پکّے مقلد تھے، اس حوالہ سے مولانا نعمانی رح کو حضرت امام صاحب رح کی ہر ادا سے پیار ہونا لازمی تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اہلِ بیت کرام سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد ہونے کے ناتے بہت گہرا تعلّق تھا اسی تعلّق کی بناء پر جب

آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام محمد باقر اور اُن کے خلف الرشید امام جعفر صادق رحمہما اللہ سے ملے اُن سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور روایات لیں، پھر جب مدینہ طیبہ میں حضرت محمد ذو النفس الزکیۃ نے اور بصرہ میں حضرت امام زین العابدین کے دوسرے صاحبزادے امام زید نے منصور کے سادات و ظلم و ستم کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا تو آپ نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا جس کی پاداش میں آپ کو منصبِ قضاء سے انکار کو بہانہ بنا کر پابندِ سلاسل کیا گیا۔ منصور کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے ہوئے جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا نعمانی مرحوم نے حضرت امام صاحب کے اُسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے موجودہ دَور میں کراچی میں اہلِ بیت کے خلاف پھیلنے والے ناصبی فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا اور جہاد بالقلم کرتے ہوئے متعدد کتب تحریر فرما کر اُن کے پھیلائے ہوئے جال کو پاش پاش کیا، اس سلسلہ میں جو کتابیں مولانا نے تحریر فرمائیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں

(۲) یزید کی شخصیت اہلِ سُنّت کی نظر میں

(۳) اکابر صحابہ پر بہتان

(۴) شہداء کربلا پر افتراء

(۵) حضرت علی رض اور قصاصِ عثمان رض

بیعت و سلوک اجازت و خلافت

مولانا نعمانی مرحوم اپنے محبوب اُستاذ شیخ طریقت حضرت مولانا حید رحسن خان صاحب خلیفۂ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح سے بیعت تھے اُنہی سے آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل کے ساتھ علوم باطنی کی بھی تکمیل کی اور مُجاز ہوئے اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے تعلّق قائم کیا جو اُن کی وفات تک قائم رہا۔ مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت و محبّت تھی، حضرت رائے پوری رح جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو آپ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں چلے آتے اور جب تک حضرت کا قیام پاکستان میں رہتا اس وقت تک حضرت

کے ساتھ ہی رہتے حضرت رائے پوری رح نے بھی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی، کچھ عرصہ پیشتر آپ کو حضرت رائے پوری رح کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مولانا نعمانی مرحوم حضرت رائے پوری رح کی وفات کے بعد آپ سے خاص تعلّق کی بناء پر جب بھی لاہور تشریف لاتے تو حضرت رائے پوری رح کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں قیام فرماتے۔

مولانا نعمانی رح چونکہ خالصتاً علمی آدمی تھے اور آپ پر نسبتِ علمی غالب تھی اس لیے آپ کا سلسلۂ طریقت لوگوں سے مخفی رہا، دو تین ماہ پیشتر حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب کے پوتے مولانا منظور الحسن صاحب زید مجدہم کا راقم الحروف کے نام خط آیا جس میں اُنھوں نے تحریر فرمایا کہ دادا مرحوم کے تعلّق کی بناء پر ہم مولانا نعمانی سے بیعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مولانا نعمانی مسترشدین کو بیعت بھی فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم کی اسنادِ حدیث

مولانا نعمانی مرحوم کی سندِ حدیث بہت عالی ہے اور متعدد بزرگوں سے آپ کو اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ مولانا کی دو سندیں اس طرح ہیں۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمود[۱] حسن الطونکی عن الشیخ المقری عبدالرحمٰن[۲] الپانی پتی عن الشیخ الشاہ عبدالعزیز[۳] رحمہم اللہ۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمد[۱] یٰسین عن الشیخ فضلِ رحمٰن[۲] گنج مراد آبادی عن الشیخ عبدالعزیز[۳] رحمہم اللہ

ناچیز راقم الحروف نے حضرت مولانا نعمانی مرحوم سے اجازتِ حدیث طلب کی تو آپ نے ازراہِ کرم اپنی اسناد سے اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ کراچی تشریف لے گئے تو باقاعدہ اپنا "ثبت" جس میں آپ کی تمام اسانیدِ حدیث و فقہ و کتبِ تصوف درج ہیں اس کے آخر میں اپنے دستِ اقدس سے اجازتِ حدیث تحریر فرماکر ارسال فرمایا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرًا

راقم الحروف نے شعبان میں کراچی جانے کا ارادہ کیا تھا اور مُصمّم ارادہ تھا کہ مولانا سے ضرور مل کر آؤں گا، لیکن قسمت میں ملاقات نہ تھی۔ مولانا ہم سے رُخصت ہو کر اُس جہان میں چلے گئے

جہاں جاکر واپس کوئی نہیں آتا۔ مولانا تو اَب ہم میں نہیں رہے لیکن آپ کی شفقت آپ کا پیار آپ کی دلنشیں باتیں ہمیں یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماکر آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

فروغِ بزم جو اَب ہے رہے گا روزِ محشر تک
مگر دُنیا تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

امام المحدثین

مولانا عبد الرشید نعمانیؒ

از

مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی صاحب

(مجلہ قافلہ حق)

تذکرۃ المحدثین

امام المحدثین مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

(مولانا محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی)

تقسیم ہند کے بعد برصغیر کے علمی حلقے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک وہ طبقہ تھا جو موجودہ ہندوستان میں ہی رہا دوسرے طبقے نے پاکستان کی طرف ہجرت کر کے اس اسلامی ملک کی درودیوار کو آفتاب نبوت کی کرنوں سے روشن کیا۔ان حضرات میں محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ خیر العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ شیخ عبدالحق محدث اکوڑہ خٹک ،مفتی اعظم حضرت مولانا شفیع صاحبؒ دیوبندی ،نابغۃ العصر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ،امام المحدثین حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے اسمائے گرامی نمایاں نظر آتے ہیں جو حضرات بقید حیات ہیں ان میں امام اہل السنۃ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مازالت شموس فیوضہ بازعۃ علینا کا نام اسم گرامی تا قیامت درخشندہ وتابندہ رہے گا ان وارثان نبوت میں سے ہر ایک فرد وحید العصر تھا اور اپنے اندر ایک جماعت کے اوصاف لیے ہوئے تھا اس جماعت میں سے امام المحدثین حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کا تذکرہ اجمالی طور پر سپرد قلم کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

محقق العصر استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ برصغیر پاک و ہند کی مشہور علمی شخصیت تھے۔۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بروز جمعرات صبح ساڑھے دس بجے کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔حضرت مولانا ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہندوستان کے مشہور شہر جے پور میں پیدا ہوئے۔مولانا نسباً راجپوت تھے۔والد ماجد مفتی عبدالرحیم صاحب مشہور خطاط تھے۔مدرسہ انوار محمدی میں ابتدائی کتب پڑھیں۔منشی ارشاد علی خان اور منشی عبدالقیوم صاحبان سے فارسی کی بڑی کتابیں پڑھیں اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں میزان

الصرف سے لے کر مشکوۃ المصابیح تک کی کتابیں علامہ قدیر بخش بدیوانیؒ سے پڑھیں اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو تشریف لے گئے اور محدث جلیل فقیہ زمانہ شیخ طریقت حضرت مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کی صحبت اختیار فرمائی علوم حدیث میں آپ سے خوب استفادہ حاصل کیا اور بہت سی حدیث کی کتابیں آپ کے یہاں خوب تحقیق سے پڑھیں ۔پھر آپ کے بڑے بھائی اور مشہور زمانہ کتاب معجم المصنفین کے مولف حضرت مولانا محمود حسن خان صاحب ٹونکیؒ کے ساتھ کافی عرصہ گزارا اور آپ کو بیک وقت علم کلام ،تاریخ ،فقہ اصول فقہ اور حدیث میں بڑی گہری نظر تھی ۔جس سے حضرت مولانا کو بھی علم تاریخ میں اور علوم مختلفہ کے مصنفین کے بارے میں بصیرت تامہ حاصل ہوگئی ۔۱۹۴۲ء میں آپ ندوۃ المصنفین کے رکن بنے ۔یہیں پر اپنی بے نظیر کتاب لغات القرآن تصنیف فرمائی ۔۱۹۴۷ء تک ندوۃ ہی میں رہے پھر پاکستان ہجرت فرمائی ۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی توجہ سے دارالعلوم ٹنڈوالٰہ یار سندھ کی بنیاد پڑی تو آپ وہاں تشریف لے گئے ۔یہاں آپ نے بعض کتب فقہ ،اصول فقہ ،نحو ،منطق ،کا درس دیا ۔مقدمہ ابن صلاح بھی پڑھائی ۔اس وقت علامہ ادریس کاندھلوی ،حضرت مولانا عبیدالرحمٰن صاحب کامل پوری محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ جیسے حضرات بھی وہاں موجود تھے ۔

جب حضرت بنوریؒ نے کراچی میں جامعۃ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی بنیاد رکھی تو حضرت کی درخواست پر یہاں تشریف لے آئے اور صحیح بخاری کے علاوہ بقیہ کتب خمسہ ،موطا شرح معانی الاثار ،کتاب الآثار جیسی تمام کتب حدیث کا درس دیا اور کتب فقہ میں الاختیار اور کنز الدقائق بھی آپ کے زیر درس رہیں ۔آخر میں جامعہ ہی میں مجلس الدعوۃ والتحقیق فی الفقہ کے نگران ورئیس منتخب ہوئے ۔طلبہ کے رسائل بھی آپ ہی کے اشراف کے تحت لکھے

جاتے تھے۔

یہ سلسلہ ۱۴۱۲ھ تک رہا اس کے بعد چند سال مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات میں صحیح بخاری اور شرح معانی الآثار کا درس دیا۔ اسی اثنا میں تقریباً دو ڈھائی سال کے عرصہ تک مدرسہ معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد میں اساتذہ کی ایک جماعت کو بھی درس دیتے رہے۔ حضرت مولانا کی شخصیت علم و فضل زہد و تقویٰ میں بے مثال تھی۔ وسعت مطالعہ کے ساتھ تحقیق و تدقیق کے میدان میں مولانا کو بہت اونچا مقام حاصل تھا۔ خصوصاً فن رجال میں اس دور کے اندر مولانا کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علم حدیث سے حضرت کو بڑا گہرا شغف تھا اور زندگی کا بڑا حصہ علم اصول حدیث کی خدمت میں گزار دیا۔ محدث ابو عبداللہ حاکم نیشا پوریؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''المدخل'' پر آپ کا شاہکار تبصرہ اس پر شاہد عادل ہے۔ نیز ''امام ابن ماجہ اور علم حدیث'' آپ کی اس قدر عمدہ تصنیف ہے کہ اس کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے اگر آج طلباء اس کے مطالعہ کو معمول بنالیں تو فن حدیث کے متعلقات میں صلاحیت پیدا ہوسکتی ہے "ماتمس الیہ الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه "جواب بلا دعرب میں الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن'' کے نام سے چھپ چکی ہے حضرت کے علمی مقام کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تین سو صفحات سے زائد یہ کتاب حضرت نے بیس دن سے کچھ اوپر میں تصنیف فرمائی جبکہ تدریس و تعلیم کے دوسرے مشاغل بھی جاری تھے۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ مقدمہ کتاب میں بات کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ

"ولکن لا غرابة فی ذالک فقد کان فی شبابه نشیطاد ائبا فی العقل لا یعرف الکلل فی الملل مع ما عطاه الله تعالی من ذکا نادر وفهم ثاقب واطلاع واسع علی کتب الحدیث ومتعلقاته وعلی مواضع الفوائد الحدیثیة وا لاصولیة المنشورة فی نشتی الکتب .

ترجمہ: مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ شیخ جوانی ہی میں باہمت اور مشغلہ علم میں کوشاں رہتے تھے اور تھکاوٹ واکتاہٹ کا کوئی سوال ہی نہ تھا، پھر اللہ نے آپ کو بے پناہ ذہانت اور علمی سمجھ بوجھ بھی عطا فرمائی تھی اور اسکے ساتھ ساتھ کتب حدیث اور اس کے متعلقات نیز مختلف کتابوں میں موجود حدیث اور اصول حدیث سے متعلق متفرق فوائد پر گہری نظر ہے شیخ عبدالفتاحؒ خود کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ آپ کے علمی مقام کا اندازہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرنے والا ہی بخوبی کرسکتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی آپ کا ذکر ان الفاظ سے کرتے ہیں ''عالم اسلام کا مایہ ناز محدث اور اسلامی علوم کے بے مثال شناور'' حضرت شیخ ابوغدہؒ دوسری جگہ مولانا نعمانیؒ کا تذکرہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں ''**هو العلامة الجليل المحدث الناقد المحقق البارع الضليع الشيخ محمد عبد الرشيد........**

احد كبار علماء الحديث في الهند و باكستان و صاحب التحقيقات و التدقيقات والجو لات الظافره في ميادين العلم .

وہ بہت بڑے عالم محدث ناقد محقق، نیک صالح یعنی شیخ محمد عبدالرشید جو ہند وپاک کے بڑے بڑے علماء محدثین میں سے ایک ہیں اور صاحب تحقیق وتدقیق ہیں اور علمی میدانوں میں کامیابی کے ساتھ دوڑنے والے ہیں نیز لکھتے ہیں کہ **وهو من افذا ذ العلماء المحققين في تلك الديار علما و فهما و هدهدا و تقىً واوقاته معمورة ليلاً ونهارا بذكر تلاوت وو عظ وارشاد و تحقيق ومطالعة اوتدريس وتعليم او تصنيف وتاليف و اكبر شغله الدرس والافادة البحث والمطالعة .وله تصانيف ممتعة فائقه في علوم الحديث وغير ه و بحوث وعلمية ومقالات مفيدة في شتى الفنون .**

اور وہ بڑے محقق علماء میں سے ہیں ان (اپنے) علاقوں میں علم، فہم، دنیا سے بے رغبتی، اور

خشیت الٰہی کے اعتبار سے اور ان کے اوقات دن رات ذکر اور تلاوت وعظ اور ارشاد و تحقیق اور مطالعہ کتب اور تدریس و تعلیم تصنیف و تالیف سے آباد ہیں اور ان کا بڑا مشغلہ درس اور فائدہ رسانی، بحث اور مطالعہ اور ان کی بلند پایہ، نفع بخش تصانیف ہیں علم حدیث وغیرہ میں ا ور مختلف فنون میں علمی بحثیں اور مفید مقالہ جات ہیں۔

الغرض مولانا گویا چلتا پھرتا کتب خانہ تھے جو بات پوچھی جاتی جواب میں معلومات کا وسیع ذخیرہ مہیا فرما دیتے تھے۔ حضرت مولانا نے خالص علمی طبیعت پائی تھی یہی وجہ ہے کہ مجلس میں تشریف لے جاتے وہ علمی مجلس میں بدل جاتی تھی اور ایک علمی اور فضاء قائم ہوجاتی تھی۔ حضرت مولانا کو مذہب حنفی سے بڑا گہرا تعلق تھا اور عشق کے درجہ میں محبت تھی۔ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سچے مقلد اور عاشق صادق تھے۔ علماء احناف خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ پر محدثین حضرات خصوصاً علمائے شوافع کی طرف سے جو بے جا طعن اور جرح کا سلسلہ تقریباً ہر زمانے میں رہا ہے اس سے حضرت مولانا کو بڑا شکوہ تھا اور مختلف مجالس میں بڑے دردمندانہ طور پر اس کا تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ پر بھی اس سلسلہ میں گرفت فرماتے رہتے تھے لیکن اس سب کے باوجود ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا۔ مولانا کو اللہ نے بھرپور ظرافت طبع عطا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے مخصوص ظریفانہ لہجے میں ارشاد فرمایا اللہ معاف کرے ان شوافع میں سے امام دارقطنی اور امام ابن عدیؒ کو ساری عمر اس میں گزار دی کہ جہاں کوئی حنفی ملے اس کو پکڑ کر مارو اس سے حنفی راوی کی بے جا تضعیف کی طرف اشارہ ہے۔ اور جہاں کوئی شافعی راوی آیا تو کہتے ہیں چلو چلو آگے چلو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ آتا یا امام صاحب کے مناقب پڑھے جا رہے ہوتے تو حضرت مولانا پر رقت طاری ہوجاتی اور بسا اوقات آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مذہب حنفی کی خدمت میں گزار دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کی

تابعیت کا بہت سے متعصب شوافع علماء نے انکار کیا حتی کہ بعض علمائے احناف بھی شوافع سے متاثر ہو کر یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ رویۃ تو تابعی ہیں روایۃ نہیں۔

حضرت مولانا نے امام صاحب کی رویۃ ودرایۃ تابعیت کو امام ابوحنیفہ اور ان کی تابعیت کے عنوان سے ایک رسالہ میں بڑی تفصیل وتنقیح سے مدلل کر کے ثابت فرمایا۔ اسی طرح کتاب الآثار کے بارے میں اکثر اور بڑے بڑے علماء احناف کو بھی یہ مغالطہ رہا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی تالیف نہیں بلکہ امام محمدؒ کی تالیف ہے۔ حضرت مولانا وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اس مسئلے کو بھی منقح فرمایا اور متقدمین کی بعض نقول سے ثابت فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ ہی اس کتاب کے اصل مولف ہیں اور امام محمدؒ کی طرف اس کی نسبت محض راوی ہونے کی حیثیت سے ہے جیسا کہ موطا مالک کی نسبت امام محمدؒ کی طرف بوجہ راوی ہونے کے کی جاتی ہے اور موطا محمد کہہ دیا جاتا ہے۔ آپ کتاب الآثار کو اصح الکتب بعد کتب اللہ فرماتے تھے۔ آپ نے کتاب الآثار کے روات پر بھی عمدہ کام کیا اور ثابت کیا کہ کتاب الآثار اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے پھر موطا مالک ہے پھر بخاری پھر مسلم کا مرتبہ ہے۔ علماء احناف اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ پر علم حدیث سے ناواقفیت کا اعتراض بھی ہر زمانہ میں لوگوں کی زبان پر رہا ہے۔ حضرت مولانا نے اس موضوع پر سب سے پہلے قلم اٹھایا اور یہ بات واضح فرمادی کہ علم حدیث میں تصنیف علی الابواب کا سلسلہ سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے ہی اختیار فرمایا اور ''ابو حنیفہؒ اول دون الحدیث'' کے عنوان پر ایک مستقل مضمون تحریر فرمایا۔ نیز امام ابوحنیفہؒ کے مناقب اور علم حدیث میں امام صاحب کی جلالت شان پر ایک بے نظر کتاب ''مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث'' کے عنوان سے تحریر فرمائی جس میں علامہ ابن حجر مکیؒ کی ''الخیرات الحسان''، علامہ دمشقیؒ کی ''عقود الجمان'' اور دیگر ائمہ کی کتابوں سے امام صاحب کا حقیقی مقام واضح فرمایا۔

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

از

مولانا بلال احمد الخلیلی صاحب

(علما کی طباعتی خدمات)

مولانا محمد عبدالرّشید نعمانی:

مولانا محمد عبدالرشید ۱۸؍ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ/ ۲۹؍ستمبر ۱۹۱۵ء کو محلّہ بساطیان جے پور، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ اِن کا نسب یوں ہے: محمد عبدالرشید بن محمد عبدالرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ھمت راجپوتؒ۔ ابتدا میں مولاناؒ کے والد ماجد پر اہلِ حدیث کا رنگ چڑھا ہوا تھا، اور اُن کی بساط خانے (جنرل اسٹور) والی دوکان پر غیرمقلِّدوں نے ڈیرے ڈال رَکھے تھے۔ مولانا نعمانیؒ نے دورانِ تعلیم دوکان پر جب اہلِ حدیث کے دلائل کو سنا تو والد ماجد کو اُن اَحادیث وآثار سے آگاہ کیا، جن پر حنفیہ کا مسلک مبنی تھا۔ اُس زمانے میں مولانا نعمانی مناظرانہ اَدب کی طرف مائل ہوئے، اور اَحناف کی کتابیں بنظرِ غائر دیکھیں، اِسی تعلُّق سے وہ اپنے آپ کو "نعمانی" لکھتے تھے۔

تعلیم:

مولانا نعمانی نے بعض ابتدائی کتب مدرسہ "انوارِ محمدی، جے پور" میں پڑھیں، فارسی

کی اعلیٰ کتب ''مدرسہ تعلیم الاسلام، اجمیری دروازہ، جے پور'' میں منشی عبدالقیوم ناطق اور منشی ارشادعلی خاں سے حاصل کیں۔ وہیں میزان الصرف تامشکات المصابیح عربی کتب ''مولانا قدیر بخش بدایونی'' کے پاس پڑھیں۔ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں مولوی فاضل اور ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا، مگر اُن کو اِن امتحانات سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔

بعدازاں ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنو چلے گئے، وہاں مولانا ''حیدرحسن خاں ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ'' (ولادت ۱۲۸۱ھ، وفات: ۱۳۶۱ھ) کے ساتھ جڑے رہے، جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے تھے۔ (۱۳۲)

مولانا نعمانیؒ نے اُن کے پاس رہ کر مختلف کتبِ حدیث پڑھیں، علوم الحدیث میں خصوصی استفادہ کیا، اور وہیں سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ مولانا حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفا کو جو سند دیا کرتے تھے وہ حضرت سیدُ الطائفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ تھی، چناں چہ اُنھوں نے مولانا عبدالرشید نعمانی کو بھی یہ سند دی تھی، اِس سے اُن کے خصوصی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ملازمت وتدریس:

مولانا نعمانیؒ کو ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء میں کمانے کا خیال ہوا تو گھر میں بتائے بغیر بریلی چلے گئے، اور اسٹیشن سے خط ڈاک میں ڈال دیا، کہ ''بریلی مولانا یاسین صاحب کے مدرَسے میں جارہا ہوں''۔ دوسرے دن خط ملا تو دُھوم مچی کہ بریلی گئے ہیں، ایک سال بعد ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ وہاں مولانا حیدر حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مولانا محمود حسن خاں ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستہ ہوگئے، جو اُس زمانے میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''معجم المصنّفین'' لکھ رہے تھے، چناں چہ اُس کی تدوین میں شریک رہے، وہیں سے تاریخِ علوم ومصنّفینِ کتب سے واقفیت پیدا ہوئی، جس نے زندگی میں بہت کام دیا، ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء تک

(۱۳۲) تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ کیجیے: الف: حیاۃ العلامۃ المحدث حیدر حسن خان الطونکی، لمحمد عامر الصدیقی، ط: معھد مولانا ابوالکلام آزاد۔ ب: نزھۃ الخواطر للعلامۃ عبدالحي حسني۔ ج: پرانے چراغ، شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی، از: مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

چار سال دفترِ معجم المصنفین سے وابستہ رہے۔

۱۹۴۲ء کے اواخر میں ندوۃ المصنفین دہلی کے رُکن بنے، اور وہاں اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف ''لغات القرآن'' لکھنی شروع کی۔ ۱۳۶۴ھ/۶-۱۹۴۵ء میں دعوت و تبلیغ کے لیے ایک سال نظام الدین میں قیام رہا، اگست ۱۹۴۶ء میں جے پور آ گئے اور یہیں لغات القرآن لکھتے رہے۔

غالباً ۱۳۶۶ھ/اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے، یہاں مولانا محمد صادق سندھی متوفّٰی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء کے مدرسہ ''مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ، کراچی'' کے کتب خانے کی فہرست تیار کی۔ جب ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹ء کے آس پاس ٹنڈو اللہ یار، سندھ میں علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ واکابر علما کی توجّہات اور سرپرستی میں دارُالعلوم قائم ہوا تو اُس سے وابستہ ہو گئے۔ وہاں فقہ واُصولِ فقہ کی چند کتب پڑھائیں، نیز علوم الحدیث کی شہرۂ آفاق کتاب ''معرفۃ أنواع علم الحدیث (مقدمۃ ابن الصلاح)'' بھی زیرِ درس رہی۔ اُس زمانے میں وہاں مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد یوسف بَنوری، مولانا بدرِ عالم میرٹھی اور مولانا عبدالرحمان کامل پوری رحمہم اللہ جیسی قد آور شخصیات مدرّس تھیں۔

جب مولانا محمد یوسف بَنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۷۴ھ میں ''مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، کراچی'' (جامعۃ العلوم الاسلامیہ) قائم کیا، تو مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کو بھی وہاں تشریف لانے کی دعوت دی۔ چناں چہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں مولانا نعمانیؒ وہاں تشریف لے گئے، اور بخاری شریف کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث، شرح معانی الآثار، کتاب الآثار وغیرہ پڑھائیں۔ اِسی طرح کتبِ فقہ میں الاختیار اور کنز الدقائق زیرِ درس رہیں، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں ماہنامہ ''بیّنات'' شروع ہوا تو اُس کے مدیر بھی یہی تھے۔

۱۳۸۳ھ میں جامعہ اِسلامیہ بہاول پور کے یونی ورسٹی بننے کے بعد وہاں سے دعوت آئی، تو نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ آخر میں شیخ التفسیر اور صدر شعبۂ علوم اسلامیہ کے منصب پر فائز رہے، اور اِسی عہدے سے ۱۳۹۶ھ/۱۶ر ستمبر ۱۹۷۶ء کو سبک دوش ہوئے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بَنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر دوبارہ ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ''

سے وابستہ ہوگئے، وہاں ''مجلسِ دعوت وتحقیق اسلامی'' کے رکن اور ''تخصص فی علوم الحدیث'' کے نگران رہے۔ جب اَسّی سال کی عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے روز مدرسے آنا ممکن نہ رہا تو ۱۴۱۲ھ میں اپنی ذمہ داریوں سے علاحدہ ہوگئے، اور گھر کے قریب مدرسہ عائشہ صدیقہ (للبنات) میں بخاری شریف، شرح معانی الآثار پڑھاتے رہے۔

اُردو تصانیف:......(۱،۲) اکابر صحابہ اور شہداءِ کربلا پر افترا:

ناصبیّت رافضیت کا قدرتی ردِّعمل ہے، خلافتِ راشدہ کے آخری ایام میں تاریخِ اسلام کے تین خطرناک ترین فتنے وجود میں آئے، رافضیت، ناصبیت اور خارجیت۔ یہ تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بدترین دشمن تھے۔ روافض سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی محبت کا دعوار کھتے تھے۔ نواصب نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا، اور خوارج دونوں حضرات بلکہ تمام مسلمانوں سے نفرت میں پیش پیش تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں فتنوں کے بارے میں بڑے واضح اِرشادات فرمادیے تھے؛ اِسی لیے خیر القرون میں مسلمان اِن تینوں کی حقیقت جانتے تھے۔

پاکستان میں فتنۂ ناصبیت اُس وقت منظّم اَنداز میں سامنے آیا جب کورنگی کراچی میں ''مجلسِ عثمانِ غنی'' کے نام سے ایک اِدارہ قائم ہوا۔ اِس ادارے سے مشاجراتِ صحابہ جیسے نازک موضوع پر کئی کتاب چے سامنے آئے، جن میں تحقیق کے نام پر عجیب وغریب جھوٹی سچی باتیں پیش کی گئیں تھیں۔ اِس فتنے کو سب سے زیادہ ہوا دینے والے ڈاکٹر محمود احمد عبّاسی تھے، اَفسوس کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اِس سے متاثر ہورہے تھے۔

مجلسِ عثمانِ غنی سے ڈاکٹر احمد حسین کمال کا کتاب چہ ''داستانِ کربلا حقائق کے آئینے میں'' شائع ہوا۔ اِس میں اَکابر صحابہ کے خلاف جھوٹی باتیں لکھی گئی تھیں، اِس کا ایک اختصار بھی شائع ہوا تھا۔ چناں چہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے ردّ میں دو رسالے ''اکابر صحابہ پر بہتان اور شہداءِ کربلا پر افترا'' کے نام سے تصنیف فرمائے، اور مذکورہ رسالے و اِدارے کی حقیقت واضح فرمائی۔

یہ رسالے ۱۹۷۸ء میں لکھے گئے تھے، تاہم پہلی مرتبہ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۲ء میں مکتبہ ''اہلِ سنۃ و جماعۃ کراچی'' سے مولانا نعمانی کے چھوٹے بھائی محمد عبدالعظیم عرف مظفر میاں نے شائع کیے تھے۔ اَب ایک اور چھوٹے بھائی جناب عبدالرحمان غضنفر صاحب ''الرحیم اکیڈمی، کراچی'' سے طبع کرتے ہیں۔

(۳) اِمام ابن ماجہ اور علمِ حدیث:

کہنے کو تو یہ صرف امام ابن ماجہ کی مفصل سوانح ہے، لیکن درحقیقت حدیث وعلومِ حدیث کا پورا تعارُف نامہ ہے۔ مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے آخر میں خود تحریر فرمایا ہے:

''اَلحمدللہ کتاب ختم ہوئی، کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے؛ لیکن درحقیقت یہ تدوینِ حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے، اور مسلمانوں کی اُن جاں فشانیوں کا مرقّع ہے، جواُنھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لیے اُٹھائی ہیں؛ تاکہ اَمانتِ وحی کی ذمّے داری میں جو اِس اُمّت کے سپُرد کی گئی تھی، کسی قسم کا رَخنہ نہ آنے پائے، اور اللہ کی حُجّت تمام اہلِ ملل واَدیان پر تمام ہو جائے۔ (۱۳۳) یہ کتاب کئی مرتبہ کراچی سے طبع ہو چکی ہے۔

(۴) تبصرہ بر ''المدخل فی اُصول الحدیث للامام حاکم النیسابوری'':

اِمام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ عرف ''ابن البیّع'' (و: ۳۲۱ھ، م: ۴۰۵ھ) نے حدیث اور علومِ حدیث پر کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اُن میں ایک اہم کتاب ''المدخل الی کتاب الاکلیل'' ہے، مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے طویل مقالہ تحریر فرمایا تھا، جو علومِ حدیث کی بہت سی عمدہ مباحث پر مشتمل ہے۔ یہ مقالہ ندوۃ المصنفین دہلی کے جریدے ''برھان'' میں شائع ہوا تھا، اب ''الرحیم اکیڈمی کراچی'' سے ''اصولِ حدیث کے چند اہم مباحث'' میں شامل ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

(۱۳۳) امام ابن ماجہ اور علم حدیث، مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ، ص: ۲۴۸، ط: میر محمد کتب خانہ۔

(۵) لُغات القرآن:

یہ اَلفاظِ قرآن کے حل، تشریح اور تفسیر کے لیے اِنتہائی لاجواب کتاب ہے۔ اِس میں فقہی، تاریخی اور کلامی مسائل کا بھی اِحاطہ ہے، اپنے موضوع پر اُردو میں پہلی کتاب ہے، چھ حصّوں اور تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب کئی مرتبہ مختلف اداروں سے طبع ہو چکی ہے، اِس کے پہلے چار حصے مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور باقی دو حصے مولانا عبدالدائم جلالی نے لکھے تھے، تاہم وہ مولانا نعمانیؒ کے اسلوبِ تحقیق کو برقرار نہیں رکھ سکے۔

(۶) قصاصِ عثمان اور حضرت علیؓ...... (۷) ناصبی سازش......

(۸) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں:

یہ ڈاکٹر محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' کا ردّ ہے، جس میں اُنھوں نے تحقیق کے نام پر کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کی تھیں، اور کئی علمی اُصول توڑے تھے۔ چناں چہ اِس کتاب کے مقدّمے میں مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے علم و تحقیق کے کئی اُصول ذکر فرمائے ہیں، جن سے اُن کی وسعتِ مطالعہ کا اَندازہ ہوتا ہے، نیز مستشرقین کی کتابوں اور تحقیق کی علمی حیثیت واضح فرمائی ہے، اور مہذّب اِلفاظ میں عباسی صاحب کی دروغ گوئی کا جواب دیا ہے، یہ رسالہ ''الرحیم اکیڈمی، کراچی'' سے شائع ہو رہا ہے۔

(۹) یزید کی شخصیت اہلِ سنت کی نظر میں:

یہ کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' سے نقل کیے گئے بارہ شبہات کے جوابات پر مشتمل جامع رسالہ ہے۔ یہ شبہات کسی صاحب نے ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی'' کے دارُالافتا میں بھیجے تھے، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن کے بہت مفصل و مدلّل جوابات تحریر فرمائے تھے، جو اَب کتابی صورت میں طبع ہوتے ہیں۔

یہاں اِس حقیقت کا اِعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ اگر اُس زمانے میں حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علما پے در پے کتابیں و رسائل لکھ کر اِس فتنے کی سرکوبی نہ فرماتے تو یہ فتنہ خطرناک صورت اِختیار کر سکتا تھا، فجزاہُ اللہ عنا خیر الجزا۔

عربی تصانیف:

(۱)ماتمس إليه الحاجةلمن يطالع سنن ابن ماجة(الامام ابن ماجة و كتابه السنن):

یہ کتاب حدیث کے مقام ومرتبے، پہلی تین صدیوں میں اُس کی تدوین وترقی، مجتہدین اَربعہ اورائمہ ستہ کی شرائط، نیز اُن کی کتابوں کے تعارُف اور بہت سی علمی وفنی مباحث پر مشتمل شان دار تحقیقات کا مجموعہ ہے۔اُردو کتاب ''اِمام ابن ماجہ اور علم حدیث'' اور اِس میں کئی مباحث کا فرق ہے؛ اِس لیے دونوں اپنا اپنا مقام ومرتبہ رکھتی ہیں۔ اِس کی اہمّیت کی وجہ سے عرب کے مشہور محدِّث ومحقّق شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ''الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن'' کے نام سے طبع کروادیا تھا، اوراس کے شروع میں اہم مقدِّمہ بھی تحریر فرمایا تھا۔

(۲)مَكانةُ الإمَام أبي حنيفةَ فِي الحديثِ:

یہ کتاب علمِ حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبے کو بیان کرتی ہے، اِس کے ضمن میں کئی فنی اور علمی موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ اور دیگر علما سے دادوتحسین حاصل کرچکی ہے، شیخ ابوغدہؒ ہی نے توجُّہ فرماکر عرب میں چھپوائی تھی۔

(۳)جزء ماخالف فيه أبو حنيفةإبراهيم النخعي:

یہ مختصر رسالہ ہے، جس میں ''کتاب الآثار بروایۃ محمد'' سے وہ روایات الگ کی گئی ہیں، جن پر عمل کرتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> ''وہ فقہ میں حضرت ابراہیم نخعیؒ اوراُن کے ہم عصر فقہا کے مذہب کا التزام کرتے ہیں، اوراُن کے فقہی آرا سے مسائل کی تخریج کرتے ہیں۔ اِس بات کی حقیقت جاننے کے لیے کتاب الآثار، مصنَّف عبدالرزاق اور مصنَّف ابن ابی شیبہ میں اِبراہیم نخعیؒ کے اقوال الگ کریں اورامام ابوحنیفہ کے مذہب سے تقابل کریں، توآپ کو بہت کم فرق نظر آئے گا''۔

حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن) میں اس کی تردید کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

''میں نے الحمدللہ کتاب الآثار کا مطالعہ کیا، اور اُس میں سے حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اقوال ایک رسالے میں الگ کیے، اُس کا نام ''ماخالف فیہ أبو حنیفۃ إبراهیمَ النخعي '' رکھا۔ اِس سے اندازہ ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی کی آرا کا اتباع نہیں کرتے، بلکہ وہ دیگر تابعین فقہا کی طرح اجتہاد کرتے ہیں، کئی جگہ وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول ترک کر دیتے ہیں، تاہم اِس بات سے انکار نہیں کہ امام اعظم کے اجتہاد وفقہ میں حضرت ابراہیمؒ کی آرا کو خاص دخل ہے، جیسے حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی آرا کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد وفقہ میں خاص مقام ہے، لیکن اس کی وجہ سے امام اعظم مقلِّد، متبع نہیں ہوتے، وہ مجتہد ہی رہیں گے''۔ (۱۳۴)

یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا۔

(۴) کتاب فی ترتیب ''الآثار بروایۃ محمد'' علی المسانید:

اِس کتاب میں مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار بروایۃ امام محمد کو مسانید کی ترتیب پر مرتَّب کیا تھا، یعنی صحابہ کی ترتیب کے مطابق اِس کی روایات ذکر کی گئیں تھیں، جب کہ اَصل ''کتاب الآثار'' فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔

(۵) رجال کتاب الآثار بروایۃ محمد......۔

تحقیقات وتعلیقات:

علامہ محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے چند کتب پر تصحیح وتحقیق کے بعد عمدہ تعلیقات اور مقدّمات بھی لکھے تھے، جن سے اُن کی علمی عظمت اور وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

---

(۱۳٤) الامام ابن ماجۃ وکتابہ السنن، علامہ عبدالرشید نعمانی، الردُّ علیٰ صاحب الانصاف (تعلیق)، ص: ٦٧، ط: دارُ البشائر الاسلامیۃ، بیروت۔

(۱) دراسات اللبیب:

''دراسات اللبیب فی الأسوۃ الحسنۃ الحبیب'' سندھ کے مشہور شیعہ عالم محمد معین بن محمد امین ٹھٹھوی سندھی ۱۱۶۱ھ کی کتاب ہے۔ اِس میں تدوینِ فقہ وحدیث وغیرہ اہم مباحث مذکور ہیں۔ سندھی ادبی بورڈ (لجنۃ إحیاء الادب السندی) نے اِس کی تحقیق وتعلیق کی ذمے داری مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپُرد کی تھی، چناں چہ اُنھوں نے اُس کی تحقیق کے ساتھ بقدرِ ضرورت تعلیقات بھی لکھیں۔ اِن میں علامہ محمد معین سندھی کی فنی علمی اَخطا پر توجُّہ دلائی ہے، نیز یہ تعلیقات اُصولِ فقہ وعلومِ الحدیث کی بہت سی علمی مباحث پر بھی مشتمل ہیں۔ اِس کے آخر میں علمی فہارس کا اِضافہ کیا گیا ہے، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ یہ کتاب ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں طبع ہوئی۔

شیخ عبدالفتاح اَبوغدۃ اِن تعلیقات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''وقد طبع هذا الكتاب طبعتين: أولاهما في لاهور سنة ١٢٨٤هج، وثانيتها في كراتشي سنة ١٣٧٧هج/١٩٥٧ء، وقام بتحقيق هذه الطبعة تحقيقاً علمياً تاماً صديقنا العلامة المحقق المحدِّث الفقيه الشيخ محمد عبدالرشيد النعماني الهندي، فعلَّق عليها تعليقاتٍ نافعةٍ ضافيةٍ، وبلغت صفحات الكتاب ٤٥٥ ماعدا الفهارس العامة التي يسرت الانتفاع به لأيسر نظرة، فجزاه الله عن العلم وأهله خيراً''۔(۱۳۵)

(۲) ذَبُّ ذُبابات الدراسات عن المذاهب الأربعۃ المتناسبات:

یہ علامہ محمد عبداللطیف بن محمد ہاشم ہاشمی مطلبی ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ علیہ متوفّٰی ۱۱۸۹ھ کی تصنیف ہے، اُنھوں نے یہ کتاب ''دِراسات اللبیب'' کے ردّ میں تحریر فرمائی تھی۔ ۱۹۵۶ء میں

(۱۳۵) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة، علامة عبدالحی اللکنوی، تحقيق: شيخ عبدالفتاح ابوغدة، ص:١٦٨، ط: مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب، الطبعة الثانية، القاهرة ١٤٠٤ه/١٩٨٤ء۔

حکومتِ سندھ نے وہاں کے علمی ورثے کی حفاظت کے لیے ''سندھی ادبی بورڈ (لجنۃ احیاء الادب السندی)'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، اِس ادارے سے کئی اچھی اور قیمتی کتب منظرِ عام پر آئیں۔

جب سندھی ادبی بورڈ نے یہ کتاب طبع کرنے کا ارادہ کیا تو قرعۂ فال حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کے نام نکلا۔ اِس کی تحقیق و تعلیق کے لیے قلمی نسخے (مخطوطہ) کی تلاش ہوئی، انتہائی عمدہ خط میں لکھا ہوا، صاف ستھرا، صحت کے اعلیٰ معیار کا حامل ایک مخطوطہ جناب دین محمد وفائی مرحوم (مدیر مجلۃ) کے پاس دستیاب ہوا۔ اِس پر مؤلفِ کتاب کے صاحب زادے علامہ محمد ابراہیم بن عبداللطیف ٹھٹھوی سندھی رحمہ اللہ متوفّٰی ۱۲۲۵ھ کی تحریر بھی موجود تھی۔

چناں چہ ''سندھی ادبی بورڈ'' نے یہ نسخہ جناب دین محمد وفائی مرحوم کے پوتے ''علی نواز صاحب'' سے عاریت پر حاصل کیا۔ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اِس نسخے کے مطابق تحقیق کی خدمت انجام دی، اِملا و ترقیم کی رعایت کرتے ہوئے حسبِ موقع تعلیقات لکھیں، اور ہر جلد کے آخر میں اِشاریہ بنایا، جس میں چھ مختلف فہارِس بنائیں:
(۱) فہرستِ موضوعات (۲) فہرستِ آیات (۳) فہرستِ اَحادیث (۴) فہرستِ اَسماءِ کتب (۵) فہرستِ اَعلام (۶) فہرستِ مقامات۔

یہ کتاب مولانا نعمانیؒ کی علمی تعلیقات سے مزیّن ہوکر ٹائپ پر ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی۔ (۱۳۶)

(۳) التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم:

علامہ مسعود بن شیبہ رحمہ اللہ ساتویں صدی ہجری میں سندھ کے بڑے عالم گزرے ہیں۔ اُنھوں نے ''مقدمۃ کتاب التعلیم'' کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اِس میں ''امام الحرمین'' ابوالمعالی عبدالملک ابن جوینی کی ''مُغیث الخلق'' اور امام غزالیؒ کی ابتدائی کتاب ''المنخول'' کا جواب لکھا تھا؛ کیوں کہ اِن دونوں حضرات کی کتابوں میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

(۱۳۶) ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات، علامہ محمد عبداللطیف ٹھٹھوی، کلمۃ المعلق، ج:اول، ط:لجنة إحياء الادب السندي، الطبعة الاولی ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء۔

کے بارے میں بعض نامناسب باتیں آگئی تھیں۔(۱۳۷)

چناں چہ مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی تحقیق کی، مفید تعلیقات لکھیں، جو اصل کتاب سے بھی زیادہ ہیں۔ اِن میں نایاب تحقیقات، اور شان دار معلومات جمع کیں ہیں، خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تابعیت وتصانیف سے متعلق بہت اہم معلومات تحریر فرمائیں ہیں۔

۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء میں یہ کتاب طبع ہوئی، مگر اَب مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابوں کی طرح یہ بھی نایاب ہوچکی ہے، فیالأسف! کاش اُن کے جلیل القدر وُرثا اِس طرف بھی توجُّہ فرمائیں۔

(۴) فتح الأعز الأکرم لتخریج الحزب الأعظم:

ملاّ علی بن سلطان قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الحزب الاعظم والورد الافخم'' دعاؤں کا بے انتہا مقبول مجموعہ ہے۔ کئی بڑے علمانے اِس کی شرح اور ترجمے کیے، عرصے سے مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ اِس میں مذکور دعاؤں کے مصادر ومراجع تلاش کر کے حوالے لکھے جائیں۔ عبدالجمیل بھاول پوری صاحب کی درخواست پر یہ کام شروع فرمایا، چار یا پانچ دعاؤں کے سوا تمام کی تخریج کی، مولانا نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

''......فطالما كان يختلجُ فيُ صدريُ أن أتتبع مآخذه وأتفحص مراجعهٔ وإذاظفرت فيهابرواية أعزوهاإلىٰ من خرَّجها وأسندها كما ذكرها صاحب المأخذو العهدة عليه وأبين المأخذبعد كل روايةٍ، إذ قد التمس مني بعض خلص الإخوان السيد الشريف عبدالجميل البهاول بوري نزيل المدينةالمنورة من أصحاب الشيخ العارف المحدث بدر عالم الميرتهي ثم المدني، تخريج روايات الكتاب فقلت:لبيك!إذاك بغيتي وملتمسي، ولكن الأمربيدالله سبحانهٗ وتعالىٰ۔

فلماشرعت فى التخريج عاقتني عوائق، ولحقتني عوارض، مرضت

(۱۳۷) ''امام الحرمین'' کی کتاب کے ردّ میں مشہور حنفی محقق، خلافتِ عثمانیہ کے آخری نائب شیخ الاسلام علامہ زاہد الکوثریؒ نے بھی ''إحقاق الحق بإبطال الباطل فی مغیث الخلق'' کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا تھا۔

فطال مرضي، أصابني دوار، وكثرنزول الماء في العين، وأخذني اليرقان فضعفت قوتي وقلّت حيلتي، ومع ذلك فلم أظفرعلىٰ جميع المآخذ، فكتاب "الكلم الطيب والقول المختارفي المأثورمن الدعوات والأذكار" للحافظ السيوطي، لم أره إلى الآن، وأما "الجامع الكبير" المعروف "بجمع الجوامع" وإن لم أره أيضاً، لكن الإمام المحدث الزاهد "علي المتقي" رحمه اللّٰه قدرتب "الجامعَين" له في كتاب سماه "كنزالعمّال في سنن الأقوال والأفعال" وقدطبع، ولله الحمد فأغناني عن الأصل۔

وبالجملةوقع التاخيرفي إكماله لذلك، ثم من اللّٰه علي بالصحة والعافية ووفقني لإكماله في أقصرمدة، وتعذرالوقوف على أربعةمن الأحاديث أوخمسةلعدم الوصول علىٰ مأخذها......"۔

مزید تحریرفرماتے ہیں:

"والأدعيةالمذكورةفي "الحزب الأعظم" أكثرهاقدوردت في روايات صحيحةأوحسنةوبعضهاجآء ت في روايات ضعيفة، والموضوع لايكاد يوجد فيهاإلانادراًكماسترىٰ في هذالتخريج، وقد صرّح العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم:يجوزبل يستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب والأذكاروالأدعيةبالحديث الضعيف مالم يكن موضوعاً......"۔

"وسمّيتهٗ "فتح الأعزالأكرم لتخريج الحزب الأعظم" والمسئول من اللّٰه سبحانهٗ أن يتقبلهٗ مني بفضله العميم وأن يجعلني وأهلي وذريتي ومشائخي من ورثة جنةالنعيم......"۔(۱۳۸)

یہ تخریج اصل کتاب اور حضرت مولانا بدرعالم میرٹھیؒ کے ترجمے کے ساتھ "مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی" سے ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء میں طبع ہوئی۔

---

(۱۳۸) الحزب الاعظم والورد الافخم للعلامة المحدث علی القاری، المقدمة، ت: علامه محمد عبدالرشید نعمانیؒ، ناشر: مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی، کراچی، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء۔

(۵) مقدمہ وتعلیقات علیٰ کتاب الآثار:

''کتاب الآثار'' سے مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی لگاؤ تھا، اُنھوں نے اس پر مختلف علمی جہات سے کام کیا ہے۔ اِسی طرح مختصر مگر اہم تعلیقات اور شان دار علمی مقدمہ اِس لگاؤ کی علامت ہیں، مقدمے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام، کتاب الآثار کی خصوصیات، اِس کے مختلف نسخوں کا ذکر کیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جسے اُن کے مختلف شاگردوں نے روایت کیا ہے۔

مختصر تعلیقات میں تخریج، مشکل الفاظ کے معانی، کسی اہم راوی کے بارے میں معلومات مذکور ہیں۔ حضرت مولانا نعمانیؒ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار'' پر بھی تعلیقات لکھی تھیں، یہ ساری چیزیں کتاب الآثار کے ساتھ ''الرحیم اکیڈمی، کراچی'' سے ۱۴۱۰ھ میں طبع ہو چکی ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ نے کئی کتابوں پر اہم علمی مقدمات بھی تحریر فرمائے تھے۔ اُن میں (۱) مقدمہ مسند الامام الاعظم للحصکفی (۲) مقدمہ الموطا للامام مالک بروایۃ الامام محمد (۳) مقدمہ تفسیر ابن کثیر اردو (۴) مقدمہ بلوغ المرام، اردو (۵) مقدمہ شرح الکافیہ فی التصوف (۶) مقدمہ تذکرۂ علماءِ ہند شامل ہیں۔

اِن کے علاوہ مختلف موضوعات پر کئی اہم چھوٹے بڑے علمی مقالات تحریر فرمائے، جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

نکاح واَولاد:

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء میں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔

سب سے بڑے صاحب زادے ''عبدالمعید'' نے عین شباب کے عالم میں انتقال کیا، اُس وقت وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں درجہ رابعہ کے طالب علم تھے۔ سب سے چھوٹی صاحب زادی کا بھی جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دوسرے بیٹے ''عبدالشہید'' تا حال حیات ہیں، حافظ، عالم، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جامعۂ کراچی (کراچی یونی ورسٹی) میں اعلیٰ عہدے

پر فائز ہیں، مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر دو صاحب زادیاں بھی حافظاتِ قرآن ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ملک و بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں، چوں کہ اُنھوں نے متعدّد جگہ تدریس کی تھی؛ اِس لیے شاگردوں کی تعداد بھی زیادہ ہے، اور اُن میں بڑے بڑے علما شامل ہیں۔(۱۳۹)

مولانا نعمانیؒ نے سب سے پہلے اصلاحی تعلّق اپنے جلیل القدر اُستاذ مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا تھا، اور جوانی ہی میں اِجازت بھی مل گئی تھی، اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، اُن کی وفات کے بعد برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ نے جمعرات ۲۹/ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ/۱۲/اگست ۱۹۹۹ء کو انتقال کیا۔(۱۴۰)

(۱۳۹) ۱۹۹۲ء میں برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبالؒ نے خانقاہ اِحسانیہ امدادیہ (جامع مسجد احسان، چوبرجی لاہور) میں رمضان المبارک کا اِعتکاف فرمایا تھا۔

چوں کہ مولانا نعمانی کو ان سے بھی اجازت تھی؛ اس لیے حضرت صوفی محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ اعتکاف میں انھوں نے بھی یہاں اعتکاف فرمایا۔ اِسی دوران اُنھوں نے بعض علما کی درخواست پر "ماتمسّ اِلیہ الحاجۃ" وغیرہ مختلف کتب پڑھا کر اجازتِ حدیث عطا فرمائی تھی، راقم الحروف کے تایا جان حضرت مولانا انیس احمد مظاہری حفظہ اللہ ورعاہ، اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب وغیرہ متعدّد حضرات نے اُن سے اِس زمانے میں اِستفادہ کیا تھا۔

(۱۴۰) حضرت مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لیے اِن کتب سے مدد لی گئی ہے: الف: الکلام المفید في تحریر لأسانید، محمد روح لأمین القاسمی، غایۃ الأمانی فی ترجمۃ شیخنا النعمانی، ص:۱۱۹، ۱۲۰، ط: مکتبۃ زم زم، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۱۳ء۔ ب: مرآۃ الانساب، لمحمد ضیاء الدین علوی، تذکرۂ رحیمی: مولانا عبدالحلیم چشتی، ط: الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۳۱ھ/۲۰۰۹ء۔ ج: حیاۃ العلامۃ المحدث حیدر حسن خان الطونکی، لمحمد عامر الصدیقی، ط: معہد مولانا ابوالکلام آزاد، ۱۹۹۹ء

ہمارے مولانا

از

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفیؒ

(سائبان لوگ)

ہمارے مولانا

ایک جمعے کو مسجد سے میری چپل غائب ہوگئی۔ مسجد سے جوتے چپل کا غائب ہونا تو مدت سے معمول کی بات ہے۔ حالی کو دنیا سے رخصت ہوئے اسی سال سے زیادہ مدت بیت چکی ہے۔

اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت (۱)

پس یہ بات خاصی احتیاط سے کہی جاسکتی ہے کہ ''کفش دزدیٔ مسجد'' کی روایت نے ایک صدی تو مکمل کرلی ہے۔ چپل کی چوری کے بعد میں نے اس بات کو معمول بنالیا کہ مسجد میں جوتا یا چپل اتارتے ہوئے میں اسے ''ہدیہ'' کردیتا ہوں تاکہ چور، عذاب اور سزا دونوں سے محفوظ رہے۔ اب تو جوتا میں مسجد کے اندر بھی نہیں لے جاتا، باہر ہی چھوڑ دیتا ہوں۔

چپل کی چوری کے خاصے دنوں کے بعد میں نے مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ کو یہ واقعہ سنایا اور اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ اب میرا جوتا، چپل چوری نہیں ہوتی۔ مولانا مسکرائے اور فرمایا کہ ''اب آپ کی چپل کیسے چوری ہوگی؟ آپ خاصے چالاک آدمی ہیں۔ چور تو چوری کی نیت سے مسجد میں آتا ہے۔ آپ اپنے جوتے کو ہدیہ قرار دے دیتے ہیں۔ اس کی نیت نے تو حرام چیز کو اس کا مقدر بنادیا ہے۔ وہ آپ کی پاپوش مبارک

کیسے لے جا سکتا ہے''۔ مذاق ہی مذاق میں مولانا نے نیت اور عمل کے رشتے کو ہمارے لئے روشن کر دیا۔

علم اور بالخصوص علم دین بہتوں کے پاس دیکھا ہے، مگر علم کا ایسا اطلاق اور مناسب استعمال اور تاویل نظر سے کم ہی گزری ہے۔ ہمارے مولانا بڑی سادگی سے اہم اور الجھے ہوئے مسئلوں کو حل کر دیتے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ذہن بھی مطمئن ہو جاتا ہے اور قلب بھی۔

ایک دن میں نے مولانا نعمانی سے کہا کہ ہر جمعہ کی نماز میں اور کبھی کبھی دوسری نمازوں میں بھی ایک صاحب سے مسجد میں ملنا پڑتا ہے، وہ نہایت جھوٹے اور منافق ہیں۔ دوسروں کو آزار پہنچانے میں انہیں لطف حاصل ہوتا ہے۔ ان سے مل کر بے حد تکدر ہوتا ہے اور طبیعت الجھتی رہتی ہے۔ نماز میں بھی دل نہیں لگتا۔ مولانا مسکرائے۔ فرمایا کہ ''آپ لوگ تو مسئلوں کو خود ہی الجھاتے ہیں۔ وہ صاحب آپ کو جب بھی ملیں، مسجد میں یا مسجد سے باہر، پہلے تو اپنے رب کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو ان جیسا نہیں بنایا ہے۔ یہ اللہ کے کرم کے سوا اور کیا ہے کہ آدمی نفاق اور جھوٹ سے بچ سکے۔ آج پورا معاشرہ زبان کی آفتوں میں مبتلا ہے۔ جھوٹ، بہتان، غیبت، بدگوئی، چغل خوری وغیرہ اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد ان صاحب کے حق میں دعا کیا کیجئے۔ وہ آپ کے کلمہ گو بھائی ہیں اور اس رشتے سے یہ ان کا آپ پر حق ہے''۔

مولانا عبدالرشید نعمانی سے ہمارے تعلقات اور قربت کی کہانی برسوں کے زمانے پر پھیلی ہوئی ہے۔ کراچی یونی ورسٹی کیمپس کے مکان نمبر سی۔۴ میں ہم سال ہا سال رہے۔ ہمارا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا۔ کمرے کے ساتھ چھوٹی سی بالکونی تھی۔ میں اور میری بیوی اکثر فجر کی نماز کے بعد بالکونی میں بیٹھ جاتے۔ چڑیوں کی تسبیح سنتے اور ان کے کلمات کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ گھر کے سامنے میدان تھا اور اس کے بعد یونیورسٹی کی وہ سڑک جسے جامعہ کی واحد بڑی سڑک کہہ لیجئے۔ ایک طرف وہ ہمیں جامعہ سے باہر لے جاتی ہے اور دوسری طرف دوسری سڑکوں سے ملاقات کرتی ہوئی جامعہ کے ہر حصے تک لے

جاتی ہے۔ ہمیں ایک ایسے بزرگ ۱۹۸۰ء سے نظر آنے لگے جنہیں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ہمیشہ سفید لباس، کرتا شلوار اور ہاتھ میں چھڑی۔ قد الف کی مثال۔ کہیں کوئی خم یا جھکاؤ نہیں۔ ان کو چلتے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا کہ ان کی چال ان کے کردار کا حصہ ہے۔ راستے، نپے ہوئے قدم، ہر قدم دوسرے کے برابر۔ اس دور ناہموار میں یہ ہمواری جیسے ہمارے تاریخ سے ہمارے رشتے کو جوڑ دیتی تھی۔ مجھے خیال آتا کہ یہ صاحب اپنے لباس، اپنی ریش دراز اور اپنی چال ڈھال میں سنت کی پیروی کا ہر لمحے لحاظ کرتے ہیں۔ ہر صبح ہم انہیں دیکھتے اور یوں وہ ہماری صبح کا حصہ بن گئے۔ ہمارا منظرنامہ ان کے بغیر نامکمل رہتا۔

ان دنوں فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا میرے لئے بہت مشکل تھا اور جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو ٹہلتا ہوا اس مسجد تک جاتا جو جامعہ کے دفاتر کے قریب نیشنل بینک کے سامنے ہے۔ ایک دن میں اپنے گھر کے پیچھے دو منزلہ ڈی بلاک کی چھوٹی مسجد میں نمازِ فجر کی ادائیگی کے لئے گیا۔ دیکھا کہ وہی بزرگ فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ نماز کے بعد ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ ہمارے نوجوان رفیق کار شعبہ عربی کے استاد عبدالشہید صاحب نے بتایا کہ یہ بزرگ، ان کے والد گرامی مولانا عبد الرشید نعمانی ہیں۔ مجھے جتنی خوشی ہوئی اس کا اظہار میرے لئے ممکن نہیں۔ میں ان کی علمی شخصیت اور حیثیت سے اپنے محدود علم کی حد تک آگاہی رکھتا تھا۔ اردو کی پہلی ''لغات القرآن'' کے مؤلف سے مدتوں پہلے لغات کے صفحات پر ملاقات ہو چکی تھی اور ابن ماجہ پر مولانا کی کتاب پڑھ چکا تھا، ایک مرتبہ سے زیادہ۔ یہ کتاب دو تین کتابوں کا مجموعہ ہے، تاریخ تدوین واشاعت حدیث، علم الرجال اور ابن ماجہ۔

پھر مولانا سے ہر دن بلکہ ہر دن میں کئی بار ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ہمارے گھر، ایک گھر میں بدل گئے۔ شہید میاں سے پہلے سے تعلق خاطر تھا۔ ''جوانانِ سعادت مند'' کی جماعت اب پرانی کتابوں کے صفحات ہی میں نظر آتی ہے۔ ہاں شہید میاں جیسے جوان خال خال موجود ہیں جو اب دیکھنے دکھانے کے کام آتے ہیں اور اقبال کے اس خیال کی عملی تفسیر اور دلیل ہیں کہ آدابِ فرزندی، فیضانِ نظر سے سیکھے سکھائے جاتے ہیں۔

مولانا کی خدمت میں جب مجھے قربت حاصل ہوئی تو میں نے ہمت کر کے ان سے کہا کہ وہ ہفتے میں ایک دن درس حدیث شروع کر دیں۔ مولانا اس پر رضامند ہو گئے۔ علم حدیث کا فروغ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد رہا ہے۔ مولانا کے ہاں علم اور عشق کا عجب امتزاج ہے۔ جب وہ علم الرجال، تدوینِ حدیث، اصولِ نقد و جرح، معیارِ صحت حدیث پر گفتگو کرتے ہیں تو ان علما و محدثین کے نام لوحِ ذہن پر روشن ہوتے جاتے ہیں جو ہماری علمی تاریخ کا افتخار ہیں، اور جب وہ سرورِ کائنات ﷺ کے ارشادات سناتے ہیں اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تو ان کی آواز کی لرزش اور آنکھوں کے ستارے حدیث محبت بن جاتے ہیں۔ محبت میں اتباع کا مفہوم موجود ہے۔ نعمانی صاحب کی زندگی اتباعِ رسول ﷺ سے عبارت ہے۔ چودہ صدیوں کی مسافت کو طے کرتے ہوئے وہ اپنے آقا، اپنے سردار اور اپنے آرامِ جاں ﷺ کے نقوشِ قدم تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کا علم اس سفر شوق میں ان کا رہبر ہوتا ہے۔

درس کا یہ سلسلہ ہم نے اپنے چھوٹی مسجد میں شروع کیا اور جمعے کا دن مقرر کیا۔ آغاز بہت حوصلہ افزا نہ تھا۔ دوسرے تیسرے جمعے کو بس دو حاضرین تھے۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ درس ہر دو شنبے کو میرے گھر پر نمازِ عصر کے بعد ہوگا۔ دوستوں کو اطلاع دی گئی، جامعہ کی مسجد کے نمازیوں تک درس کی خبر پہنچا دی گئی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہفتہ وار نشست ایک ادارے کی صورت اختیار کر گئی۔ الحمدللہ پندرہ سال یہ سلسلہ ہمارے جامعہ کے مکان میں جاری رہا اور اب گلشن اقبال میں ہمارے مکان پر بھی درسِ حدیث کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں توسیع ہوئی۔ برادرم ڈاکٹر منظور قریشی کے مکان پر بھی جمعہ اور اب اتوار کی صبح درس حدیث ہوتا ہے۔ جامعہ کے سلسلۂ درس میں ''الترغیب و الترہیب'' کی تمام جلدیں پڑھی گئیں، پھر ''مشکوٰۃ'' شریف ختم ہوئی اور امام ذہبی کی ''الکبائر'' کا آغاز ہوا۔ سامعین کا ایک مستقل حلقہ بن گیا جس میں جامعہ کے استادوں سے لے کر ہمارے سلیمان بھائی اور چچا (رفیع الدین صاحب مرحوم) تک مختلف علمی صلاحیتوں اور عمروں کے لوگ شامل تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو حرف شناس نہیں ہیں، لیکن

یہ حدیث کا اعجاز اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جاوداں معجزہ ہے کہ ایک متبع سنت محدث کے لبوں سے ادا ہونے والے جملے اور کلمات ان کے دلوں میں اترتے گئے اور ان میں حدیث کا ایسا ذوق پیدا ہو گیا جو عربی اور دینی مدرسوں کی اعلیٰ جماعتوں کے طالب علموں میں بھی عام طور پر نظر نہیں آتا۔ ''الترغیب والترہیب'' میں ایک ہی مضمون کی احادیث کی تکرار ہے اور کثرت سے۔ مولانا کے درس میں آنے والے بعض ''علما'' نے آنا چھوڑ دیا۔ ان سے پوچھا کہ کیوں؟ جواب ملا کہ ''تکرار میں بہت وقت ضائع ہوتا ہے''۔ لیکن ان عامیوں نے تکرار حدیث کی غایت کو سمجھ لیا اور سماعتِ حدیث علم افروزی کے ساتھ ساتھ ان کے لیے حظِ روحانی کا سبب بھی بن گئی۔ حدیث کی تاریخی صحت اور حجت ہونے پر ان کا یقین بڑھ گیا۔ مختلف راوی ایک ہی حدیث کو یکساں الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ لفظ بدل بھی جاتا ہے تو حدیث کے مفہوم میں فرق نہیں پڑتا۔

کبھی کبھی خصوصی موقعوں پر تسلسل سے قرأتِ حدیث کا سلسلہ عارضی طور پر منقطع ہو جاتا اور مولانا کسی خاص موضوع پر تقریر کرتے۔ انھوں نے علم الرجال اور اسما الرجال پر چار تقریریں کیں۔ پروفیسر ریاض الاسلام صاحب نے کہا کہ علم کے دریا کے بہنے کا ذکر تو سنا تھا، اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مربوط حوالے، تاریخی ترتیب، محدثوں کی زندگی کے سنین، کتابوں کی تصنیف و تالیف کے سال اور لطف یہ کہ کبھی کسی تحریری یادداشت کا سہارا نہیں لیا۔ عبارتوں کی عبارتیں، وہ بھی مختلف ادوار کی کتابوں کی، مولانا پیش کرتے گئے اور حفاظِ حدیث کے حافظے کے جو واقعات ہم نے پڑھے اور سنے تھے ان کی صداقت پر ایمان پختہ تر ہو گیا۔

مولانا عبدالرشید نعمانی کا رویہ بھی علم کے دریا کا ہے۔ دریا جو اپنی روانی میں بہتا رہتا ہے اور پیاسے آکر اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور آگے چل دیتے ہیں، اپنی اپنی منزل کی طرف۔ دریا کو پیاسوں سے کوئی غرض نہیں، اس کا کام تو پیاس بجھانا ہے۔ وہ پیاسوں کے چہروں کی طرف بھی نہیں دیکھتا کہ کہیں احسان جتانے کا امکان نہ پیدا ہو جائے۔

اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور کی ملازمت سے سبک دوش ہو کر جب مولانا اپنے صاحب زادے کے پاس کراچی آئے تو جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے درجۂ اختصاص کے طلبہ کی علمی اور تحقیقی رہ نمائی کرتے رہے اور پھر جب وہ رنچھوڑ لائن کے مکان سے اپنے صاحب زادے کے ساتھ کراچی یونیورسٹی منتقل ہوئے تو وہ خود طالبانِ علم کے لئے ایک ادارہ بن گئے۔ جامعۂ اسلامیہ بنوریہ ٹاؤن، دار العلوم کورنگی، پنجاب کے مشہور دینی مدارس و جامعات سے فارغ شدہ طالب علم اور استادان کے پاس طلب علم کے لئے آتے ہیں۔ ان آنے والوں میں ترکی، سعودی عرب اور مشرق وسطہ کے ملکوں سے کتنے ہی عالم آتے ہیں، مولانا کی خدمت میں کچھ وقت گزارتے ہیں اور مطمئن ہو کر لوٹ جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو سلوک و تزکیے کی منزلوں میں مولانا کی رہنمائی میں اپنا سفر طے کرتے ہیں۔ کتنے ہی وہ ہیں جو حدیث کی اجازت لینے آتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں ''سرکاری طور پر'' جو چیزیں بدلی ہیں ان میں علم دین اور اس کے تقاضے بھی شامل ہیں، مگر علمی اور دینی روایات زندہ اور باقی ہیں اور افراد کے وسیلے سے مستقبل کا سفر کر رہی ہیں۔ ایسے ہی افراد کے لئے مولانا نعمانی کی ذات ''کوہِ ندا'' کا درجہ رکھتی ہے۔ دمشق سے ایک بڑے عالم تشریف لائے، ان کا نام دنیائے عرب کی علمی دنیا میں درجۂ اعتبار رکھتا ہے۔ وہ تقریباً مولانا کے ہم عمر تھے۔ انھوں نے اجازت حدیث لی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کراچی آ کر ایک سال مولانا کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں، اگر ان کے ملک کی حکومت اور حالات نے اجازت دی۔

مولانا سے اکتسابِ فیض کے لئے آنے والے بیش تر علما انہیں کے در دولت پر قیام کرتے ہیں تاکہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔ مجھے مولانا کی عنایات نے خاصا گستاخ بنا دیا ہے۔ میں اکثر ان سے عرض کیا کرتا تھا کہ آپ کے یہ دن اور سال بہت قیمتی ہیں۔ آپ اپنی تصانیف اور علمی منصوبوں کو زیادہ سے زیادہ وقت دیجیے اور اس سلسلے کو ذرا کم کر دیجیے۔ آپ کا علم مستقبل کی امانت ہے۔ اسے ضبطِ تحریر میں لا کر مستقبل کے حوالے کیجیے۔ مولانا نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ ایک عالم کو پڑھانا سو طالب

علموں کو پڑھانے سے بہتر ہے اور یہ لوگ کتنی دور سے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تفہیم کے لئے یہاں آ کر میری عزت افزائی کرتے ہیں۔ میں اگر ان کی پزیرائی نہیں کروں گا تو قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتنی شرمندگی ہوگی۔ میں اپنے آقا ﷺ کے روبہ رو کس طرح کھڑا ہو سکوں گا۔

اصل بات یہ ہے کہ مولانا کا اپنے استادِ حدیث مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی شیخ الحدیث دار العلوم ندوہ سے جو رشتہ اور تعلق تھا اور ہے اسے وہ کبھی نہیں بھول سکے اور اب طالب علموں کے باب میں وہ اسی روایت کو اپنے عمل سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا نعمانی غالباً ایک سال ندوہ میں مولانا حیدر حسن خاں کے ساتھ ان کے کمرے میں رہے۔ مولانا حیدر حسن خاں اپنی تنخواہ نعمانی صاحب کو دے دیتے اور انھوں نے اپنے اخراجات بتا دیئے تھے۔ اتنے روپے گھر جائیں گے، یہ رقم یہاں کے اخراجات کے لئے ہے، ہم دونوں کے اخراجات کے لئے۔ یہ روپے ندوہ کے لئے ہیں اور یہ رقم غریب طلبہ کے لئے۔ مولانا اکثر اپنی گفت گو یا درسِ حدیث میں اپنے استاد کے ملفوظات بیان کرتے ہیں اور ان کے اسلوبِ حیات کو اپنے لئے چن لیا ہے۔ مولانا اگرچہ اپنے روپے اپنی جیب میں اپنے بٹوے ہی میں رکھتے ہیں مگر خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے استاد کا اتباع کرتے ہیں۔ جب انھیں ایک دینی ادارے سے چودہ سو روپے کا ''اعزازیہ'' ملتا تھا تو وہ پانچ سو روپے مسجد کے مدرسۂ حفظ القرآن کو دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین سو روپے لوگوں کو ہدیتاً دیتے یا ضرورت مندوں پر صرف کرتے اور باقی ماندہ رقم کے بارے میں کہتے کہ ہماری ضروریات سے زیادہ ہیں۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بارہا کہ ان کا رب ان کے لئے رزق کریم و جلیل کے دروازے کس طرح کھولتا ہے۔ مولانا کے ایک عقیدت مند نے ان کے لئے عمرے کا ٹکٹ بھیجا۔ اس سفرِ سعادت میں ہم بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ ایک شام مولانا کو کعبہ شریف کے باہر ایک صاحب ملے اور انھوں نے کہا، ''ابن ماجہ پر آپ کی کتاب دمشق یا بیروت (شہر کا نام مجھے یاد نہیں رہا) کے ایک ناشر نے شائع کی ہے اور وہ آپ کی

رائلٹی ادا کرنے کے لئے مضطرب ہیں۔ وہ آج کل عمرے پر آئے ہوئے ہیں اور کل ہی آپ کا ذکر آیا تھا'' ۔ پھر انہوں نے مولانا سے کہا کہ کل ان صاحب سے آپ کی ملاقات کراؤں گا۔ مختصر یہ کہ مولانا سے ناشر کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے رائلٹی کی جو رقم دی اس سے مولانا نے اپنے عقیدت مند کو عمرے کے ٹکٹ کی قیمت واپس کی۔ ان صاحب نے قبول کرنے سے بہت معذرت کی، لیکن مولانا نے بڑے تیقن مگر سادگی سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوبست کر دیا ہے تو اب آپ کو ٹکٹ کی رقم واپس کرنا ہی مناسب ہے۔

اسی طرح شہید میاں اور آپ کی اہلیہ حج کرنے کے لئے بے قرار تھے۔ ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۶ء) میں دونوں میاں بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نہیں آیا تھا۔ یوں آتش شوق اور بھڑک اٹھی۔ اس سال کے حج کے زمانہ قرعہ اندازی سے کچھ پہلے ایک سعودی متمول صاحب علم آئے اور انھوں نے ہمارے مولانا سے اجازت حدیث حاصل کی۔ حدیث اور مولانا سے ان کی وابستگی کا یہ عالم کہ حدیث کے دو ایسے مجموعے مولانا سے انھوں نے طلب کئے جن پر مولانا نے اپنے نوٹس، یادداشتیں اور حوالے لکھ رکھے تھے۔ مولانا کے لئے دنیا کا ہر کام آسان ہے لیکن اپنی کتاب کسی کو دینا بہت مشکل ہے، لیکن ان صاحب کا شوق دیکھ کر مولانا انہیں کتابیں دینے پر آمادہ ہوگئے۔ ان صاحب نے ان کتابوں کا ہدیہ پیش کیا اور پھر مولانا کی یادداشتوں اور نوٹس کی عکسی نقول بھی بھیج دیں۔ یہ ساری رقم مولانا نے شہید میاں کو دی اور کہا ''دیکھو، شاید اللہ پاک نے یوں ہمارے حج کی سبیل پیدا فرمادی ہے''۔ مولانا کا نام قرعہ اندازی میں آگیا اور ان کی برکت سے بیٹے اور بہو کا نام بھی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو ایک اور حج کی سعادت عطا کی۔ ایک بار اور مدینۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مولانا کے شب و روز گزرے، ایک بار اور انھیں سیدنا حمزہؓ اور جنت البقیع کے خوابیدگانِ خواب سے ملنے اور ان سے گفت گو کا موقع مل گیا۔

مجھے دوبار مولانا نعمانی کے ساتھ دیارِ حرمین میں وقت گزارنے کا موقع ملا ہے۔ مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ میں ان کا وجود جیسے پگھل کر نور کے قالب میں ڈھل جاتا ہے۔ مجھے تو وہاں مولانا ایک شفاف شیشے کی طرح نظر آئے۔ خلاف نوردوں اور قمر نوردوں کا

وزن خلا میں چاند پر پہنچ کر بہت کم ہو جاتا ہے۔ مولانا کے لئے مکے اور مدینے کی زمین خلا کی طرح ہے جہاں اس دنیا کی وابستگیوں اور علائق کا وزن ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سفر مولانا کے لئے شدید جذباتی دباؤ کا سبب بھی بنتا ہے۔ اسی سال کی عمر میں وہ عصر کی نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لاتے۔ یہیں روزہ کھولتے اور پھر تراویح کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ روزے کی حالت میں کم و بیش سات گھنٹے مسجد نبوی میں گزارتے، مگر اس کے باوجود انھیں یہی خیال اپنی گرفت میں لئے رہتا کہ اس شہر اور اس مسجد کا حق ادا نہیں ہو رہا ہے اور مولانا کی یہ کیفیت وطن واپس آ کر بھی کافی دنوں تک برقرار رہتی ہے۔ ان دنوں بھی مولانا کی صحت نقطۂ اعتدال پر نہیں ہے۔ اللہ انھیں سلامت رکھے۔

مولانا کے مزاج اور صحت کی اس کیفیت میں ان کے اس احساس سے اضافہ ہو جاتا ہے کہ میں اپنا کام نہیں کر رہا ہوں۔ مولانا، ڈاکٹر منظور قریشی صاحب سے ہر بار یہی سوال کرتے ہیں کہ ''کیا میں مدرسے میں پڑھانا شروع کر دوں؟ یا ڈاکٹر صاحب میں کب سے پڑھانا شروع کر سکتا ہوں؟'' مولانا مدرسۃ العائشہ للبنات میں بخاری شریف کا درس دیتے ہیں اور عارضی طور پر اس سلسلے کے منقطع ہونے پر آزردہ رہتے ہیں۔ اسی طرح شمالی ناظم آباد کی ایک مسجد میں ہر جمعے کو نماز سے پہلے درس حدیث دے رہے ہیں اور خاصی مدت سے۔ اب ہر جمعے کو اپنے نہ جاسکنے کا ملال طبیعت کو کچھ اور اداس اور نڈھال کر جاتا ہے۔

دین کے ساتھ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کے اس گہرے تعلق اور عملی انہماک نے ان کے گھرانے کو ہمارے اس دورِ پر آشوب اور عہدِ فتنہ ساماں میں ایک معیاری اسلامی گھرانا بنا دیا ہے۔ مولانا کے صاحب زادے پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی سلمہٗ کراچی یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان انھوں نے نہایت سلیقے سے مرتب کئے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کی تابعیت کا بہت اچھا جائزہ اور تجزیہ پیش کیا ہے۔ مولانا کی سب بیٹیوں نے قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ مولانا کے تین پوتے

اور تین پوتیاں قرآن حکیم حفظ کر چکی ہیں اور سب سے چھوٹے پانچ سالہ پوتے حفظ کر رہے ہیں۔ اس خاندان کو دیکھ کر اپنے مستقبل کے بارے میں اندیشے کچھ کم ہو جاتے ہیں اور اس بات کی صداقت سامنے آتی ہے کہ اگر ہمیں خاندان کی اہمیت کا اندازہ ہو تو آج بھی خاندان ہمہ گیر ثقافتی یلغار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

ہمارے مولانا نے اپنی تصانیف اور تالیفات کو متاعِ دنیوی کے حصول کا کبھی ذریعہ نہیں بنایا۔ خود کسی نے رائلٹی دے دی تو قبول کر لی۔ شاید خیال ہو کہ انکارِ کفرانِ نعمت میں شامل نہ ہو جائے۔ ''لغات القرآن'' کی تالیف کے وقت نوجوان عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق تھے لیکن اس دور کے معاشی حالات کے اعتبار سے ساٹھ روپے بہر حال کم تھے مگر مولانا کی جمعیت خاطر منتشر نہ ہوئی۔ پاکستان میں کئی ناشرین نے ''لغات القرآن'' شائع کی۔ مولانا کی اجازت اور اطلاع کے بغیر اور کسی معاوضے کی ادائیگی یا معاہدے کے بغیر۔ ایک دن مولانا نے اس صورت حال کا ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ یہ ہمارے ناشروں کا عام رویہ ہے۔ چند ہی ناشر ایسے ہیں جو مصنفوں کے حقوق کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں اکادمی ادبیات پاکستان کے صدر نشین شفیق الرحمٰن صاحب کو اس سلسلے میں لکھتا ہوں۔ خود شفیق الرحمٰن صاحب اپنے ناشر کا شکار رہے ہیں۔ ان کی کتابوں کے چھ چھ ایڈیشن ختم ہو جاتے اور ناشر صاحب یہی کہتے کہ ابھی پہلا ایڈیشن ہی ختم نہیں ہوا ہے۔ میں نے اسی شفیق الرحمٰن صاحب کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں دو ناشروں کے سلسلے میں یہی لکھا تھا کہ ان سے رائلٹی دلائی جائے۔ صبح مولانا صاحب نمازِ فجر کے بعد تشریف لے آئے۔ میں نے خط ان کی خدمت میں پیش کیا، مگر مولانا نے پڑھے بغیر واپس کر دیا اور فرمایا ''رات کو دیر تک میں اس مسئلے پر غور کرتا رہا، یہ خط نہ بھیجئے۔ دونوں ناشروں نے جو کیا وہ غلط سہی، لیکن اس سے قرآن فہمی کی فضا تو بہتر ہوگی۔ لوگ پڑھیں گے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی ہوں گے''۔ لیجئے قصہ ختم ہوا۔

ہمارے مولانا نسلاً راجپوت ہیں۔ خون اور خاندان کا شخصیت پر جو اثر پڑتا ہے

اس سے جینیات (Genetics) کے اس دور میں کون انکار کرے گا۔ شبلی نعمانی کے سوانح نگار اور نقاد ان کی دینی حمیت اور بعض اوقات شدت کو ان کی راجپوتی میراث قرار دیتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں مولانا عبدالرشید نعمانی بھی کسی سمجھوتے کے قائل نہیں۔ ان کا مسلک یہ ہے:

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

مولانا تصویر کو بنیادی طور پر ناجائز بلکہ حرام سمجھتے ہیں اور تصویر کشی کے سلسلے میں کسی دلیل کو سننے کے لئے بھی آمادہ نہیں۔ لباس کے بارے میں بھی قومی عصبیت رکھتے ہیں۔ اس مسئلے کو میں اکثر چھیڑتا رہتا ہوں۔ میں ''ستر'' کے علاوہ اسلامی لباس کی کسی اساس اور بنیاد کو اولیت نہیں دیتا، ہاں اتباع سنت کا بے حد قائل ہوں۔ میں نے کئی بار یہ دلیلیں بھی پیش کیں کہ اگر امریکا، برطانیہ اور یورپ کی آبادی کی اکثریت یا قابل لحاظ تعداد مسلمان ہو جائے تو کیا وہ شلوار کرتا، شیروانی اور عبا پہننے کی مکلف ہو گی؟ اور ہمارا یہ لباس بھی تو قرنِ اولیٰ کا لباس نہیں۔ ان سب دلیلوں کے مقابلے میں مولانا کی یہ دلیل اجتماعی پس منظر اور قومی نفسیات کے اعتبار سے بہت وزنی ہے کہ ''مغرب والوں کا قومی لباس ہی کوٹ پتلون ہے اور کسی مسلم معاشرے کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ان معاشرتی باتوں اور روایات کو برقرار رکھے جو اسلام کے مطابق ہوں مگر ہم کس رشتے سے مغربی سوٹ کو اپنائے ہوئے ہیں؟ دوسروں کے لباس، زبان اور معاشرتی طور طریقوں کو مؤقر اور باعث عزت جاننا احساس کم تری کے سوا اور کیا ہے؟ ہمارا موسم تنگ سوٹ کو عذاب جانتا ہے۔ حبس کا یہ عالم کہ سانس سینے میں نہیں سماتی اور بہتے ہوئے پسینے کی ''موجوں'' کو دریا کے پانی کی طرح آپ اپنے جسم کے میدانوں اور وادیوں میں بہتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، مگر مجال ہے جو کوٹ اور ٹائی اتر جائے''۔ مولانا ہر دن اخبار پڑھتے ہوئے ہمارے اخبارات کے بگڑے اور بگڑتے ہوئے اسلوب پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ ''ون ٹو ون ملاقات''، ''گولڈن جوبلی''، ''سیکریٹریٹ''، پرائم منسٹر''، ''کنٹرول''

''ریفرنس''، ''اینٹی ڈیموکریٹک''، مختصر یہ کہ اس راہ میں کوئی بھی ''فل اسٹاپ'' نہیں ہے۔

ہمارے مولانا انگریزی وضع کے بالوں کے لئے بھی اپنے نظام فکر میں کوئی جگہ نہیں پاتے۔ ان کے اور ان کے پوتوں کے سروں پر پابندی سے مشین یا استرا چلتا ہے۔ میری گستاخی کہ میں بچوں کے سامنے ہی اپنے اختلاف کا اظہار کرتا ہوں، ویسے دل چسپ بات یہ ہے کہ کہ مدتوں مولانا کے پوتوں کے لئے بھی یہ مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، بلکہ میاں حارث تو سر منڈوانے کا ذوق رکھتے تھے۔ میں نے کئی بار مولانا سے کہا کہ بال رکھنا، بلکہ ایسے بال جو کان کی لو تک پہنچ جائیں سنت کے عین مطابق ہیں اور آپ اس معاملے کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں؟ مولانا کی دلیل وہی قومی عصبیت کا معاملہ ہے جسے ابن خلدون نے اتنی اہمیت دی ہے۔

ہمارے مولانا کھانوں کے باب میں مشرق ومغرب کی تفریق کے قائل نہیں۔ یہاں تو حلال وطیب ہی معیار ہے۔ مولانا کو اپنی مٹھائیاں بہت پسند ہیں، کیک اور پیسٹری کے قائل نہیں ہاں کھا لیتے ہیں، مگر آئس کریم انھیں بہت مرغوب ہے۔ کہتے ہیں کہ آئس کریم کے ہر چمچے کے ساتھ لطافت، حلاوت اور ٹھنڈک جسم میں اترتی جاتی ہے۔ ہمارے بچوں کے سامنے جو کوئی نیا کھانا آتا ہے تو وہ اپنی ایک ہی دلیل پیش کرتے ہیں اور کھانے سے انکار کر دیتے ہیں ''ہم نے پہلے نہیں کھایا''۔ مولانا کھانوں کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے انھیں صفائی کا موقع ضرور دیتے ہیں۔ ''کھائے بغیر رد کرنا انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں''۔ ایک مرتبہ ہماری بیٹی عاکفہ سلمہا نے کئی ترکیبوں کو ملا کر میکرونی تیار کی۔ مولانا نے بڑے ذوق سے میکرونی کھائی اور بعد میں ایک دو بار فرمائش بھی کی۔ عاکفہ کی مسرت اور خوشی کا عالم نہ پوچھئے۔ مولانا کے ذوقِ غذا، پرکھ اور عمدہ کھانوں کی رغبت کا سبب یہ ہے کہ ان کی اہلیہ محترمہ بے حد اچھا کھانا پکاتی تھیں۔ بہت سے حلووں کے بنانے میں انہیں کمال حاصل تھا، اور گزشتہ تیس چالیس برسوں میں ان کے بنائے بنائے ہوئے حلووں سے بہتر حلوے ہم نے نہیں کھائے۔ اب تو مولانا کی اس

شکایت کو سمجھنے والے بھی کم ہوں حلووں ہوئے گے کہ اب کھانے ہلکی آنچ پر نہیں پکائے جاتے۔ بھلا ''برگر'' اور ''پیزا'' کے اس دور میں ان لطافتوں کے لئے کس کے پاس وقت ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات واسوۂ حسنہ اور ارشادات سے مولانا کی وابستگی ایک وسیع، مسلسل نمو پاتی ہوئی نامیاتی صداقت ہے۔ وہ اسی تناظر میں سیدوں کی بڑی تکریم فرماتے ہیں اور اس دور کے سیدوں کو بھی ''اہل بیت'' میں شمار کرتے ہیں۔ میں نے جب کبھی ان کے کسی پوتے کو کوئی چیز دی اور اس نے تکلفاً انکار کیا تو مولانا نے فوراً کہا، ''یہ جو کچھ دیں لے لیا کرو۔ انھی کے دروازے سے ہمیں دین ملا ہے اور اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی''۔ مولانا کے اس جملے کی وسعت اور سنگینی کے پہاڑ کے نیچے میری ذات ایک چھوٹی سی چیونٹی کی طرح دب کر رہ جاتی ہے اور میرا بس نہیں چلتا کہ اس پہاڑ کے نیچے بھی کہیں اور گم ہو جاؤں۔ مولانا کے اس احترام اور اظہار میں بھی تبلیغ کی ایک دنیا چھپی ہوئی ہے۔ اس طرح وہ ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ

میراثِ پدر خواہی علم پدر آموز

وہ کم وبیش اپنی ہر صحبت اور نشست میں اپنے اس گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ سیدوں، اعلیٰ نسب لوگوں، خوش حال اور تعلیم یافتہ حلقوں نے دین اور علم دین سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے۔ ''ہر وقت آپ لوگ مولویوں پر تنقید اور اعتراض کرتے ہیں اور خود آپ کا یہ عالم ہے کہ بہترین بیٹے کو سائنس کی تعلیم کے لئے چن لیتے ہیں۔ پھر تجارت اور کامرس اور آرٹس کی تعلیم کے لئے۔ جو بچہ کسی قابل نہ ہو اسے مدرسے بھیجتے ہیں اور اس فیصلے سے پہلے اور بہت سی متبادل صورتوں پر غور کرتے ہیں۔ اگر غریب اور کچلے ہوئے طبقے کے بچے علم دین حاصل کریں گے اور وہ بھی زکوٰۃ وخیرات پر زندگی بسر کرتے ہوئے تو وہ علما کہاں سے پیدا ہوں گے جو درباروں، سرکاروں میں بھی اقتدار کو للکار سکیں''۔ آپ میں ہمت ہو تو مولانا کی ان باتوں کی صداقت سے انکار کر دیں۔ انکار حق کی ہمت، حقائق سے رو گردانی کی ہمت۔ سچ تو یہ ہے کہ آج بھی اسلام جیسا کچھ ہمارے معاشرے میں موجود

ہے انھیں مدرسوں کی ٹوٹی ہوئی چٹائیوں کے طفیل موجود ہے۔

ایک اور چھوٹی سی بات، کم وبیش ایک صدی سے ہمارے ہاں کالجوں اور یونی ورسٹیوں کا ایک جال سا بچھا ہوا ہے مگر ان جامعات نے کتنے سرسید، کتنے قاسم نانوتوی، کتنے اشرف علی تھانوی، کتنے احمد رضا خاں، کتنے شبلی، کتنے حالی، کتنے ابوالکلام آزاد، کتنے آزاد سبحانی، کتنے سید ابوالحسن علی ندوی، کتنے محمود الحسن دیوبندی، کتنے انور شاہ کاشمیری، کتنے شبیر احمد عثمانی، کتنے حسین احمد مدنی، کتنے یوسف بنوری اور کتنے عبدالرشید نعمانی پیدا کیے ہیں؟ ضروری نہیں کہ ہر سال کا جواب دیا جائے۔ کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں جن پر غور کرنا لازم ہے اور سنجیدگی کے ساتھ۔

حواشی

ا۔ جناب کشفی نے یہ شعر موقع کی مناسبت سے لکھا ہے ورنہ حالؔی کا اصل شعر یوں ہے:

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

(کلیات حالی، جلد اول: ص ۱۰۶، مرتبہ افتخار احمد صدیقی مجلس ترقی ادب لاہور)

تاجدار علمِ حدیث

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ

از

مولانا محمد زبیر صاحب

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک–اکتوبر 1999ء)

محمد زبیر دار العلوم الصفہ سعید آباد ،بلدیہ ٹاؤن کراچی

تاجدار علم حدیث حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ

علم و تحقیق کے شناور ، محدث جلیل ،وکیل فقہ حنفی ،عاشق امام اعظمؒ حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نور اللہ مرقدہ 12 اگست 99ء بروز جمعرات صبح دس بجکر پندرہ منٹ پر انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ابتدائی تعلیم و تدریس :- حضرتؒ 29 ستمبر 1910ء کو جے پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔اپنے چچا حافظ عبدالکریم کے پاس تربیت پائی۔ان سے اور اپنے والد منشی عبدالرحیمؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور مقامی مکتب میں داخلہ لیا۔بعد ازاں مدرسہ تعلیم الاسلام بیرون اجمیری دروازہ سے منشی کا امتحان دیا۔ جسکے بعد اپنے والد مرحوم کے حکم پر علوم عربیہ کیلئے مختص ہوگئے۔اور مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں حضرت مولانا قدیر بخش بدایونیؒ سے درس نظامی کی اکثر مروجہ کتب پڑھیں۔علاوہ ازیں مولوی ،عالم اور فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔1934ء میں ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور عربی ادب میں مہارت پیدا کی۔اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ سے سند بخاری و ترمذی قراءۃً و سماعاً حاصل کی اور صحیح مسلم ،ابوداؤد اور مسند امام احمد کے علاوہ مقدمہ صحیح مسلم پوری تحقیق و ضبط کیساتھ حضرت شیخؒ سے ہی پڑھا۔انکے رفقاء درس کا کہنا ہے کہ حضرت مولانا حیدر حسن ٹونکیؒ سے جس شاگرد نے سب سے زیادہ استفادہ کیا وہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ ہیں---- حضرت مولانا نعمانیؒ اپنے اس مشفق اور خاص استاذ کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں : "حضرت شیخؒ سے اس ناکارہ کو خوب اختصاص حاصل رہا اور علم حدیث سے مناسبت انہی کی صحبت میں پختہ ہوئی اصول حدیث ،رجال ،کتب تخریج احادیث ،سنن و مسانید ، اور حدیث و شروح حدیث کی سینکڑوں کتابیں ہیں جن سے تعارف و استفادہ کا موقع وہیں نصیب ہوا۔ شیخؒ کی بھی اس ناکارہ پر نظر التفات بہت زیادہ تھی۔اور انہی کی توجہ اور دعاء کی برکت ہے جو اس ناکارہ کو کچھ علمی خدمت کی توفیق ملی"---1938ء میں معجم المصنفین کے مصنف علامہ محمود حسن ٹونکیؒ کی زیر نگرانی چار سال تک معجم کی تدوین و تالیف میں کام کیا جس سے مصنفین اسلام کے

بھرپور تعارف سے روشناس ہوئے۔ اس کے بعد ندوۃ المصنفین کے رفیق بن کر اپنی پہلی مایہ ناز کتاب 'لغات القرآن' تصنیف فرمائی--- 1942ء میں پاکستان تشریف لائے۔ ابتدائی دو سال ٹنڈوالہ یار میں تدریس فرمائی جسکے بعد کراچی تشریف لاکر بنوری ٹاؤن میں فقہ اور اصول حدیث کی کتابیں پڑھائیں اور علم حدیث میں بخاری شریف کے علاوہ تمام متداول کتابوں کی تدریس کی سعادت حاصل کی۔ اسکے بعد بہاولپور یونیورسٹی میں بھی علمی خدمات جاری رکھیں۔ پھر جب دوبارہ کراچی تشریف لائے تو ایک دن حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولاناؒ کو دو رکعتیں پڑھنے کو کہا اور خود بھی دو رکعتیں پڑھیں۔ بعد میں دعاء فرمائی اور اس علمی ہیرے کو (جسے وہ صدیقی، اور اخی، لکھا کرتے تھے) کو بنوری ٹاؤن میں علم دین کی خدمت و اشاعت کیلئے مقرر فرمایا۔ آپس کے خاص تعلق کی بناء پر مولانا نعمانی نے جب تک قوت رہی۔ اس عہد کو خوب نبھایا۔ اور ایک عرصہ تک بنوری ٹاؤن میں استاذ الحدیث اور تخصص فی الحدیث کے نگران کی حیثیت سے کتاب و سنت کے موتی بکھیرتے رہے۔ ابتداء میں روزانہ بذریعہ بس جایا کرتے تھے، لیکن جب ضعف اور امراض نے گھیرا اور آمد و رفت ممکن نہ رہی تو کراچی یونیورسٹی میں ہی ہر جمعرات تحقیقی درس شروع فرمایا جو کافی عرصہ تک جاری رہا--- آپکے بے شمار شاگردوں میں ڈاکٹر حبیب اللہ مختار، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبداللہ کاکا خیل، مفتی محمد عیسیٰ گورمانی بطور خاص ہیں۔

علمی انہماک : حضرت مولاناؒ کا سب سے نمایاں اور ممتاز وصف انکا علمی انہماک ہے جو ہمارے لئے بلاشبہ قابل تقلید ہے۔ مطالعہ انکا سب سے محبوب مشغلہ تھا ہر وقت مطالعہ و تحقیق میں مشغول بلکہ منہمک اور مستغرق رہتے تھے۔ حتیٰ کہ عیدین کے موقع پر بھی مطالعہ کے معمول میں کمی بیشی نہ فرماتے تھے۔ ذاتی ضروریات کیلئے بہت کم گھر سے باہر نکلتے تھے۔ علم و عمل، علمی مجالس اور ان میں علمی گفتگو اور اہل علم سے بے حد محبت فرماتے تھے۔

چند تصانیف پر ایک نظر : حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس اللہ سرہ، محدثین کے اس قافلہ دعوت و عزیمت کے ایک فرد تھے جس نے متقدمین کے طرز پر امت کی خدمت کی ہے اللہ تعالیٰ نے علم حدیث اور فن اسماء الرجال پر انہیں جسقدر وسیع اور گہری نظر عطا فرمائی تھی،

وہ اس دور میں کمیاب بلکہ نایاب ہے --- اپنی خداداد صلاحیتوں اور علوم دینیہ میں پختہ استعداد کی وجہ سے اور ساتھ ساتھ ، تحقیق و مطالعہ میں مسلسل مشغولیت کی بناء پر تصنیف کے میدان میں قابل رشک علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ انکی تصنیفات انکی اعلیٰ بصیرت کا نتیجہ ہیں۔ ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' اور ''الامام ابن ماجہ وکتابہ فی السنن'' میں مندرجہ ذیل عنوانات پر مفصل مباحث انکی علمی عظمت کا ثبوت ہیں ..... امام ابن ماجہؒ کی سوانح عمری ، تاریخ و تدوین حدیث ، کتابت حدیث ، رُواۃ اور بُلدان کی مفصل تحقیقی مباحث ، کتب خمسہ کی شروط و شروح ، ابن ماجہؒ کے صحاح میں داخل ہونے ، موضوعات ابن ماجہ کی منصفانہ تحقیق ..... علاوہ ازیں ''التعقیبات علی الدراسات'' اور ''التعلیقات علیٰ ذب ذبابات'' ''التعلق علے مقدمہ کتاب التعلیم'' اور دیگر بے شمار علمی ذخیروں پر آپکے مقدمات اور مفصل تعلیقات کی طویل فہرست ہے۔ مزید کئی موضوعات پر مفید رسائل بھی تحریر فرمائے۔ جو عنقریب ''مقالات النعمانی'' کے نام سے شائع ہونگے --- طالب صادق اگر مولاناؒ کے ان مقدمات و مقالات کو پڑھے اور غور و فکر سے کام لے تو اپنادامن قیمتی موتیوں سے بھر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت اور مولانا عبدالرشید نعمانیؒ حضرت مولاناؒ کو فقہ حنفی ، امام ابو حنیفہؒ اور ائمہ حنفیہ سے خاص عشق تھا۔ امام اعظمؒ کی تعریف و تذکرہ سے خوش ہوتے تھے بعض اوقات انکاذکر کرتے ہوئے آپؒ پر گریہ طاری ہو جاتا --- اپنی بصیرت کی بناء پر امام ابو حنیفہؒ کی خدمات حدیث اور ان کے شغف علم حدیث پر بڑا احساس اور بیدار دل پایا تھا۔ بلاشبہ یہ انکے قلب کی سعادت مندی ہے۔ اس سلسلہ میں ''سیرت امام شافعی پر ایک نظر'' میں مولف کی طرف سے امام صاحبؒ پر بے جا اعتراضات کا پورے یقین کے ساتھ رد فرمایا۔ ''مکانۃ الامام ابی حنیفہ'' ''ماتمس الیہ الحاجہ'' ''اور مقدمہ کتاب للآثار'' میں علم حدیث کی دیگر مباحث کے علاوہ امام صاحبؒ کی محدثانہ حیثیت پر پوری بصیرت کیساتھ قلم اٹھایا۔ اور دلائل و شواہد کی روشنی میں اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ نیز حنفیت پر فریق مخالف کے اعتراضات کا علمی محاسبہ کر کے ائمہ حنفیہ کی وکالت و ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

مقدمہ کتاب للآثار پر ایک نظر : کتاب للآثار پر حضرت مولاناؒ کا عجیب و غریب تحقیقی مقدمہ علم حدیث اور امام صاحبؒ کے شغف حدیث پر وسعت نظر کا واضح ثبوت ہے اس مقدمہ میں

مصنف (امام اعظمؒ) کی جلالت قدر، صحت کاالتزام، حسن ترتیب، قبولیت عام، استیعاب مباحث، نسخوں کی تحقیق، پر جامع تذکرہ موجود ہے۔ اور مذکورہ مقدمہ میں "ایک غلط فہمی کا ازالہ" کے عنوان سے پہلی مرتبہ پوری تحقیق وقطعیت کیساتھ یہ ذکر فرمایا ہے کہ "کتاب الآثار" امام ابو حنیفہؒ ہی کی تصنیف ہے۔ اس سلسلہ میں ملا جیونؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندوی اور دیگر حضرات کے وہ اقوال جو اس نظریہ کے خلاف ہیں انکا علمی تجزیہ اور وضاحت کی ہے۔ علاوہ ازیں قطعیت اور دلائل کیساتھ یہ بات ذکر کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کو شرف تابعیت حاصل ہے۔ اس سلسلہ میں عام طور پر امام صاحبؒ کی تین روایات جو صحابہ سے مروی ہیں وہ اہل علم کے سامنے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا نعمانیؒ مزید ایک ایسی حدیث پر مطلع ہوئے جو امام صاحبؒ نے صحابی سے روایت کی ہے۔ حضرت مولاناؒ کی وفات سے قبل امام صاحب اور حدیث سے متعلق جس کام میں مشغول تھے وہ یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کی وہ روایات جو مختلف کتب احادیث میں موجود ہیں انہیں یکجا اور جمع کر رہے تھے -- اسیطرح پوری وضاحت کیساتھ ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ امت میں پہلے محدث ہیں کہ جنہوں نے علم حدیث کو باقاعدہ فقہی ابواب پر مرتب فرمایا ہے جس کے بعد امام مالکؒ اور دیگر حضرات نے امام صاحب کے اس طریقہ کا اتباع کیا ہے۔

حضرت نعمانی قدس اللہ سرہ کی ان علمی تحقیقات کو یقیناً انکے "تجدیدی علمی نکات یا کارنامے قرار دیا جاسکتا ہے۔ حدیث ورجال پر گہری نظر، علمی تصنیفات، اور نادر تحقیقات کی بناء پر کبار اہل علم کا کہنا ہے کہ اس دور میں علم حدیث اور فن اسماء الرجال پر حضرت مولاناؒ ہی کو اللہ تعالی نے سب سے زیادہ وسعت نظری اور مہارت عطا فرمائی ہے۔ --- راقم الحروف کے استاذ ومربی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ حضرت مولاناؒ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں علم حدیث پر ایوارڈ دیا جائے۔

کبار اہل علم کا اعتراف : جب مولانا عبدالرشید نعمانیؒ جب بہاولپور یونیورسٹی سے علیحدہ ہوگئے تو حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ نے انہیں خط لکھا جس میں تحریر فرمایا "...... آپ جن کمالات کے حاوی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے آپکا بدل اس ادارہ کو ملنا دشوار اور سخت دشوار ہے"۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی تحریر فرماتے ہیں۔ آپ تاریخ، حدیث ورجال اور بعض

دیگر فنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کی کتب پر عالمانہ نظر رکھتے ہیں۔ محنتی، سادہ مزاج اور مستعد عالم ہیں۔ (سال اول کی سالانہ روئیداد ۶۹۔۷۰ ۱۳)۔۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں .... "میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقعہ کمال کی بنیاد پر اسکے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارنہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین و تصنیف وغیرہ سے ہو کو حسن و خوبی کیساتھ انجام دے سکتے ہیں کیونکہ ان خدمات کیلئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے اسکا کافی حصہ انہوں نے جمع کر لیا ہے"۔۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جب اپنی مایہ ناز کتاب معارف السنن کی جلد اول مکمل کر لی تو ایک نسخہ پر یہ تحریر لکھ کر ھدیۃً بھیجا۔ اقدمه الیٰ صدیقنا المحقق مولانا الشیخ محمد عبدالرشید النعمانی حفظه الله تقدیراً لجلیل ماثره فی الرجال والحدیث۔ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے "المدخل" پر مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کا تبصرہ پڑھا تو مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کو ایک خط میں لکھا .... "ایها الاخ! هذا مولانا عبدالرشید فظهر شجاعاً کبیراً(فی میدان العلم والتحقیق) و بهذه المقالات العلمیه المحققه نطمئن بعض اطمئنان بان یبقی فینا وارثوا مذایا اکابرنا و مذایاتهم" "ارے بھائی! یہ مولانا عبدالرشید تو علم و تحقیق کے میدان میں چھپے ہوئے رستم نکلے۔ ایسے تحقیقی، علمی مقالات، سے کچھ اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی ہمارے اکابر کی خصوصیات کے وارث اور انکی خصوصیات باقی ہیں۔ علامہ شیخ احمد رضا البجنوریؒ قسم تراجم المحدثین میں رقمطراز ہیں ......

وسائر تصانیفه فیها تحقیقات فریدة بدیعة وافکاره المحققه فی مقد ماته و تعلیقاته تشبه طریقه العامه الکوثریؒ فی تصانیفه الخ۔ یعنی اپنی تصانیف میں علامہ کوثری سے مشابہت رکھتے ہیں الخ مقدمہ انوار الباری۔ (ص ۲۷۹) تبحر اور جید شامی حلبی عالم علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (جنہوں نے مولانا نعمانیؒ کی دو کتابوں مکانۃ الامام ابی حنیفہ اور الامام ابن ماجہؒ پر بھی کام کیا ہے) تحریر فرماتے ہیں۔ وهو من افذاذ العلماء المحققین فی تلك الدیار علماً و فهماً و زهداً وتقیً اوقاته معموره لیلاً ونهاراً بذکرٍ و تلاوة او وعظ وارشاد او تحقیق و مطالعة او تدریس و تعلیم، او تسنیف و تالیف، واکبر شغلهالدرس والافادة والبحث والمطالعه — (الامام ابن ماجه و کتابه فی السنن ص ۱۷) مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب

دامت بر کاتہم العالیہ اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں..... (مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے شاگردوں میں) بہت سے علمی خدمات میں مشغول اور ملک میں نیک نام ہیں۔ لیکن مولانا کے تلمیذ ارشد اور انکے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دولت مولانا عبدالرشید نعمانی ہیں۔ انکے علمی کام تعارف کا محتاج نہیں۔ مولانا حیدر حسن خانؒ کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا مولانا کو بھی ان سے بڑا تعلق اور ان پر اعتماد تھا۔ (پرانے چراغ ص ۲۔ ۲۱۰)---اپنے اس دیرینہ رفیق کی وفات پر مولانا علی میاں مدظلہم کو بڑا قلبی دھچکا لگا۔ وفات کے دن اپنے فیکس مراسلہ میں ارشاد فرمایا "کل اچانک پاکستان سے ایک فون پر اپنے محب، محبوب رفیق وہم استاذ مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کے حادثہ ءوفات کی اطلاع ملکر دل کو چوٹ لگی۔ اس وقت معاصرین میں جو تعلق اور مناسبت مولانا سے تھی وہ کم کسی سے ہوگی وہ ہمارے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولنا حیدر حسن صاحب کے ممتاز ترین شاگرد تھے۔ اللہ انکی خدمات قبول فرمائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت فیوضہم مولانا نعمانیؒ کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں...... آپکا گرامی نامہ پڑھ کر بے ساختہ امامِ مسلمؒ کا فقرہ دہرانے کو جی چاہتا ہے۔ دعني يااستاذ ان اغسلُ عن قدميك "(اے استاذ مجھے اپنے قدم دھونے کی اجازت دے دیجئے) "محقق العصر کا خطاب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "آپکی مصروفیات اسکی اجازت نہیں دیتیں ورنہ جی چاہتا ہے کہ میری کوئی تحریریا کتاب آپ کی نظر ثانی کے بغیر شائع نہ ہو۔

اسکے علاوہ شیخ وقت حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ کے علمی موضوعات اور تحقیقی مکالموں اور گفتگو پر مشتمل خطوط کی کافی تعداد ہے۔ ہمیں امید ہے کہ انکے لائق و فائق اکلوتے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی ان مکتوبات کو شائع کرینگے۔ یقیناً ہم جیسے طالبین کیلئے مکتوبات کا یہ مجموعہ تحقیق و دلچسپی کا خوبصورت مرکب اور شاہکار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور خدمت دین کے لئے قبول فرمالیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانیؒ (کراچی)

از

ڈاکٹر عمران فاروق صاحب

(حیاتِ انوری)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

حیاتِ انوری

سوانح، ارشادات و مکتوبات

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ ارشد وخلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
وخلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

ڈاکٹر عمران فاروق

مقدمہ

حضرت مولانا مجاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

فاضل دار العلوم ڈابھیل

ترتیب وحواشی

محمد راشد انوری نبیرہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ
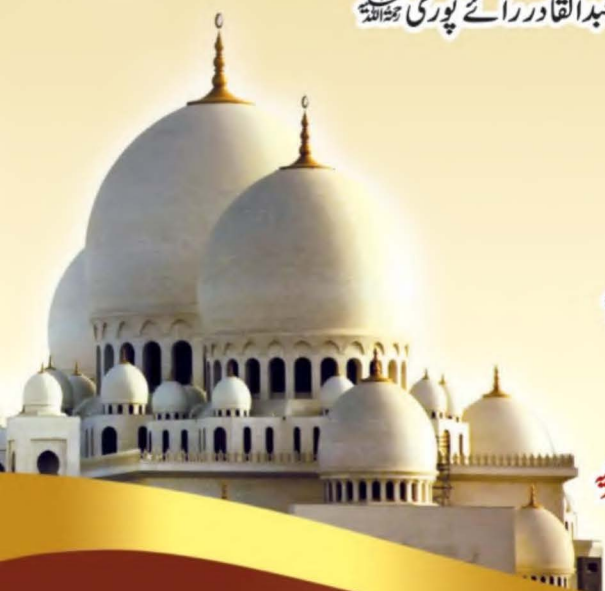
حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی):

آپ کی ولادت 1915ء میں جے پور میں ہوئی، ابتدائی تعلیم قرآن مجید، فارسی اور خطاطی گھر ہی پر حاصل کی اس کے بعد مولانا قدیر بخش بدایونی سے باقی علوم میں تحصیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ درسِ نظامی کے بعد 1934ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر حضرت شیخ حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث و پرنسپل ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تخصّص فی الحدیث کیا۔ ان کے علاوہ ان کے برادرِ معظم مولانا محمود حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے اور حضرت مولانا یٰسین کے واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک

اجازت حدیث حاصل کی۔

حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ خود شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ مصر، شام، عراق، ترکی، سعودی عرب، افریقہ اور یورپی ممالک کے طلباء حدیث ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لُغات القرآن آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔ جامعہ بہاولپور اور پھر نیو ٹاؤن کراچی میں تدریس فرمائی۔

مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شیخ حیدر حسن خاں ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے جو حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا نعمانی کو انھوں نے خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت وخلافت تھی۔

مولانا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واجازت کا شرف حاصل ہے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے توسل کی سعادت کیسے حاصل ہوئی اس کا مختصر حال بیان فرماتے ہیں:

> ''مَیں 1945ء میں جے پور میں تھا تبلیغی جماعت کا حالی پور (جے پور ریاست) میں جلسہ ہوا وہاں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ دوران گفتگو تصوف کا ذکر چل پڑا۔ شیخ الحدیث نے اس سلسلہ کے اندر بیعت کی طرف توجہ دلائی اور یہ وعدہ کیا کہ سہارن پور آنا، اب دل میں خیال ہوا کہ تجربہ کیا جائے پھر 1946ء میں جب مرکز میں ہم نے رمضان گذارا تو وہاں شیخ الحدیث بھی تشریف فرما تھے، ایک روز انھوں نے جب ہم لوگ

مسجد میں معتکف تھے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ میں نے کہا ان شاء اللہ رمضان کے بعد سہارن پور حاضری ہوگی، چنانچہ رمضان المبارک کے بعد شوال میں سہارن پور پہنچا اور شیخ سے عرض کیا اتنا مجاہدہ جو آپ لوگ کرتے ہیں، ذکر جہر وغیرہ کا، یہ ہمارے بس کا نہیں، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ہم جب اپنے شیخ سے بیعت ہوئے تو ہمیں حضرت نے علمی کام سپرد کیا اور ہم اپنے علمی مشاغل میں لگ گئے لیکن کچھ دنوں بعد ہم نے دیکھا کہ ہمارے اندر تبدیلی ہو رہی ہے۔

شیخ الحدیث ہماری باتیں سنتے رہے فرمایا کہ اچھا ایسا ہی ہوگا میں نے مسجد میں جا کر تین مرتبہ استخارہ بھی کر لیا تھا اس حوالہ سے کہ شیخ الحدیث سے بیعت ہونا چاہیے یا نہیں، مگر شیخ الحدیث اس وقت بیعت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور کہا رائے پور جاؤ۔

اتفاق کی بات ہے کہ دوسرے روز علی الصبح حضرت رائے پوری مع مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی تشریف لائے، شیخ نے اپنے حجرے میں میرے داخل ہوتے ہی فرمایا یہ آپ کے ساتھ رائے پور جائیں گے، یہ ''لغات القرآن'' کے مصنف ہیں، یہ سنتے ہی مولوی حبیب الرحمٰن لیٹے سے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے، میں نے تمہاری ''لغات القرآن'' کا جیل میں مطالعہ کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری چائے پینے کے بعد رائے پور کی طرف روانہ ہو گئے، میں بھی ہم رکاب تھا، وہاں حضرت سے بیعت کے لیے عرض کیا تو حضرت نے وہی فرمایا میرے ہاں تو رٹہ لگتا ہے چکی پیسنی پڑتی ہے پھر انہوں نے ہماری وہ بک بک جھک جھک اور شیخ الحدیث سے جو بحث مباحثہ ہو رہا تھا وہ سب ہی دہرا دیا۔

میں نے بیعت کے لیے اصرار کیا تو فرمایا اچھا! ذکر بتا دیتا ہوں بیعت شیخ الحدیث ہی سے ہو جانا، چنانچہ میں تین دن قیام کر کے پھر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر سہارنپور روانہ ہو گیا۔ ہاں اس بات کا ذکر بھول گیا کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت صبح نماز کے بعد ٹہلنے کی تھی اس روز حضرت گنڈور کے پل پر جہاں سے بس سہارنپور کو جاتی ہے مجھے چھوڑنے کے لیے وہاں تک تشریف لائے، یہ اس ناکارہ پر حضرت کا غیر معمولی اکرام تھا جس کی توقع بھی میں نہیں کر سکتا تھا، یہ زمانہ گرمیوں کا تھا۔

پھر میں وہاں سے بس میں سوار ہو کر سہارنپور پہنچا، شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضرت نے پوچھا کیا لڑ کر آئے ہو، میں نے کہا وہاں لڑائی کا کیا سوال ہے، وہاں تو اور ہی مضمون ہے۔ حضرت نے ذکر بتا دیا ہے اور بیعت کے لیے آپ سے کہا ہے، شیخ نے فرمایا، فوراً واپس جاؤ۔ بس اس وقت کھانا کھا لو اور واپس جاؤ اور حضرت ہی سے بیعت کرو،

چنانچہ میں کھانا کھانے کے بعد واپس رائے پور چلا گیا، رائے پور اور سہارنپور میں تقریباً تیس میل کا فاصلہ ہے واپسی گنڈور کے پل سے ہوئی تو بدن پسینہ سے شرابور تھا، سخت گرمی تھی، دوپہر کو حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حضرت نے پوچھا کیوں واپس آئے؟ میں کہا بیعت کے لیے۔ حضرت کو میری حالت پر رحم آ گیا۔ اور ترس کھا کر بیعت فرمالیا، اور پھر فرمایا کہ مجھے بھی حضرت شاہ عبدالرحیم نے پہلے ذکر ہی بتایا تھا اسکے چار مہینے بعد بیعت لی تھی۔ پہلے چند دن رائے پور میں گزار کر آئندہ پورا چلہ رمضان کا گذارا۔ پھر حضرت کی وفات تک رائے پور جانا نصیب نہیں ہوا، البتہ جب حضرت پاکستان تشریف لایا کرتے تھے تو کوشش کرتا تھا کہ ایک چلہ رمضان میں حضرت کے ساتھ پاکستان میں ضرور گذارا جائے۔ حضرت کی وفات تک یہی معمول رہا، حضرت کی وفات ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو ہوئی۔" (غیر مطبوعہ انٹرویوص 46، از پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود)

آپ کے بیٹے مولانا عبدالشہید صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

"واضح رہے کہ تقسیم ہند کے بعد حضرت رائے پوری ہندوستان ہی میں مقیم رہے، چونکہ پاکستان میں آپ کے متوسلین اور روحانی ارتباط رکھنے والوں کا ایک وسیع حلقہ تھا، اس لیے ان کے بیحد اصرار پر آپ کی پاکستان آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا، تقریباً ہر سال آپ پاکستان تشریف لاتے اور کئی کئی ماہ قیام فرماتے جہاں آپ قیام کرتے وہ جگہ خانقاہ کی صورت اختیار

کر جاتی۔

حضرت والد صاحب بھی بالالتزام حضرت کی پاکستان آمد کے بعد آپ کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔ آپ نے لاہور، فیصل آباد، مری اور دیگر مقامات پر حضرت کی صحبت میں کئی کئی ماہ گذارے راقم الحروف کو بھی حضرت والد صاحب کی معیت میں میں حاجی متین احمد صاحب کی کوٹھی واقع ایمپرس روڈ لاہور میں ایک چلہ گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی، (حضرت والد صاحب میرے متعلق لکھتے ہیں کہ) اور اس کی نہایت خوش بختی ہے کہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے از راہ شفقت کمسنی کے باوجود اسے بیعت کی سعادت سے نوازا، اور بیعت کے بعد بطور وظیفہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین کی۔

حضرت کا پہلا سفر پاکستان مورخہ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ (جنوری 1949ء) براستہ کراچی بذریعہ ہوائی جہاز ہوا، ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ کو کراچی تشریف آوری ہوئی اور چار روز قیام رہا اس دوران حضرت رائے پوری نے والد صاحب کی قیام گاہ کو بھی رونق بخشی اور خواتین کو بیعت کی سعادت سے نوازا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پورے سفر میں از ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ تا ۷ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں رہے۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ کو رخصت کے موقع پر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت

بیعت مرحمت فرمائی۔

والد صاحب اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ متمنی اللہ المسلمین بفیوضہم و برکاتہم کی تشریف آوری پاکستان کراچی میں 25 جنوری 1949ء کو ہوئی ، اور فقیر کو برابر 7 اپریل 1949ء بمطابق ۷ جمادی الثانی ۱۳۶۸ھ شرف معیت نصیب رہا اور واپسی پر حضرت نے فرمایا ''جو ذکر پوچھے اسے بتا دینا۔''

حضرت مولانا انوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت والد صاحب کے درمیان جو خط و کتابت رہی ہے اس کے بعض خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت والد صاحب تصوف اور احوال قلب کی بعض کیفیات کے ذیل میں حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ میں رہتے تھے۔''

1999ء میں 85 سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور کراچی یونیورسٹی میں تدفین ہوئی۔

اولاد:

محمد عبدالمعید نعمانی مولانا کے بڑے بیٹے تھے جوان کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ چھوٹے بیٹے ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی جامعہ کراچی میں شعبہ عربی کے عہدہ چیئرمین سے ریٹائر ہوئے ہیں۔

(مزید تفصیل کیلئے کتاب ملاحظہ کریں ''سبدِ گل'' ص 60 از ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی)

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی ندویؒ

از

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب

(یادوں کے چراغ)

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حصہ اول

مرتبین

محمود حسن حسنی ندوی - محمد مستقیم محتشم ندوی (بھٹکلی)

ناشر

مکتبة الشباب العلمیه، لکھنؤ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی ندویؒ

بروز پنجشنبہ ۲۹/ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ (۱۲ اگست ۱۹۹۹ء) برصغیر کے ایک بڑے موقر عالم دین اور استاذ حدیث مولانا محمد عبدالرشید نعمانی جے پوری نے کراچی پاکستان میں رحلت فرمائی اور علمی حلقوں میں وہ خلا چھوڑ گئے جس کا پر ہونا آسان نہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

مولانا نہ صرف یہ کہ ایک بڑے محدث، صاحب نظر اور صاحبِ ذوق عالم تھے بلکہ قحط الرجال کے اس دور میں علمائے سلف کی یادگار اور محدثین متقدمین کا نمونہ تھے۔

تقریباً بیس سال قبل مولانا عرصہ دراز کے بعد ہندوستان تشریف لائے تھے، شعبان کی ۲۹ تاریخ کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں تشریف آوری ہوئی، مولانا کی آمد پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی خوشی اور مسرت وانبساط کو دیکھ کر محسوس ہوا کہ ان دونوں کے درمیان غیر معمولی تعلق ہے اور یہ تعلق دو مضبوط رشتوں کی وجہ سے تھا۔ ایک اہم استادی کا رشتہ کہ دونوں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی کے عزیز شاگرد تھے دوسرے یہ کہ دونوں کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت وارادت کا تعلق تھا اور دونوں کو ان سے اجازت حاصل ہوئی۔

مولانا کا آبائی وطن جے پور (راجستھان) تھا، ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ کو غالباً اکتوبر کے مہینے میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم متوسطات تک اپنے وطن ہی میں حاصل کی، تکمیل کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا، جہاں مولانا ہی کے وطن جے پور سے متصل شہر ٹونک کے مشہور عالم ومحدث جلیل حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ منصب اہتمام پر فائز تھے، اور حدیث کی منتہی کتابوں کا درس بھی ان ہی سے متعلق تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب راجستھان راجپوتانہ کے طلبہ خال خال ادھر کا رخ کرتے تھے۔

مولانا مرحوم مسلسل چار سال دارالعلوم میں تکمیل کے لیے مقیم رہے، عربی ادب کے کئی اساتذہ سے بھی استفادہ کیا، مگر مولانا کی توجہ کا اصل محور مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی کی ذات گرامی تھی، جو اس وقت دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور حدیث میں مرجع کی حیثیت رکھنے والے یمنی عالم علامہ حسین بن محسن انصاری (خزرجی) کے خاص تلامذہ و مستفیدین میں تھے۔

مولانا نعمانی نے مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ سے بھرپور استفادہ کیا اور شب و روز حاضر باش رہے، انھوں نے مولانا کو خلوت و جلوت، مشغولیت و راحت اور رات دن کے مختلف حصوں میں بے تکلف دیکھا، مولانا کی صفات و کمالات اور زاہدانہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ان کے سامنے تھی، جس کو انھوں نے اپنی زندگی میں اس طرح جذب کرلیا کہ گویا وہ مولانا کے مثنیٰ بن گئے، یہیں سے ان کے اندر حدیث کا وہ ذوق پیدا ہوا جس نے ان کو متقدمین محدثین کی صف میں لا کھڑا کردیا، اور یہیں ان کو زہد کا وہ ذائقہ ملا جو اسلاف کی میراث ہے۔

مولانا کے اسی شوق و طلب کو دیکھتے ہوئے (جس میں ہم وطنی کا ایک رشتہ بھی شامل ہوگیا تھا) مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ نے خصوصی شفقت و توجہ فرمائی اور تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا خیال رکھا جس نے مولانا نعمانی کے ذاتی جوہر کو جلا بخشی، اختصاص فی الحدیث اور تعمق فی العلم کے ساتھ ان کی عملی زندگی میں بھی ایک امتیازی شان پیدا ہوگئی، مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ خود حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے اجازت یافتہ اور صاحب سلسلہ تھے، ان کی جوہر شناس نگاہ نے مولانا کے اس امتیازی وصف کو بھانپ لیا اور سند فضیلت کے ساتھ ہی اجازت بیعت و ارشاد سے بھی سرفراز فرمایا۔

بعد میں انھوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے وابستگی اختیار کی اور یہاں سے بھی اجازت و خلافت پائی۔ لیکن ان کے اندر برابر اصلاح و استفادہ کا جذبہ کارفرما رہا، اور حضرت کے خلفاء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے مناسبت محسوس کر کے ان سے رجوع کرلیا اور ان سے اپنے تمام معاملات میں رہنمائی لینی شروع کردی اور ان کی جانب سے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا نعمانی نے

دین کی خدمت کے لیے حدیث شریف کو موضوع بنا کر کئی اہم تصنیفات یادگار چھوڑیں، جن میں ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، دوسروں میں حدیث کا ذوق پیدا کرانے کا بھی انھیں بڑا ملکہ حاصل تھا، بہت جلد طلبہ ان سے مانوس ہو جاتے اور تھوڑی صحبت میں بہت کچھ سیکھ لیتے، ۱۴۱۰ھ میں ندوۃ العلماء کے ذمہ داران نے کچھ وقت ندوۃ العلماء کے احاطے میں گزارنے اور علمی فیض سے طلبہ واساتذہ کو مستفید کرنے کی دعوت دی، جسے انھوں نے خوشی سے قبول کیا اور دو ماہ کا عرصہ قیام فرما کر طلبہ واساتذہ کو خوب مستفید کیا، ان کی علمی جلالت شان کا اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی کتاب ''مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث'' اور ''ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه'' کو حدیث کے شہرۂ آفاق عالم دین ومحقق علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے ایڈٹ کر کے شائع کرایا، مولانا کی ایک اہم کتاب لغات القرآن بھی جو مولانا نے ندوۃ المصنفین کے ذمہ داروں کی خواہش پر تصنیف کی تھی مگر اس کی دو جلدیں مرتب کر سکے اس کی اخری جلد مولانا عبدالدائم جلالی کے قلم سے مکمل ہوئی تین جلدوں میں یہ کتاب اردو زبان میں اگر دیکھا جائے تو ان موضوع پر منفرد نظر آتی ہے اس میں مولانا کا تحقیقی ذوق سامنے آیا ہے اور اس کی حیثیت ایک مرجع کی ہوگئی ہے اس کے علاوہ مولانا کے متعدد رسائل ردناصبیت پر لکھے گئے ہیں اور بعض حلقوں میں ردشیعیت کے نتیجہ میں جو غلو پیدا ہوا مولانا نے اس کا مقابلہ کیا۔

مولانا کے ایک صاحبزادے مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی ہیں، جو کراچی یونیورسٹی میں ایک عرصے تک پروفیسر رہے، اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور علمی خدمت میں مشغول ہیں، وہ بھی اچھا علمی وتحقیقی مزاج رکھتے ہیں، اور اپنے والد کے نقش قدم پر ہیں، بھائیوں میں مولانا عبدالحلیم چشتی نعمانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جو ان کے دامن تربیت اور فیض صحبت سے وابستہ رہے، اور وہ ان کی ہی جگہ پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں علم حدیث میں فضلاء کی تربیت کا کام انجام دے رہے ہیں۔

مولانا نعمانی کی وفات کو علم دین کے تمام حلقوں میں بڑا خسارہ سمجھا گیا اور خدمت حدیث وعلوم اسلامیہ کے اہم شخص کے رخصت ہوجانے کا غم امت نے محسوس کیا، مولانا کا حادثہ وفات اہل ندوہ نے خاص طور پر زیادہ محسوس کیا کہ ان کا ندوۃ العلماء سے استفادہ اور افادہ دونوں کا تعلق رہا تھا اور ۱۹۹۰ء میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا علی میاںؒ کی دعوت پر ندوہ وہ تشریف لائے تھے اور دوماہ تک سال کے آغاز میں طلبہ کو صحیح بخاری شریف کا درس دیا، اس کے علاوہ اصول حدیث کا بھی درس دیا، اور حدیث کے موضوعات طلبہ کو تحقیقی ذوق وتصنیفی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے دئے، اساتذہ کے لئے بھی استفادہ کا بہترین موقع تھا جس کی انہوں نے قدر کی اس طرح ان کے قیام سے ندوہ کو فائدہ ہوا مولانا نے زمانہ طالب علمی میں دارالعلوم کے احاطہ میں رہ کر خوب استفادہ کیا تھا اور یہاں کے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا لیکن وہ باضابطہ یہاں کے فارغ نہ تھے لیکن آخر میں ندوۃ العلماء میں ان کی تشریف آوری اور قیام کی مناسبت سے ان کی تکریم میں حضرت مولانا علی میاںؒ نے ایک جلسہ منعقد کرایا اور اعزازی طور پر انہیں ندویت کی سند عطا کی جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے دور معتمد تعلیمی میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ساتھ یہ خصوصیت برتی تھی اس کا بھی مولانا علی میاںؒ نے تذکرہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کے دروازے وسیع فرمائے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس واقعے کو مزید رنج کا محسوس کیا اور صدمہ کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کے مراتب بلند فرمائے۔

تاریخ، تدوین، اُصولِ حدیث

اور

مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

(ایک مختصر جائزہ)

از

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی صاحب

(مجلہ سہ ماہی التفسیر کراچی–اپریل تا ستمبر 2012ء)

التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۹، شمارہ ۱۸ ... ۲۰۱۲ء

تاریخ، تدوین، اصول حدیث اور مولانا عبدالرشید نعمانی (ایک مختصر جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی

Late Molana Muhammad Abdur Rasheed Nomani is a well-known scholar who authored a number of books in the domain of Islamic Studies particularly in Hadith. He is known to be the authority in the area of Asmaa ur Rijal (the names of the people, the narrators of Hadith). He was born in Jay Pur, Rajhistan, India in 1914.

He completed his early education in his hometown from Molana Qadeer Bakhsh Badyooni, a renowned figure of Jay Pur at that time and acquired the knowledge of Hadith from Molana Hayder Hasan Khan Tonki, Sheikh ul Hadith of nadwatul Ulema, Lucknow, India. He served at Islamic University

Bhawalpur as a professor and remained head of the department of Islamic Studies for a couple years.

Though he authored a number of books on very essential and significant topics in Arabic and Urdu languages, his outstanding piece of work is Lughat ul Quran which has a very prominent place among other Lughat of quran in Urdu language and a number of editions have been published over the years.

Similarly, his scholarly works in Arabic on Hadith and Usool ul Hadith were greatly acknowledged and appreciated by various Arab scholars like, Shiekh Abdul Fattah Abu Ghuddah, an eminent Muhaddith, who further published his remarkable works from Saudi Arabia; and now they are being published from Qatar and Beirut as well. Currently, these books are being incorporated in the curriculum of theuniversities of Syria.

Molana Nomani had strong devotion to Imam Abu Hanifa, which is also evident in his works. But this dedication and loyalty was without any discrimination. Due to his encouragement several Masaneed of Imam Abu Hanifa were published. Some books of Ulema-e-Ahnaf were also published with his scholarly forewords. These forewords comprised of different research articles on valuable topics like, Muatta Imam Muhammad, Kitab ul A'asar and Jame'u ul

Masaneed are highly valued and accredited in the realm of Hadith all over the world. In this article we will briefly introduce his books particularly on Usool ul Hadith, history of Hadith and compilation of Hadith. In order to understand these topics in detail, one needs to consult necessary hisoutstanding books.

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۳ھ۔۱۴۲۰ھ) کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان چند مایہ ناز اور ممتاز ترین محققین میں ہے جن کی نادر تحقیقات نے عالم اسلام کے علمی وفکری حلقوں پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کو عالمی طور پر شہرت حاصل ہوئی اور بیرونی ملک بڑے اہتمام سے عالم اسلام کے محدث و ناقد شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے ان کو شائع کیا۔

تاریخ، حدیث ، رجال، تراجم، اصول حدیث اور قرآن مجید آپ کے خصوصی موضوعات ہیں۔ ان موضوعات کی کتب مخطوط ومطبوعہ پر آپ کی بڑی عالمانہ اور محققانہ نظر تھی۔ آپ کی تمام تصانیف وسعت نظر دقیق وعمیق ریسرچ اور برسوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ آپ برصغیر کے مشہور محدث حضرت مولانا حیدرحسن خان اور ان کے بڑے بھائی صاحب "مجمع المصنفین" مولانا محمود الحسن خان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی:

> مولانا کے تلمیذ ارشد اور ان کے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید نعمانی جو پوری حال شیخ الحدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ہیں ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں ان میں "لغات القرآن" کی چار جلدیں اور ان کا اصل علمی اور تحقیقی کام ان کی کتاب "ماتمس الیہ الحاجۃ" ہے جو ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے۔(۱)

ہندوستان کے مشہور محدث اور "انوار الباری شرح صحیح بخاری" کے مؤلف مولانا سید

احمد رضا بجنوری انوار الباری کے مقدمہ میں مولانا نعمانی کے بارے میں قمطراز ہیں۔

> مشہور مصنف، محقق، محدث، جامع معقول و منقول......آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار علامہ کوثری کے طرز سے ملتے جلتے ہیں۔ (۲)

حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی اپنے ایک تعریفی سرٹیفکیٹ میں مولانا نعمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولوی عبد الرشید صاحب (مولوی فاضل، منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں انہوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدر حسن خاں صاحب صدر "دارالعلوم ندوۃ العلماء" سے بھی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے اور پھر انہوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف معجم المصنفین (جس کی تدوین حکومت آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زر کثیر ہو رہی ہے اور جس کی چند جلدیں بیروت سے شائع ہوکر تمام مشرقی و مغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں مولوی عبد الرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور وسعت نظر کا موقعہ ملا ہے۔ میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقع کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارانہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین و تصنیف یا ازیں قبیل افتاء و قضاء کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان خدمات کیلئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے اس کا کافی حصہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔
>
> مناظر حسن گیلانی

صدر شعبہ دینیات، جامعہ یونیورسٹی کالج، حیدرآباد دکن۔ 10دسمبر 1938ء

عالم اسلام کے فاضل ترین نقاد اور محقق و محدث شیخ عبد الفتاح ابوغدۃ 1337.... 1417ھ مولانا نعمانی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

وھو من افذاذ العلماء المحققین فی تلک الدیار علماً وفھماً و زھداو تقیٰ' اوقاتہ معمورۃ لیلاو نھاراً بذکرو تلاوۃ او وعظ و ارشاد او تحقیق و مطالعۃ او تدریس و تعلیم او تصنیف و تالیف و اکبر شغلہ الدرس و الافادۃ و البحث و المطالعۃ. ولہ تصانیف ممتعۃ فائقۃ فی علوم الحدیث وغیرہ، وبحوث علمیۃ و مقالات مفیدۃ فی شتی الفنون. (۳)

تاریخ تدوین حدیث کے بارے میں ان کے بعض نظریات بالخصوص روایتی اصول حدیث پر ان کے ناقدانہ افکار کو بڑی وقعت سے دیکھا گیا ہے۔ اور ملک کے بعض مدارس کے تخصص فی الحدیث کے شعبوں میں ان کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر بالخصوص احناف کی حدیث میں خدمات کے حوالہ سے تحقیقی کام ہو رہا ہے اور مقالات مرتب کر کے شائع کیے جا رہے ہیں اور اس سلسلے کے بعض گراں قدر مقالات منظر عام پر آنے کے بعد ارباب فکر ونظر سے داد تحقیق حاصل کر چکے ہیں۔

تدوین حدیث کی تاریخ کے حوالہ سے ان کی اس تحقیق اور نظریہ کو عالمی طور پر ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ:

''تمام امت میں امام ابو حنیفہ کو اس بارے میں شرف اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب کیا اور اس خوش اسلوبی سے مرتب فرمایا کہ آج تک سنن و احکام کی تمام کتابیں انہی کی فقہی ترتیب کے مطابق مدون ومرتب ہوتی چلی آ رہی ہیں۔''

''کتاب الآثار'' احادیث صحیحہ کا وہ اولین مجموعہ ہے جسے امام ابو حنیفہ نے دوسری صدی کے اوائل میں فقہی ابواب پر مرتب کیا اس سے پہلے احادیث نبویہ کے جتنے صحیفے اور مجموعے

تیار ہوئے ان کی ترتیب فنی نہیں تھی بلکہ ان کے جامعین نے کیف ما اتفق جو احادیث ان کو یاد تھیں انہیں قلمبند کر دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ نے علم حدیث کی ایک اہم ترین خدمت یہ انجام دی کہ احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہ روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا۔ آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے۔ اور امام صاحب کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے چن کر اس کتاب کو مرتب کیا ہے(۴) اور احادیث کو جائے اول اور آثار صحابہ و تابعین کو جائے ثانی قرار دیا ہے۔

کتاب الآثار نے روایات کی تبویب، حسن ترتیب، اہم مباحث کے استیعاب صحت کے التزام، قبولیت عام اور شہرت کی وجہ سے فن حدیث کی تدوین پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں چنانچہ موطا کی ترتیب اسی کو سامنے رکھ کر اختیار کی گئی اسی طرح روایات کے انتخاب اور ان کی صحت کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے جو معیار قائم کیا تھا بعد کے ارباب صحاح نے باوجود اختلاف ذوق کے اس کا پورا پورا خیال کیا۔

روایات کے انتخاب و احتجاج کے بارے میں امام ابو حنیفہ نے اپنا طرز عمل یہ بیان کیا ہے:

> انی آخذ بکتاب اللہ اذا و جدتہ و مالم اجدہ فیہ اخذت بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والآثار الصحاح عنہ التی فشت فی ایدی الثقات(۵)

میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں کتاب اللہ میں نہ ملنے کی صورت میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایسے آثار سے جو ثقہ ہاتھوں سے گذرنے کے بعد عام ہو چکے ہوں استدلال کرتا ہوں۔

اور امام سفیان ثوری نے آپ کے اس طرز عمل کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

> یا خذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملھا الثقات و بالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶)

جو احادیث امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں اور جن کو ثقات روایت کرتے چلے

آتے ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہوتا ہے آپ اس سے استنباط کرتے ہیں۔

موطا، صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، اور دیگر کتب حدیث کی طرح کتاب الآثار کے متعدد نسخے ہیں جن میں روایات کی تعداد کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور ابواب کی تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے بھی اس قسم کا اختلاف قدماء کی ایسی کتابوں میں جو املاء کرائی جاتی ہیں پایا جاتا ہے۔

بہرحال کتاب الآثار کے جو نسخے خاص طور پر قابل ذکر ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔نسخہ سابق بن عبد اللہ البربری ان کا انتقال امام صاحب کی وفات کے بعد ہوا ہے تاریخ وفات کا پتہ نہیں چلا۔

2۔نسخہ امام زفر بن الہذیل 158

3۔نسخہ امام قاری حمزہ بن حبیب الزیات 158

4۔نسخہ امام حماد بن ابی حنیفہ 176

5۔نسخہ امام محمد بن الحسن 179

6۔نسخہ امام ابو یوسف 184

7۔نسخہ محدث محمد بن مسروق الکندی 184 کے بعد

8۔نسخہ محدث محمد بن خالد الوہبی قبل 200

9۔نسخہ امام حسن بن زیاد 204

ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد نے امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار کا سماع کیا ہے جن کی تعداد کا شمار مشکل ہے۔

بقول علامہ ذہبی:

روی عنہ من المحدثین و الفقہاء عدۃ لا یحصون

امام صاحب سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے احادیث کو روایت کیا ہے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔(۷)

''اصول حدیث کے بعض اہم مباحث''(چند مقالات)

برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز محدث محقق العصر حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی قدس سرہ المتوفی 1420ھ کے قلمی سفر کا اولین آغاز جس علمی اور تحقیقی مضمون سے ہوا وہ امام ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ الحافظ النیسابوری المتوفی 405ھ کے اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ '' المدخل فی اصول الحدیث '' پر نہایت منفرد انداز میں ایک محققانہ تبصرہ تھا۔ یہ نقد و تبصرہ ہندوستان کے مشہور علمی ادارہ ''ندوۃ المصنفین دہلی'' کے مؤقر ماہنامہ ''برہان'' میں شائع ہوا۔ مسلسل چھ قسطوں پر مشتمل اس سلسلہ کا آغاز محرم الحرام 1361ھ میں ہوا اور جمادی الثانیہ 1361ھ میں یہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کسی رسالہ میں بطور خاص علمی مجلات میں جب کوئی مضمون اشاعت کی غرض سے ارسال کیا جاتا ہے تو رسالہ کی ضخامت اور اشاعتی پالیسی کے پیش نظر اختصار کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ اس کے پیش نظر حضرت والد صاحب نے بہت سے مباحث تحریر کرنے کے باوجود اشاعت کے لیے ارسال نہیں کیے۔ خود تحریر فرماتے ہیں۔

''اختصار کا لحاظ رکھنے کے باوجود مقالہ دراز ہوگیا اور بہت سے مباحث قصداً ترک کرنا پڑے۔''(۸)

حضرت مولانا نعمانی نے جس اختصار کا تذکرہ کیا ہے ان مباحث کو ان کی مذکورہ بالا کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس کتاب میں ان کے دو نہایت اہم مقالے بھی شامل ہیں۔

1۔ موازنہ بین الصحیحین

یہ مقالہ اصول حدیث کے مباحث میں نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں تین بنیادی مباحث پر مدلل تبصرہ اور سیر حاصل گفتگو ہے۔

i۔ کیا قرآن مجید کے بعد صحیحین اصح الکتب ہیں۔

ii۔ ان کتابوں پر امت کی تلقی بالقبول ہے

iii۔ کیا صحیح بخاری صحیح مسلم سے اصح ہے۔

2۔ ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقاء اور خانوادہ ولی اللّٰہی اور خانوادہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی

کی خدماتِ حدیث:

اس مفصل مضمون میں مختصراً ہندوستان میں علم حدیث کے ارتقاء اور اس اقلیم میں اس کی گرم بازاری کا ذکر کیا گیا ہے بالخصوص تدریسی سرگرمیوں کے علاوہ مشہور محدثین جیسے سید عبد الاول بن علامہ حسنی کی تالیف "فیض الباری" اور شیخ علی بن حسام الدین متقی حنفی کی کنز اعمال و دیگر تصنیفی خدمات کا تذکرہ ہے اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی تدریسی و تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کی علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں مساعی جمیلہ کا تذکرہ ہے۔

اس باب میں سب سے شاہکار بحث حضرت شاہ صاحب کے قائم کردہ کتب طبقات حدیث کا ایک ناقدانہ جائزہ ہے۔

اہل علم اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب کو اصول حدیث میں اختصاص حاصل تھا۔ اس فن کے تمام مباحث پر ان کی ناقدانہ بصیرت کے ساتھ مکمل نظر تھی۔ ان کی رائے میں محدثین کے وضع کردہ بہت سے قواعد نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ان کی یہ بھی پختہ رائے تھی کہ احناف نے اپنی فوری ضرورت کے تحت تدوین حدیث و اصول حدیث کا کام بہت پہلے مکمل کر لیا تھا اور استنباط مسائل کے وقت ان کے سامنے اپنے ائمہ کی احادیث میں مرتب کردہ تمام کتابیں تھیں۔ نیز یہ کہ احادیث کے پرکھنے کے لئے ائمہ احناف کے اصول وضوابط زیادہ جامع معیاری اور سخت تھے ان کی ایک ہلکی سی جھلک اصول فقہ کی کتابوں میں السنۃ کے زیر عنوان ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

المدخل پر تبصرہ میں فاضل مؤلف کی کاوشوں کا اندازہ ان کے درج کلمات سے لگایا جاسکتا ہے۔

"ذیل کے مقالہ میں المدخل کے مباحث پر ہم نے ایک تحقیقی نظر ڈالی ہے جو حدیث اصول حدیث رجال و تاریخ کی سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے بلاشبہ اس میں حاکم کے بہت سے بیانات سے اختلاف کیا گیا ہے لیکن جو دعویٰ کیا ہے اس کی دلیل بھی مستند کتابوں

سے نقل کر دی ہے اور اس میں کافی سعی کی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے
پوری تحقیق سے لکھا جائے۔"(۹)

مدونین وجامعین کتب حدیث کے رجحانات کے تفصیلی مطالعہ کے لئے حضرت والد صاحب کی درج ذیل تصانیف ، فن حدیث ، اصول حدیث اور تدوین حدیث و تاریخ رجال حدیث میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور طلاب حدیث کے لیے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

(1)ماتمس الیه الحاجه لمن یطالع سنن ابن ماجه:

اب یہ کتاب "الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن" کے نئے عنوان سے دیار عرب کے مشہور محدث شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کی زیر نگرانی بیروت و شام سے شائع ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ پاک و ہند اور عالم عرب کے جلیل القدر علماء ومحدثین نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اور ان کی علمی تصانیف میں اس کتاب کے جابجا حوالے ملتے ہیں۔

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کی اہمیت بایں الفاظ بیان کی ہے۔
قرون ثلاثہ میں تاریخ حدیث ، کتابت حدیث ، تدوین علم حدیث ، ائمہ فقہاء اربعہ ، اصحاب کتب ستہ کی شروط کی تفصیلات کے علاوہ بیش بہا معلومات اور قیمتی نفیس فوائد کی یہ کتاب ایسا مجموعہ ہے جس سے ہر محدث اور فقیہ کو واقف ہونا ضروری ہے۔(۱۰)

(2)امام ابن ماجہ اور علم حدیث:

اردو داں حلقوں کے استفادہ کیلئے حضرت والد صاحب نے "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" کے عنوان سے ایک اور مستقل کتاب تالیف کی اس کتاب کے اختتام پر اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

کہنے کو یہ ابن ماجہ کی ایک سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انہوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لیے اٹھائی ہیں۔ تاکہ امت

وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ تعالیٰ کی اہل ملل و ادیان پر حجت تمام ہو جائے۔(۱۱)

بقول مولانا بلال حسنیؒ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب دریا بکوزہ کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے اس کی تدوین کی تاریخ بھی صحاح ستہ پر جچا تلا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب "بنوری صاحب معارف السنن" کا معمول تھا کہ ابتدائے سال درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے۔(۱۲)

(۳) مكانة الامام ابی حنيفة فی علم الحديث:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں فن حدیث میں امام صاحب کے مقام کے تعین کی کوشش کی گئی ہے اور قوی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ جس طرح فقہ میں امامت کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے فن حدیث میں بھی آپ کو یہی مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار ائمہ جرح و تعدیل میں ہے۔ اس فن میں آپ کے اقوال بطور سند پیش کئے جاتے ہیں۔ توثیق و تضعیف میں آپ کی رائے کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ آپ کے وضع کردہ اصول حدیث سے استدلال کیا جاتا تھا۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اس کتاب کو بھی اپنی زیر نگرانی نہایت اہتمام کے ساتھ بیروت و شام سے شائع کیا ہے اور اس پر مختصر مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ جس میں اس تالیف جلیل کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

> فهذا سفر نفيس فريد واثر نافع مجيد مكانة الامام ابی حنيفة فی علم الحديث تاليف العلامة المحقق المحدث الناقد الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانی حفظه الله تعالیٰ شيخ الحديث و علومه سابقا فی جامعة العلوم الاسلامية فی مدينة كراتشی باكستان .(۱۳)

(۴) التعقيبات علی صاحب الدراسات:

دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب سندھ کے مشہور متکلم اور بالغ نظر عالم ملا محمد المعتلب بلا معین السندی ۱۱۶۱ھ کی تالیف ہے اس کتاب میں بارہ دراسات ہیں جو فن حدیث ''اصول حدیث'' کتب صحیحین اور فقہ کے نہایت اہم مباحث سے تعلق رکھتے ہیں۔ مؤلف نے اہل سنت کے جادہ اعتدال سے ہٹتے ہوئے اپنے بہت سے تفردات بھی ذکر کیے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ معتقدات میں رفض، اعتزال، تشیع اور اہل بدعت سے زیادہ قریب ہوگئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۲۸۴ھ میں لاہور سے شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ ۱۳۷۷ھ میں سندھی ادبی بورڈ کراچی کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر مقدمہ کے علاوہ مؤلف کے مفصل حالات اور نہایت مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ فن حدیث، اصول حدیث نیز اصول وفروع میں ملا محمد کے تفردات، امام ابوحنیفہ پر مطاعن نیز ان کے معتقدات پر بھرپور دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ خود رقم ہیں:

> واما التعلیقات التی کتبت علیها فاکثرها اعتراضات علیه و مباحثات معه فیما یتعلق بالحدیث و علومه واما النقد التفصیلی فقد اغنانا عنه العلامتان الحجتان الفقیهان المحدثان الشیخ عبد اللطیف وابنه الشیخ ابراهیم التتویان بما انتقدا علیه فی ذب ذبابات الدراسات والقسطاس المستقیم رحمهما الله وطاب ثراهما وسمیت هذه التعلیقات بالتعقیبات علی صاحب الدراسات. (۱۴)

اس کتاب پر جو حواشی میں نے تحریر کیے ہیں ان میں بیشتر مؤلف پر اعتراضات اور ان کے ساتھ بحث ومباحثہ پر مشتمل ہیں یہ زیادہ تر حدیث وعلوم حدیث کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں۔ تفصیلی نقد سے ہمیں شیخ عبداللطیف اور ان کے صاحبزادے ابراہیم ٹھٹھوی نے بے نیاز کر دیا ہے کہ دونوں حضرات نے اپنی تالیفات ''ذب ذبابات الدراسات'' اور ''القسطاس المستقیم'' میں اس پر خوب خوب رد کیا ہے میں نے ان تعلیقات کو ''التعقیبات علی صاحب الدراسات'' کا نام دیا ہے۔ (کلمۃ عن الدراسات: ص ۴)

شیخ عبدالفتاح "ابو غدہ الاجوبۃ الفاضلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ" ص: ۱۶۸ میں رقمطراز ہیں:

وقام بتحقیق ھذا الطبع تحقیقا علمیا تاما صدیقنا العلامۃ المحقق المحدث الفقیہ الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی الھندی فعلق علیہ تعلیقات نافعۃ ضافیۃ وبلغت صفحات الکتاب ۴۵۵ ماعدا الفھارس العامۃ التی یسرت الانتفاع بہ لأیسر نظرۃ فجزاہ اللہ عن العلم واھلہ خیراً۔

دراسات اللبیب کی علمی اور کامل انداز میں ہمارے دوست علامہ، محقق، محدث، فقیہ شیخ محمد عبدالرشید نعمانی نے تحقیق کی ہے اور انتہائی مفید اور مکمل انداز میں اس پر تحقیقی حواشی تحریر کیے ہیں اس طرح کتاب کا حجم ۴۵۵ صفحات تک پہنچ گیا ہے علاوہ ازیں آپ نے جو عام فہارس ترتیب دی ہیں اس سے ایک ہی نظر میں کتاب سے استفادہ آسان ہوگیا ہے علم و اہل علم کی جانب سے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے۔

(۵) التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات عن المذاھب الأربعۃ المتناسبات:

ذب ذبابات الدراسات سندھ کے مشہور محقق، محدث، حافظ الحدیث فقیہ علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی کے نہایت لائق و فائق صاحبزادے، دیار سندھ کے قاضی القضاۃ علامہ فقیہ، محدث، اصولی عبداللطیف المطلبی القرشی ۱۱۸۹ھ کی تالیف ہے یہ خانوادہ علم و فضل میں سرزمین سندھ میں درخشاں آفتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ "ذب ذبابات" ملا معین سندھی کی کتاب "دراسات اللبیب" کے جواب میں تحریر کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے نہایت قوی دلائل کے ساتھ اس کتاب کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ ملا معین اصول و فروع دونوں میں راہ حق سے ہٹ کر رفض و تشیع اعتزال اور بدعت کے دامن میں پناہ لے چکے ہیں۔

حضرت والد صاحب نے اس ضخیم کتاب پر نہایت قیمتی اور نادر حواشی اور تعلیقات تحریر کی ہیں جس سے اس کتاب کی افادیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور اس کی ضخامت دو بڑی جلدوں میں ۱۰۵۶ صفحات تک پہنچ گئی ہے۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل عام فہارس ہیں جس کی وجہ

سے کتاب سے استفادہ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ اور دیگر علماء نے ان تعلیقات کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ان کی تحسین کی ہے۔

(۲) التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم:

شیخ الاسلام مسعود بن شیبہ السندھی (۱۵) علمی حلقوں میں وسعت علم ثقاہت اور امامت علمی کی بنیاد پر ممتاز حیثیت سے متعارف ہیں حافظ قاسم بن قطلو بغا نے "تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ" اور حافظ عبد القادر قرشی نے "الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا تعلق ساتویں صدی ہجری سے ہے۔ یہ وہ دور ہے جب فتنۂ تاتار کی وجہ سے عالم اسلام میں ایک حشر برپا تھا۔ اہل علم کے ہزاروں نادر علمی شاہکار اس کی نذر ہوئے ان کے تفصیلی حالات تصانیف اور علمی خدمات کے بارے میں اسی بناء پر زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں۔ مسعود بن شیبہ نے یہ مقدمہ ابن الجوینی کی "مغیث الخلق" اور امام غزالی کی "المنخول" کے رد میں لکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دراصل امام ابو حنیفہ کے رد میں لکھی گئی تھیں۔ مؤلف نے امام ابو حنیفہ کا دفاع کرتے ہوئے سخت لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ حضرت والد صاحب نے اس کتاب پر تفصیلی حواشی تحریر کیے ہیں جس میں امام ابو حنیفہ کے نسب، آپ کی تابعیت، روایت صحابہ، حدیث میں آپ کا مقام، تدوین فقہ کے مراحل امام صاحب کی بعض اہم تصانیف بالخصوص کتاب الآثار، مسانید امام ابی حنیفہ اور دیگر اہم امور پر نہایت علمی دقیق اور محققانہ بحثیں تحقیق اور نادر حوالوں کی روشنی میں کی گئی ہیں۔

ہندوستان کے مشہور نادر عربی کتابوں کے محقق اور ناشر حضرت مولانا ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ حضرت والد صاحب کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

> "کتاب التعلیم" کے اخیر صفحات بھی موصول ہوئے مطالعہ کی اگرچہ فرصت نہیں لیکن میں نے اخیر شب میں ان کا مطالعہ کیا اور فارغ ہوا۔ بحمد اللہ تعلیق بے حد قیمتی ہے اہل علم اس کی بے حد قدر کریں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فیوض سے مالا مال کرے آپ نے اس کے لیے بڑی جد وجہد کی کہاں کہاں سے مضامین فراہم کیے۔ ماشاء اللہ، بارک

اللہ تعالیٰ فی قلمک و شکر مساعیک. تعلیق اتنی دلچسپ تھی کہ سب کام چھوڑ کر جب تک پوری کتاب ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ رکھی اب مقدمہ کی انتظاری ہے اللہ جل شانہ اس کو کمال کے ساتھ اتمام کو پہنچائے۔ "ذب ذبابات" کی جلد ثانی کے طباعت کی خبر سے بھی بے حد خوش ہوں۔ الخ۔

"التعلیقات علی صاحب الدراسات" "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات" اور" التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" تینوں سن ساٹھ کی دھائی میں سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سے طبع ہوئیں اور اب ایک عرصہ سے نایاب ہیں۔ ضرورت ہے ان کتابوں کو جدید انداز میں عالم عرب سے طبع کر کے شائع کیا جائے تاکہ ان کا افادہ عام ہو۔ اور عالم اسلام کے علمی حلقوں میں ان کتابوں سے استفادہ کیا جا سکے۔

حضرت والد صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد مختلف حلقوں کے اہل علم نے ان کی حیات کے متعدد گوشوں پر قلم اٹھایا، اخبارات میں بھی متعدد مضامین شائع ہوئے اس دور کے وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے بھی بنفس نفیس تعزیتی خط ارسال کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے شیخ زاید اسلامک سینٹر میں ان کی حیات و خدمات پر ایم فل کی سطح پر مقالہ بھی تحریر کیا گیا۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبہ صحافت کے ایک معروف اسکالر پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب مولانا کی سوانح دینی اور روحانی سرگرمیوں پر ایک تفصیلی کتاب تحریر کر رہے ہیں۔ یہ مختصر تبصرہ مولانا نعمانی کی اصول حدیث و تاریخ حدیث کی بعض تصانیف پر ہے علاوہ ازیں دیگر موضوعات پر آپ کی تالیفات کا ایک وسیع سلسلہ ہے اسی طرح مختلف موضوعات پر پچاس سے زیادہ آپ کے مقالات ہیں جن کو ترتیب دیا جا چکا ہے اور اب وہ اشاعت کے منتظر ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) پرانے چراغ (ص ۲۰۱، ۲۰۲) مولانا ابو الحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

(۲) مقدمہ انوار الباری شرح صحیح بخاری، (۲/۱۷۸) تذکرہ محدثین، سید احمد رضا بجنوری، دیو بند ہند۔

(۳) الامام ابن ماجہ وکتاب السنن مقدمۃ المؤلف فی سطور (ص ۱۷) عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت ۱۴۱۹ھ۔

(۴) مناقب الامام الاعظم (۱/۹۵) موفق مکی، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، الہند۔

(۵) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۰) حسین بن علی الصیمری ۴۳۶، مطبعۃ المعارف الشرقیۃ، حیدرآباد، ۱۹۷۴ء۔

(۶) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء (ص ۱۲۲) ابن عبد البر، طبع مصر۔

(۷) مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱) شمس الدین الذہبی، ۷۴۸ھ، طبع لجنۃ احیاء المعارف النعمانیۃ حیدرآباد دکن، الہند۔

(۸) التمہید والمدخل فی اصول الحدیث للحاکم (ص ۳۲) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، الرحیم اکیڈمی، کراچی۔

(۹) ایضاً، (ص ۳۲)

(۱۰) یہ کتاب متعدد مرتبہ کراچی، لکھنؤ، بیروت اور شام سے شائع ہو چکی ہے۔

(۱۱) طبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب، آرام باغ کراچی۔

(۱۲) تاریخ تدوین حدیث (ص ۱۸) مولانا محمد عبد الرشید نعمانی، مجلس نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۵ء۔

(۱۳) مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث، (ص ۵۰) محمد عبد الرشید نعمانی، تقدیم محمد عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ۱۴۱۶ھ۔

(۱۴) دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب، محمد معین السندی، تعلیق محمد عبد الرشید نعمانی (مقدمہ ص ۲) سندھی ادبی بورڈ کراچی، ۱۹۵۷ء۔

(۱۵) الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ (۲/۲۹۰) عبد القادر القرشی، دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد الدکن، الہند، ۱۳۳۲ھ۔

العلامة المحدث الادیب الفاضل

مولانا عبد الرشید نعمانیؒ

از

مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ

(انوار الباری مقدمہ)

العلامة المحدث الادیب الفاضل مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

مشہور ومصنف، محقق محدث، جامع معقول ومنقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

لغات القرآن، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ماتمس الیہ الحاجۃ (مقدمہ ابن ماجہ) التعقبات علی الدراسات، التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات، التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم، مقدمہ موطأ امام محمد (مترجم) مقدمہ مسند امام اعظمؒ (مترجم) مقدمہ کتاب الآثار امام محمد (مترجم)۔

آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات وتعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار، علامہ کوثریؒ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں، اسی لئے آپ کی صراحت پسندی اور بے باک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہوگئی ہے، لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلخ نوائی وجرأت حق گوئی کی مدح وستائش کرتے ہیں، متعنا اللہ بطول حیاۃ النافعہ۔

محدثِ جلیل

مولانا عبد الرشید نعمانیؒ

از

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب

(۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں)

۴۸ سال

شفقتوں کے سائے میں

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

ناشر

مکتبۂ فردوس، مکارم نگر لکھنؤ

۳۴واں باب

چند اہم شخصیات کے حادثہ وفات

محدث جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی

محدث جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی ۱۳/اگست ۱۹۹۹ء کو دار فانی سے عالم جاودانی سے رحلت فرما گئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، مولانا مرحوم حدیث وتفسیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے، فن رجال سے ان کی واقفیت بہت زیادہ تھی، انہوں نے سنن ابن ماجہ سے متعلق ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام تھا "ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع إبن ماجه " اسی طرح ایک کتاب ابن ماجہ اور فن حدیث میں ان کے مقام ومرتبہ پر تالیف فرمائی۔ لغات القرآن سے بھی خاص شغف تھا، چنانچہ لغات القرآن کے نام سے چار جلدوں میں ایک لغت تصنیف کی جو ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی۔

مولانا عبدالرشید نعمانی کئی بار حضرت مولانا علی میاںؒ کی دعوت پر ندوۃ العلماء تشریف لائے اور حدیث شریف سے متعلق قیمتی محاضرات دیئے، ہفتوں ان کا قیام ندوہ میں رہا، وہ حضرت مولاناؒ سے گہرا تعلق رکھتے تھے، ان کی ولادت راجستھان شہر جے پور میں ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۴ھ میں ہوئی، تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے اور کراچی کو اپنا وطن بنالیا، وہاں حدیث شریف کا درس دیتے رہے پھر بھاولپور یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اسلامیات کی حیثیت سے تعلیمی وتدریسی سلسلہ جاری رکھا اور اخیر میں مولانا بنوری کی درسگاہ سے منسلک ہوئے اور وہیں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ وقت موعود آپہونچا اور راہی آخرت ہوئے۔
إنا لله وإنا إليه راجعون۔

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانیؒ کراچی

از

مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب

(ذکرِ رفتگاں)

ذکرِ رفتگاں

گذشتہ سالوں میں وفات پانے والے اکابر اور اہم شخصیات سے
متعلق ''ندائے شاہی'' میں شائع شدہ تعزیتی مضامین کا مجموعہ

جلد اول

ترتیب:

محمد سلمان منصورپوری
جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کراچی

(ولادت: ۱۹۱۵ء وفات: ۱۹۹۹ء)

پاکستانی اخبارات ورسائل سے یہ معلوم ہوکر سخت افسوس ہوا کہ معروف محقق اور صاحب نظر عالم دین حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نوراللہ مرقدہ مؤرخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۲/ اگست ۱۹۹۹ء کو وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف اس دور میں فن حدیث اور فقہ پر گہری نظر رکھنے والے علماء میں سے تھے، آپ نے ابن ماجہ شریف پر گراں قدر تعلیق فرمائی۔ اور لغات القرآن کی صورت میں شاندار علمی ذخیرہ اردو داں طبقہ کو عطا کیا، آپ کی ولادت ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۸/ ستمبر ۱۹۱۵ء کو صوبہ راجستھان کے شہر جے پور میں ہوئی، موصوف کی پرورش آپ کے تایا حافظ عبدالکریم نے کی، ابتدائی تعلیم اپنے چچا اور والد منشی عبدالرحیم سے حاصل کی، اور موقوف علیہ تک مولانا قدیر بخش بدایونیؒ سے اکتساب علم کیا، اس کے بعد ندوۃ العلماء میں حضرت مولانا حیدر علی صاحب ٹونکیؒ کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث حاصل کئے، بعد ازاں حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، اور وہاں مؤرخ کبیر مولانا محمود حسن خاں ٹونکیؒ کی سرپرستی میں معجم المصنفین نامی کتاب کی تدوین وتالیف میں حصہ لیا، جس سے آپ کی نظر بہت وسیع ہوگئی، ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک آپ ندوۃ المصنفین دہلی کے رکن رکین رہے، اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے وہاں اولاً دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد ۱۹۵۴ء سے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں استاذ مقرر ہوئے اور حدیث کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیا، بعد ازاں ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۶ء تک دار العلوم بہاول پور میں قیام رہا پھر واپس کراچی تشریف لے آئے اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن

کے شعبۂ تخصص فی الحدیث کے نگراں مقرر ہوئے، اور اخیر تک اس منصب پر فائز رہے، آپ کی سولہ قیمتی کتابیں شائع شدہ ہیں جو اہل علم کی نظر میں نہایت باوزن ہیں۔ آپ کی وفات سے بجا طور پر علمی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پورا ہونا مشکل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اعلیٰ درجات سے نوازے، اور آپ کی علمی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

حضرت مرحوم سے متعلق سوانحی معلومات "**الكلام المفيد في تحرير الأسانيد**" مؤلفہ: مولانا روح الامین قاسمی بنگلہ دیشی سے حاصل کی گئی ہیں۔ (مرتب)

(ندائے شاہی اکتوبر ۱۹۹۹ء)

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

از

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ

(وفیات–ماہنامہ معارف– ستمبر 1999ء)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

اگست کے آخری عشرہ میں پاکستان سے یہ اندوہ ناک خبر آئی کہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی بے پوری کا کراچی میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔
مولانا کی نظر دینی علوم تفسیر، حدیث اور رجال پر اچھی اور گہری تھی۔ ان کی تعلیمی زندگی کا کچھ زمانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں بھی بسر ہوا۔ ملک کی تقسیم سے پہلے اور بعد میں بھی ان کا تعلق ندوۃ المصنفین دہلی سے رہا۔ یہیں سے ان کی کتاب لغات القرآن شایع ہوئی جو ایک مفید قرآنی خدمت ہے، یہ حروف معجم پر مرتب کی گئی ہے اور چھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ شروع کی چار جلدیں جو الف سے شروع ہوکر ع پر ختم ہوئی ہیں مولانا نعمانی کے قلم سے ہیں اور آخری دونوں جلدیں مولانا سید عبدالدائم جلالی نے مرتب کی ہیں، پہلی جلد کے شروع میں مولانا عبدالرشید نعمانی کا بسیط مقدمہ ہے جس میں کتاب کی نوعیت اوراس کی ترتیب میں ملحوظ رکھے جانے والے امور کے علاوہ اپنی محنت و جاں فشانی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ دہلی میں قیام کے زمانے میں ماہنامہ برہان میں ان کے مضامین بھی شایع ہوئے۔

تقسیم کے چند برس بعد وہ کراچی میں متوطن ہوگئے تھے، یہاں انہوں نے امام ابن ماجہ پر جو عالمانہ و محققانہ کام انجام دیا وہ ان کا بڑا کارنامہ ہے، جس سے حدیث کا کوئی طالب علم مستغنی نہیں رہ سکتا، اردو میں ان کی کتاب " امام ابن ماجہ اور علم حدیث " اور عربی میں " ماتمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ " نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب کراچی نے شایع کی۔ یہ دونوں تصانیف نہ صرف امام ابن ماجہ کے حالات و کمالات اور ان کی سنن کی خصوصیات کا مرقع ہیں بلکہ ان میں فنِ حدیث کی تاریخ و تدوین اور اکابر محدثین کے متعلق گوناگوں معلومات تحریر کئے گئے ہیں۔ اردو میں اشاریے اور نقشے بھی دیے گئے ہیں۔ اس کے

آخر میں مولانا نے یہ بالکل بجا لکھا ہے :

"کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہل ملل و ادیان پر تمام ہو جائے"۔

اس کا اطلاق عربی کتاب پر بھی ہوتا ہے، یہ دونوں کتابیں بڑی تلاش و محنت سے لکھی گئی ہیں اور علمی حلقوں میں بہت پسند کی جارہی ہیں، ان سے مولانا کے اچھے علمی ذوق اور تصنیفی سلیقے کا پتہ چلتا ہے۔ راقم کی نظر سے مولانا کی یہی تصنیفات گزری ہیں اور ان سے اس نے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ لطف و شفقت کا معاملہ فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل مرحمت کرے۔ آمین!

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

کی

وفات حسرت آیات

از

ادارہ برہان دہلی

(ماہنامہ برہان– ستمبر 1999ء)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی وفات حسرت آیات

ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی سے جن کا علمی واسطہ ورابطہ تھا وہ رفتہ رفتہ اب اس دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں جس کی وجہ سے علمی میدان میں ایک خلا سا محسوس ہو رہا ہے۔ ایک کے بعد ایک علمی ہستی اس دنیا سے اٹھتی جارہی ہے اور ہم کو رنج وغم کے صدمہ میں مبتلا کرتی جارہی ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی ہے جو ماہ اگست ۱۹۹۹ء کے آخر عشرہ میں کراچی پاکستان میں موت کی آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مولانا عبدالرشید نعمانی کا بانی ندوۃ المصنفین دہلی حضرت مفکر ملت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمتہ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق تھا حضرت قبلہ مفتی صاحب نے ان کی علمی صلاحیتوں کو پہچان کر ان سے کتاب لغات القرآن لکھوائی جو مفید قرآنی خدمت ہے یہ حروف معجم پر مرتب کی گئی ہے اور چھ جلدوں میں مکمل ہوئی ہے شروع کی چار جلدیں جو الف سے شروع ہو کر ع پر ختم ہوئی ہے مولانا نعمانی کی محبت وریاضت کا ثمرہ ہے اس کی پہلی جلد کے شروع میں مولانا نعمانی مرحوم کا بیش قیمت معلوماتی مقدمہ ہے جس میں کتاب کی نوعیت اور اس کی ترتیب میں ملحوظ رکھے جانے والے امور کے علاوہ اپنی محنت وجاں فشانی وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اس کو بڑے اہتمام سے حضرت مفتی صاحبؒ کی نگرانی میں ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی کی طرف سے شائع کیا گیا۔ باقی دو جلدیں مرحوم کی عدم فرصت کی وجہ سے حضرت مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ نے مرتب فرمائیں۔ جب بھی مرحوم دہلی میں قیام فرماتے رسالہ "برہان" کے لئے علمی مضامین لکھتے جو برہان میں شائع ہو کر علمی دنیا میں قبولیت کی سند حاصل کرتے مرحوم میں بے پناہ خوبیاں تھیں پاکستان جا کر بھی ہندوستان کی یاد انہیں ستاتی رہتی ان کے انتقال سے ادارہ "برہان" کو زبردست صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کے انتقال سے تمام علمی دنیا تعزیت کی مستحق ہے۔ ادارہ برہان اظہار تعزیت کرتا ہے اور تمام متعلقین کے لئے صبر جمیل کی بارگاہ عالی میں دعا کرتا ہے۔

(ادارہ برہان دہلی)

شیخ الحدیث

مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کی رحلت

از

مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک۔ ستمبر 1999ء)

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کی رحلت

گزشتہ ماہ برصغیر کے مشہور محقق علم اسماء الرجال میں اتھارٹی کی حیثیت رکھنے والی شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت نعمانی صاحبؒ علم و فضل کے ایک روشن مینار تھے جس کی ضوافشانی سے برسوں علماء اور فضلاء استفادہ کرتے رہے ہیں۔ آپ زندگی بھر مسند تدریس اور میدان تحقیق و جستجو سے وابستہ رہے آپ کئی دقیع کتابوں کے مصنف موءلف تھے ان میں مشہور کتاب ''سنن ابن ماجہ'' پر تحقیقی شرح ''ماتمس الیہ الحاجہ'' اور اردو زبان میں ابن ماجہ اور علم حدیث ہیں اسکے علاوہ بھی مختلف موضوعات پر آپ کے رشحات قلم سے مقالات و مضامین منصہ شہود پر آئے۔ آپؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے درجہ تخصص فی الحدیث کے کئی سالوں تک بحیثیت مشرف و نگران رہے۔ اس کے علاوہ ملک کی ممتاز یونیورسٹیز میں آپ نے گراں قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔

علم و فضل کی مختصر مجلس حضرت نعمانیؒ کی جدائی سے اور بھی سمٹ گئی ہے۔ آپ بقیۃ السلف اور یادگار اسلاف تھے۔ باوجود ضعف و پیرانہ سالی چہرے کی چمک دمک انتہائی دلکش تھی افسوس کہ گلستان علم و فضل کا مہکتا گلاب اور آسمان تحقیق و تدریس کا بدر کامل بھی افق فنا میں غروب ہو گیا۔ دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کا؟

حالات

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی نور اللہ مرقدہ

از

مفتی شعیب احمد صاحب

حالات مؤلف

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب رحمہ اللہ علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وسعت مطالعہ، دقت نظر، قوت استنباط اور استخراج نتائج میں اپنی مثال آپ، حدیث وعلوم حدیث اور اسماء الرجال سے خصوصی شغف مگر دیگر ضروری علوم پر بھی دسترس، صاف ستھری عربی انشاء اور نپی تلی بلیغ اردو نوکِ قلم، کچی بات اور قیاس آرائی سے دور، پختہ بات اور متین استدلال، ہر بات مدلل اور ہر حرف باحوالہ، ذکاوت و ذہانت کا حسین اجتماع، مولانا حیدر حسن ٹونکی کے علمی ذوق اور محدثانہ اپج کے حقیقی وارث، فکر و قلم کی یکسانیت، فنافی العلم کی تصویر، عمل کی زندگی میں قانع وشاکر اور صابر و محتسب۔

پیدائش اور خاندان

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی بروز جمعرات ۱۸ ذو القعدہ ۱۳۳۳ھ بمطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کو متحدہ ہندوستان کے شہر جے پور (راجستھان) میں پیدا ہوئے۔ مولانا کا خاندان نجابت و شرافت اور وضعداری کا حامل خاندان تھا۔ خاندان کا معاشی مشغلہ تجارت تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا کے والد میاں عبد الرحیم خاطر جے پوری رحمہ اللہ ایک منجھے ہوئے خطاط صوفی منش شاعر اور فاضل آدمی تھے، ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا "کریما خوشنما" اور بہت سی وصلیاں (لوحات) موجود ہیں۔ کراچی میوزیم میں ان کے پاکیزہ خط کے چند نمونے محفوظ بھی ہیں۔

مولانا کے چچا حافظ عبد الکریم رحمہ اللہ بھی نیک سیرت باعمل بااخلاق قرآن کے مضبوط حافظ اور اپنے بھائی کی طرح یہ بھی ماہر خطاط تھے۔ اس خاندانی نسبت کا اثر مولانا کی شخصیت پر بھی نمایاں تھا چنانچہ مولانا کا خط بھی نہ صرف پاکیزہ اور عمدہ تھا بلکہ متوسط درجے کے خطاطوں کی ٹکر کا تھا۔[1] مولانا کے ایک بھائی عبد الکریم ندوی رحمہ اللہ "حصن حصین" کے مترجم اور سب سے چھوٹے بھائی مولانا عبد الحلیم چشتی دامت برکاتہم بھی اہل علم کے درمیان ایک جانی پہچانی، محققانہ ذوق، دقیق نظر اور وسیع مطالعہ کی حامل شخصیت ہیں۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ جیسے حضرات کی صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس لیے مولانا نعمانی کے خاندان کی نسبت سے کہہ سکتے ہیں کہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ابتدائی تعلیم:

چار سال کی عمر میں مولانا نے اپنا علمی سفر شروع کر دیا اور اپنے گھر پر ہی قرآن پاک، ابتدائی اردو اور خوشخطی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اپنے محلے کی مسجد میں مولانا

۱۔ بقول اربابِ دانش خط کا انسان کی شخصیت کے ساتھ گہرا ربط ہوتا ہے۔ پچھلے زمانے میں خط کی عمدگی اور خوبصورتی کے علاوہ بچوں کی شخصیت میں نظافت، نفاست اور ترتیب و تنظیم کا وصف پیدا کرنے کے لیے بھی خطاطی سکھائی جاتی تھی، خطاطی سے انسان کا ذوق جمال ترقی کرتا ہے، نظر میں دقت بھی پیدا ہوتی ہے اور متماثل اشیاء میں امتیاز کی صلاحیت نکھرتی ہے۔ شاید اسی لیے یاقوت المستعصمی نے کہا:

الخط هندسة روحانية ظهرت بآلة جسمانية تقوى بالإدمان و تضعف بالترك.

یعنی دیکھنے میں خط اگرچہ جیومیٹری کی کچھ اشکال کا نام ہے لیکن ان اشکال کی صورت گری کا انسان کی روح اور اس کی شخصیت کے ساتھ بھی گہرا ربط ہے۔

یحییٰ صاحب کے پاس ابتدائی فارسی اور کچھ مسائل کی کتابیں پڑھیں۔ نو سال کی عمر میں جے پور میں "تعلیم الاسلام" نامی مدرسے میں داخل ہوئے جہاں درجہ متوسطہ کی کتب پڑھیں اور ۱۹۲۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۸ء میں اعلیٰ تعلیم (درس نظامی) کی ابتداء کی، اور پانچ سال کے قلیل عرصے میں درس نظامی اور درجہ تکمیل میں شامل درج ذیل علوم وفنون کی کتب پڑھیں:

۱۔ علم صرف:

میزان ومنشعب سے مراح الارواح تک۔

۲۔ علم نحو:

نحو میر سے لے کر کافیہ اور مفصل زمخشری تک۔

۳۔ بلاغت ومعانی:

مختصر المعانی سے مطول تک۔

۴۔ علم ہیئت (اسٹرانومی)

تصریح

۵۔ منطق:

مرقاۃ سے لے کر بحر العلوم شرح سلم العلوم تک۔

۶۔ فلسفہ:

شمس بازغہ سے شرح اشارات طوسی تک۔

۷۔ اسرار شریعت:

حجۃ اللہ البالغہ

۸۔ تفسیر قرآن:

ترجمہ قرآن سے تفسیر بیضاوی تک۔

۹۔ حدیث شریف:

موطا امام مالک، مشکوٰۃ شریف، صحیح بخاری کا کچھ حصہ۔

۱۰۔ فقہ:

مالابد منہ سے ہدایہ تک۔

۱۱۔ اصول فقہ:

ابتدائی کتب سے لے کر نور الانوار تک اور توضیح و تلویح کا کچھ حصہ

۱۲۔ علم مناظرہ:

رشیدیہ۔

۱۳۔ علم کلام

شرح عقائد نسفی سے لے کر تمہید ابو شکور سالمی تک۔

۱۴۔ ادب عربی:

مقامات حریری، سبع معلقہ، دیوان متنبی، دیوان حماسہ الکامل للمبرد۔

۱۵۔ تاریخ:

تاریخ الخلفاء للسیوطی، محاضرات خضری بک، مقدمہ ابن خلدون، فتوح البلدان بلاذری۔

۱۶۔ علم میراث:

سراجی، شریفیہ۔

سند فراغت اور اساتذہ کا مکمل اعتماد:

درس نظامی سے فراغت پر استاد صاحب نے جو سند عطا فرمائی اس کے الفاظ یہ ہیں:

من عباد الله الصالحين و حز به المفلحين المولى المكرم ذوالهم الراسخ و العزم الأقوم و الذهن الثاقب و الفكر الصائب و الرأي السديد السوي المولوي أبو العلي محمد المدعو ب((عبد الرشيد)) الجي بوري حصل الله آماله و

أصلح حاله و رزقه شرف علم اليقين و كماله فقد تجرع مشاق الأفكار مشتغلاً فيها طول الليل و النهار تعلم عدة سنين في مدرسة تعليم الإسلام و حصل أكثر الكتب المروجة في النصاب و لما حصل له ملكة راسخة في هذا الشان بفضل الله الملك المنان و آن له أن يعطي له سند مستند و إجازة تدريس العلوم و إشاعتها بفضل الله الصمد .... إلخ.

ترجمہ: مولوی عبد الرشید جے پوری (اللہ ان کی امیدیں برلائے، ان کے کام سنوارے اور انہیں علم الیقین سے نوازے)
اللہ کے نیک بندوں اور فلاح پانے والے طبقے میں شامل ہیں۔ مولوی صاحب مضبوط قوت ارادی، راسخ عزم، تیز ذہن، نپی تلی درست رائے اور صائب فکر کے حامل ہیں۔ انہوں نے دن رات ایک کر کے تحصیل علم اور صیاغت فکر کی مشقتوں کو جھیلا ہے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں چند سال تعلیم حاصل کی اور نصاب (درس نظامی) کی رائج اکثر کتابیں پڑھ لیں ہیں۔
علم میں ان کو مضبوط استعداد اور راسخ ملکہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے انہیں فراغتِ تحصیل کی سند دی جاتی ہے اور علوم کی اشاعت کی اجازت دی جاتی (اور اعتماد کا اظہار کیا جاتا) ہے۔

مذکورہ بالا الفاظ جہاں استاد کی بلند نظری اور وسعت ظرفی کی دلیل ہیں وہیں شاگرد کے لیے بھی ایک مضبوط سند ہیں۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

دنیائے علم و تحقیق نے اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جس کا اظہار استاد صاحب نے اس وقت کیا تھا جب ان کے شاگرد کا سن وسال ۱۷ سال سے متجاوز نہ تھا۔
فللہ در الاستاذ والتلمیذ

محدث العصر، محقق زمانہ کی خدمت میں

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گو ہر شناس

مقامی مدرسے سے فراغت کے بعد مولانا نعمانی کے فطری ذوق علم نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے مزید تحصیل کا منصوبہ بنایا چنانچہ پہلے یہ سوچا کہ مجھے عربی زبان و ادب میں مزید اختصاص اور مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ اس زمانے میں ندوۃ العلماء کی عربی ادب و انشاء کے حوالے سے شہرت تھی۔ اتفاق سے ندوہ میں ان دنوں مشہور عرب ادیب شیخ تقی الدین ہلالی آئے ہوئے تھے۔ ان سے طلبہ استفادہ کر رہے تھے۔ مولانا نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور ندوہ کے لیے رخت سفر باندھا، ندوہ میں پہلی ملاقات ہی اس شخصیت سے ہوئی جن کے لیے مولانا کو اور مولانا کے لیے ان کو پیدا کیا گیا تھا، یعنی مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ خاندانی صدری روایات کے مطابق اس ملاقات کا حال بھی دلچسپ ہے۔ مولانا مغرب کے وقت ندوہ پہنچے، سر پر ٹرنکٹ اٹھا رکھا تھا۔ مسجد کے دروازے پر ایک بارعب اور وجیہ شخصیت نے پوچھا: ارے بھائی! کہاں سے آئے ہو؟ مولانا نے جواب دیا جے پور سے، اس شخصیت نے برجستہ کہا: تم تو عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہو کیونکہ اس علاقے سے کسی طالب علم کا ندوہ میں آنا ایک ایسا واقعہ تھا جو حقیقت میں کسی عجوبے سے کم نہ تھا۔ رات بھر مولانا ٹونکی سے بات چیت رہی۔ مولانا ٹونکی نے بتایا کہ جس مقصد کے لیے آپ یہاں آئے ہیں اس کا تو امکان ختم ہو چکا ہے کیونکہ ہلالی صاحب عراق روانہ ہو چکے ہیں اور وہاں سے المانیہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ساتھ ہی مولانا ٹونکی نے اپنی نظر سے بھانپ لیا کہ مولانا نعمانی کی صلاحیتوں کا اصل میدان عربی ادب نہیں بلکہ علمی و تحقیقی میدان ہے اور اس میں بالخصوص علوم حدیث سے مناسبت زیادہ ہے۔ اس لیے انہوں نے مولانا نعمانی کو اختصاص فی علوم الحدیث کا مشورہ دیا جسے مولانا نے قبول کیا۔ اس طرح مولانا کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں میں جلاء آنے کا مرحلہ شروع ہو گیا۔

مولانا حیدر حسن خان رحمہ اللہ، مشہور مؤلف مولانا محمود حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، خود راسخ فی العلوم و الفنون تھے، علم حدیث مولانا کا خصوصی موضوع تھا انداز تدریس بھی انوکھا اور استعداد آور تھا، جس کی صورت یہ تھی کہ حدیث میں مولانا صرف سرد عبارت اور استاد کی زبانی تقریر پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ طالب علم کو اپنی تحقیقات میں انگلی پکڑ کر ساتھ چلاتے اور خود اس سے علمی گرہیں کھلواتے تھے۔ جس سے طالب علم خوب کھلتا اور اس کا ذوق پروان چڑھتا۔ مولانا کی درسگاہ خالی نہ ہوتی تھی بلکہ اس کی دیواریں کتابوں سے مملوء ہوتی تھیں، اسماء الرجال، شروح الحدیث، لغات الحدیث وغیرہ کا ضروری ذخیرہ ہمراہ ہوتا تھا۔ انداز درس یہ تھا کہ ایک حدیث کی عبارت میں پہلے سند رواۃ کو لیا جاتا، ایک ایک راوی کے حالات طلبہ خود متعلقہ کتب سے نکال کر دیکھتے اور استاد صاحب اپنے مطالعے اور معلومات کو طلبہ کے سامنے رکھتے اور متعلقہ کتابوں کی نشاندہی کرتے۔ طلبہ خود کتاب اٹھاتے اور متعلقہ جگہ کو نکال کر مقارنہ و تقابل کرتے اور مناقشہ بھی ہوتا۔ اس طرح کے علمی ماحول میں مولانا نعمانی نے (۱۹۳۵ء – ۱۹۳۷ء) تک پورے دو برس صرف کیے۔

اس کے علاوہ مولانا کو خصوصی اعزاز یہ بھی حاصل تھا کہ ان کا قیام مولانا حیدر حسن صاحب کے کمرے میں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت استاد صاحب کی جلوتوں اور خلوتوں دونوں سے مستفید ہوتے رہے۔ مدرسے میں ضابطے کے اسباق کے ساتھ

انفرادی اوقات میں بھی مولانا سے بہت کچھ پڑھا۔ مولانا نعمانی نے مولانا حیدر حسن صاحب سے درج ذیل کتب ضبط و اتقان اور بحث و مناقشے کے ساتھ پڑھیں:

۱۔ صحیح بخاری۔

۲۔ صحیح مسلم۔

۳۔ سنن ترمذی۔

۴۔ سنن ابوداؤد۔

۵۔ مسند احمد کا کچھ حصہ۔

۶۔ تفسیر جلالین۔

۷۔ علم ہیئت میں السبع الشداد۔

اس عرصے میں رسمی اسباق کے علاوہ اصل چیز جس نے مولانا کی علمی شخصیت کو سنوارنے اور نکھارنے میں کردار ادا کیا وہ مطالعہ تھا جو اس دوران ہوا۔ اس مطالعے میں مولانا کی نظر ثاقب سے حدیث، شروح حدیث، اصول حدیث، تخریج حدیث، تاریخ، طبقات و رجال اور دیگر علوم و فنون کی درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں گذریں۔

غالباً اس زمانے کا ایک واقعہ مولانا نعمانی یوں بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی بات کی تحقیق مطلوب تھی جس کے لیے استاد صاحب نے "التقریر والتحبیر" (ابن امیر الحاج کا) حوالہ دیا۔ مگر یہ کتاب ندوہ میں نہ تھی، استاد صاحب نے فرمایا کہ یہ کتاب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس دہلی میں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے وہاں کا رخت سفر باندھا، دہلی پہنچ کر نگران مکتبہ سے کتاب طلب کی انہوں نے تھما دی، میں اسے لے کر مطالعہ کے لیے بیٹھ گیا۔ اتنے میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے، مولانا نے کتاب کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھا کیونکہ اس وقت عمر بمشکل اٹھارہ انیس سال تھی اور داڑھی بھی پوری طرح نہیں آئی

تھی، تھوڑی دیر تعجب سے دیکھتے رہے اور پھر مفتی صاحب نے پوچھ لیا کہ برخوردار کہاں سے ہو؟ میں نے عرض کیا: مولانا حیدر حسن خان صاحب کا شاگرد ہوں، ایک حوالے کی تحقیق میں آیا ہوں۔ مفتی صاحب نے فرمایا: مولانا حیدر حسن صاحب کے شاگرد کا ہی یہ کام ہو سکتا ہے۔

مولانا محمود حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ کی خدمت میں:

طلب صادق ہو اور نیت خالص ہو تو قدرت دستگیری کرتی ہے اور اپنی راہیں خود سجھاتی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا کی علمیت میں مزید نکھار پیدا ہونے کی صورت یوں ہوئی کہ مولانا کو حیدر آباد میں "معجم المؤلفین" کے تالیفی منصوبے میں علمی کام کرنے اور مولانا محمود حسن صاحب ٹونکی کے زیر تربیت و زیر سایہ رہنے کا موقع ملا۔ "معجم المصنفین" مولانا محمود حسن ٹونکی صاحب کا موسوعاتی علمی کارنامہ ہے۔ اس کی طباعت ۶۰ جلدوں میں ہے، جس میں ابتداء اسلام سے لے کر ۱۳۵۰ھ تک کے مصنفین کے حالات کا استقصاء و استیعاب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں چالیس ہزار مصنفین کے تراجم اور تذکرے جمع ہوئے ہیں۔ اس علمی و تالیفی منصوبے میں شمولیت کی بدولت مولانا کی تراجم اور مختلف علوم و فنون اور کتب سے شناسائی ہوئی جو ان کے لیے بعد میں علمی زندگی میں بہترین معاون ثابت ہوئی۔

ندوۃ المصنفین دہلی اور لغات القرآن:

۱۹۴۲ء میں جب مولانا کا سن وسال ۲۷ سے متجاوز نہ تھا ان کا تقرر ندوۃ المصنفین دہلی جیسے تحقیقی اور تصنیفی ادارے میں ہوا جہاں ان کے سپرد لغات القرآن کا کام ہوا۔ یہیں پر حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے تلمیذ عزیز، فیض الباری کے جامع و مرتب اور ترجمان السنۃ جیسی کتاب کے مؤلف مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کی رفاقت حاصل ہوئی۔ "لغات القرآن" اگرچہ علمی کام تھا اور مولانا نے اس کا حق ادا

کیا لیکن گذشتہ طویل عرصے سے جس قسم کے علمی و تحقیقی ماحول اور کام کے عادی تھے اور تحقیق و تدقیق کا جو معیاری ذوق بن گیا تھا اس کے لحاظ سے یہ کام فروتر تھا اس لیے مولانا نے ایک جگہ اسے غیر علمی کام سے بھی موسوم کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

> "یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے لغت سے زیادہ الفاظ قرآن کی فہرست تیار کرنے میں دقت پیش آئی، اور چونکہ یہ بالکل غیر علمی کام تھا اس لیے اس کے انجام دینے سے بار بار طبیعت اکتا جاتی تھی مگر الحمدللہ یہ کام پورا ہو گیا۔" (مقدمہ لغات القرآن)

یہی وہ زمانہ تھا جب مولانا کا بستی نظام الدین کے تبلیغی کام میں بھی آنا جانا شروع ہوا، دن بھر کی مصروفیت ندوۃ المصنفین کی ہوتی تھی اور رات کا قیام نظام الدین میں مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے ہاں ہوتا تھا۔ اسی دوران مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ (امیر ثانی تبلیغی جماعت) سے بھی دوستانہ مراسم قائم ہوئے جو آخر تک قائم رہے۔ حضرت مولانا یوسف صاحب کی خواہش تھی کہ مولانا ان کی کتاب پر مقدمہ لکھیں مگر یہ خواہش پایہ تکیل تک نہ پہنچ سکی۔ اس زمانے میں مولانا نعمانی رحمہ اللہ نے تبلیغی ترتیب کے مطابق دعوت کے کام پر پورا سال بھی لگایا۔[۲]

۲۔ حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب رحمہ اللہ اس زمانے کے مولانا نعمانی رحمہ اللہ کے متعدد واقعات سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف مولانا کے صاحبزادے مولانا عبد الشہید نعمانی صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ رائے ونڈ مرکز میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے متعدد واقعات سنائے۔ حضرت حاجی صاحب کا خاص انداز یہ تھا کہ واقعہ پورے پس منظر اور جزوی تفصیلات کے ساتھ سناتے تھے جس سے سامع کے سامنے واقعے کی گویا تصویر کشی ہو جاتی تھی۔

احیاء المعارف النعمانیہ و دیگر علمی اداروں کی رکنیت:

علامہ ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ کا اہل علم پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے ایک ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالی جس نے مذہب حنفی کی قدیم اور بنیادی کتابوں کی طباعت اور احیاء کا بیڑا اٹھایا۔ اس ادارے سے متعدد بنیادی کتب منظر عام پر آئیں، اس ادارے کی مساعی کو اس وقت کے اہل علم نے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ اور شیخ محمد بخیت جیسے حضرات نے تشجیع و ترحیب کے خطوط لکھے۔ علامہ نعمانی اس ادارے کے رکن بھی رہے۔ اس کے علاوہ دمشق میں قائم علمی اکیڈیمی کی نگران کمیٹی کے رکن بھی رہے۔

اہل اللہ کے قدموں میں:

ہیچ چیز خودبخود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خودبخود تیغے نہ شد
مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریز نہ شد

علم انسان کی سوچ کو صحیح رخ دیتا ہے لیکن یہ علم انسان کی صرف ذہنی آسودگی کا سامان ہی نہ رہے بلکہ عمل میں بھی ڈھل جائے۔ دوسرے لفظوں میں علم ایک قال ہے، یہ قال انسان کا حال بھی بن جائے اس کے لیے عقلی طریقے تو دسیوں سوچے اور تجویز کیے جاسکتے ہیں مگر اس کے لیے برسوں بلکہ صدیوں سے آزمودہ اور مجرب طریقہ یہی چلا آرہا ہے کہ علم کی تکمیل کے بعد اہل علم اپنے علم و فضل کی ساری پونجی اور بھاری بھر کم گٹھڑی لے جا کر کسی متبع شریعت اللہ والے کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے نفس کے مخفی امراض کا اس سے علاج کرواتے ہیں وہ اللہ والا ان

کے علم سے خواہشات نفسانی اور انانیت کی کھوٹ کو نکال کر ان کے معلوم کو مشہود میں بدل کر واپس کر دیتا ہے، اور محض علماء کو راسخ فی العلم بنا دیتا ہے اس کا علم پھر محض قیل اور قال نہیں بلکہ حال ہی حال ہو جاتا ہے اور پھر وہ قال سے قال نہیں بلکہ حال سے حال کو جنم دیتا ہے۔

مولانا نعمانی کا خاندان بھی اہل اللہ سے تعلق و نسبت رکھتا تھا، والد صاحب سلسلہ چشتیہ کی ایک شاخ میں بیعت تھے۔ والد صاحب نے بھی مولانا کی روحانی تربیت کی اور اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس کے علاوہ مولانا حیدر حسن خان صاحب (خلیفہ مجاز شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ) بھی ایک صاحب حال عالم و مربی تھے جو اپنے انفرادی اوقات میں اذکار مشاغل بھی رکھتے تھے، مولانا نے ان سے اس سلسلے میں بھی استفادہ کیا تھا چنانچہ انہوں نے مولانا کو اپنے سلسلے میں اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں:

جیسے علمی پیاس نے مولانا کو ایک ایک جگہ اور مقام پر اکتفاء نہ کرنے دیا، کامل رسوخ تک "ھل من مزید" کی صدا لگاتے اور اس کے تقاضے پر عمل پیرا رہے اسی طرح روحانی پیاس نے بھی آگے سے آگے بڑھائے رکھا حتیٰ کہ اس زمانے میں ہندوستان کے ایک بڑے بلکہ بہت بڑے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ [۳] کی خدمت میں پہنچا دیا۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء میں اپنے استاد و مربی

۳۔ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء و مدفون ڈھڈیاں سرگودھا) پاکستان کے شہر سرگودھا کے رہائشی تھے مگر تحصیل علم کے لیے ہندوستان گئے اور پھر حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر نہ

مولانا حیدر حسن خان صاحب کے انتقال کے بعد حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کی مشاورت پر حضرت رائے پوری سے بیعت ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے اپنے سلسلے میں اجازت سے نوازا۔ اس کے علاوہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ کو اپنے زمانے کے کبار اہل اللہ کی صحبتیں بھی حاصل رہیں جیسے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا و حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہم اللہ وغیرہ۔ (بقول مولانا نعمانی رحمہ اللہ)

اہل اللہ کی ان صحبتوں کی بدولت دل سے دنیا کی اور مال منال کی محبت ختم ہوگئی اور اپنے آپ کو دینی خدمات کے لیے اخلاص کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرت لگانے کا داعیہ پیدا ہو گیا، نہ کسی یونیورسٹی وغیرہ میں جانے کا خیال آیا نہ ہی معاشی مشاغل میں اپنی صلاحیتوں کو جھونکنے کا اور نہ ہی اپنے علم کو اپنے نام و نمود اور شہرت کے لیے استعمال کرنے کے سفلی جذبے نے انگڑائی لی۔

صرف بیعت ہوئے بلکہ انہی کے ہو رہے، عمر بھر ان کی خدمت کی اور حضرت کے جانشین ہوئے۔ حتی کہ رائے پوری نسبت نام کا حصہ بن گئی۔ مولانا عبد الماجد دریابادی رحمہ اللہ نے اپنے افکار پریشان سے تائب ہونے کے بعد بیعت کے لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے مشورہ کیا تو حضرت نے ایک پرچی پر اس زمانے کے دس مشائخ طریقت کے نام لکھ دیے، ان میں سے سب سے پہلا نام حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ کا تھا۔ حضرت رائے پوری کے حلقہ ارادت میں اس زمانے کے بہت سے ارباب علم و فضل شامل تھے جیسے حضرت مولانا منظور نعمانی، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ وغیرہ۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ مولانا کی مخلصانہ دینی و علمی خدمات کے پیچھے بنیادی ہاتھ تصوف و تزکیہ اور مشائخ کی تربیت کا ہے۔ایک بڑی تلخ حقیقت ہے کہ اس بھٹی سے گذر کر کندن نہ بننے کی وجہ سے کتنے اہل علم اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو ادھر ادھر ضائع کر دیتے ہیں۔و هم يحسبون انهم يحسنون صنعاً

تدریس:

اپنے علم کو مستحضر رکھنے یا رجال کار پیدا کرنے کے لیے عالم کے لیے تدریس کا شغل ناگزیر ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے کا زمانہ مولانا نعمانی نے تحقیقی و تالیفی کاموں اور دیگر وقت مصروفیات میں گذارا۔ ازدواجی زندگی کے مراحل بھی اسی زمانے میں شروع ہوئے، پاکستان بننے کے بعد مولانا کراچی منتقل ہو گئے اور یہاں تقریباً تین چار سال مختلف کاموں میں گذر گئے۔ ۱۹۴۹ء میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں مدرسہ دار العلوم ٹنڈو اللہ یار قائم ہوا، جس میں اس وقت کے اکابر اہل علم تدریس کے لیے جمع ہوئے۔ جیسے حضرت بنوری، مولانا بدر عالم میر ٹھی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا عبد الرحمن کامل پوری۔ مولانا نعمانی رحمہم اللہ بھی اسی جماعت میں شامل ہوئے۔ اور ٹنڈو اللہ یار میں تدریس کے ساتھ ساتھ لائبریری کے ذمہ دار بھی بن گئے۔ مولانا نے یہاں پورے دو سال تدریس کی۔ جس میں فقہ، اصول فقہ، نحو، منطق کے ساتھ ساتھ اصول حدیث بالخصوص مقدمہ ابن صلاح کی تدریس کی۔ کچھ عرصے کے بعد منجانب اللہ کچھ ایسے حالات بنے کہ یہ حضرات اکابر یہاں سے کراچی اٹھ گئے۔ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون قائم فرمایا، مولانا نعمانی نے بھی یہاں سے علیحدہ ہونے کے بعد بنوری ٹاون میں خدمات سرانجام دینا شروع کیں اور یہاں "بخاری" کے علاوہ صحاح ستہ "مشکوٰۃ شریف"، "کتاب الآثار"، "موطا امام محمد"، "موطا امام

مالک"، "شرح معانی الآثار" اور فقہ میں "الاختیار" اور "کنز الدقائق" کی تدریس فرمائی۔

ادارت مجلہ بینات:

بنوری ٹاؤن میں مولانا کا تقریباً ۹ سال قیام رہا۔ تدریس کے ساتھ ساتھ مولانا نے ماہنامہ "بینات" کی ادارت کے فرائض بھی بحسن وخوبی سرانجام دیے۔ یہاں سے بہاولپور روانہ ہونے کے موقع پر مولانا بنوری رحمہ اللہ نے کے لیے تعارفی کلمات یہ لکھے:

> "مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب نے ہمارے اس مدرسے میں ۹ سال تک فقہ، اصول فقہ، اور حدیث شریف کی تدریس فرمائی ہے۔ مولانا مدرسے کے اونچے درجے کے مدرسین اور محققین میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہنامہ "بینات" کی ادارت کے فرائض بھی کمال حسن وخوبی سرانجام دیے ہیں۔ مولانا نعمانی تدریس و تالیف کے میدان کی نمایاں شخصیت ہیں، اور تصنیف و تالیف کے میدان میں ان کے کمالات اور مہارت پر ہمیں مکمل اعتماد ہے۔"

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں:

۱۹۶۳ء کے اواخر میں بہاولپور میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا جس میں سرکاری سرپرستی میں اعلیٰ پیمانے پر دینی علوم کی تدریس کا اہتمام کیا گیا۔ متعدد اہل علم، ارباب انتظام کی دعوت پر یہاں تشریف لائے، جن میں علامہ شمس الحق افغانی، مولانا ادریس کاندھلوی رحمہا اللہ بھی شامل تھے۔ مولانا نعمانی کو بھی یہاں تشریف آوری کی باضابطہ دعوت دی گئی۔ مولانا نے اپنے ندوی دوست مولانا مسعود عالم ندوی کے پرزور اصرار پر دعوت قبول کی اور یہاں منتقل ہوئے۔ یہاں عالمیہ (ایم اے) کی سطح پر حدیث واصول حدیث کی تدریس کے ساتھ ساتھ مقالہ

جات کی نگرانی آپ کے ذمے لگی۔ چند سال کی تدریس کے بعد مولانا نعمانی کو صدر شعبہ اور پھر اسلامیات کا صدر بنادیا گیا۔ ۱۹۷۶ء میں ریٹائرمنٹ تک وہاں قیام رہا۔

بنوری ٹاؤن میں دوبارہ آمد:

یہاں سے فراغت کے بعد حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اصرار پر مولانا نے دوبارہ بنوری ٹاؤن سے اپنا رشتہ جوڑا، اب مولانا کی ذمہ داریوں میں مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کی صدارت کے ساتھ تخصص فی الحدیث کے استاد اور جامعہ میں فقہ اور حدیث کے مقالہ جات کی نگرانی بھی سپرد ہوئی۔ چنانچہ مولانا کی نگرانی میں درجنوں اہم مفید مقالہ جات معرض تحریر میں آئے۔ یہ زمانہ اگرچہ بڑھاپے کا تھا مگر جب تک ہمت نے ساتھ دیا بنوری ٹاؤن کے اس تعلق کو نبھاتے رہے، تنخواہ کی قلت کی وجہ سے اپنی یا کرایہ پر گاڑی یا تانگہ رکشہ کرانا ممکن نہیں تھا اس لیے بسوں میں ہی سوار ہو کر جامعہ میں حاضر ہوتے رہے۔ جب ہمت بالکل جواب دے گئی (جس کا اندازہ اس سے ہوا کہ ایک دفعہ ازدحام میں بس میں سوار ہونے لگے تو ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے دھکم پیل میں گر پڑے) تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبد الحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو یہ خدمت سپرد کر کے خود سبکدوش ہو گئے اور اپنے آپ کو مکمل طور سے علمی و تصنیفی کاموں کے لیے یکسو کر لیا۔

بیرونی اسفار:

مولانا نعمانی کے تقسیم برصغر کے بعد ہندوستان کے تین سفر ہوئے۔ پہلا سفر ۱۴۰۳ھ کو ہوا۔ اس سفر میں مولانا نعمانی نے کمال عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پرانے دوست اور مخلص رفیق مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ اس سفر میں زیادہ مشغولیت علمی کی بجائے روحانی رہی، اس سفر میں مولانا ندوی نے مولانا نعمانی کو اپنے رائے پوری سلسلے کی اجازت بھی دی اور پاکستان میں

اپنے بعض متوسلین کو مولانا نعمانی کی تربیت میں دیا اگرچہ اس سفر میں زیادہ مشغولیت روحانی رہی مگر پھر بھی بعض طلبہ کو "مقدمہ ابن صلاح" پڑھایا اور رائے بریلی کی مسجد میں اصلاحی خطبات بھی دیے۔

دوسرا سفر ہند ۱۴۰۹ھ میں ہوا۔ جس کا باعث یہ ہوا کہ ندوہ کے شیخ الحدیث مولانا ضیاء الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا اچانک انتقال ہو گیا، اس خلاء کو فوری پُر کرنے کے لیے نظریں مولانا نعمانی کی طرف اٹھیں۔ مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے حضرت نعمانی کو دعوت دی کہ وہ یہاں ندوہ میں تشریف لاکر "بخاری شریف" پڑھائیں اور علوم حدیث پر طلبہ اور اساتذہ کو مفید محاضرات سے مستفید فرمائیں۔ چنانچہ تین ماہ کے قریب ندوہ میں اپنے استاد مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمہ اللہ کی طرز پر حدیث شریف کی تدریس فرمائی۔

تیسرا سفر ۱۴۱۳ھ کو رابطۃ الادب الاسلامی کی بھوپال کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ہوا۔ کانفرنس سے فراغت کے بعد ندوہ میں ہی قیام ہوا۔ طلبہ نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور مولانا سے "نخبۃ الفکر" (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اصول محدثین پر مشتمل کتاب) پڑھانے کی درخواست کی۔ چنانچہ مولانا نے یہ کتاب پڑھائی اور ایک بڑی تعداد نے اس سبق سے استفادہ کیا۔

سفر حرمین شریفین:

مولانا کا حرمین شریفین کا پہلا سفر ۱۳۸۶ھ کو ہوا۔ یہ سفر حج تھا، قیام دو ماہ کے قریب رہا۔ اور آنے والے اہل علم سے استفادے اور افادے کا سلسلہ جاری رہا۔ مسجد نبوی شریف اور مدینہ منورہ کے دیگر کتب خانوں میں بہت سی نایاب و کمیاب کتب دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ اس کے بعد متعدد بار حج و عمرہ کے اسفار ہوئے اور وقتاً فوقتاً ارباب علم سے مولانا کو اجازات حدیث بھی حاصل ہوئی۔

سفر ترکی:

ترکی تقریباً چھ سو سال تک عالم اسلام کا دار الخلافہ رہا ہے۔ اس لیے وہاں فطری طور پر ارباب علم و فضل کا اجتماع ہو گیا اور علم کے خزانے بھی وہاں منتقل ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں ترک ناداں مصطفیٰ کمال اتاترک نے اگرچہ خلافت عثمانیہ کی قباء چاک کر دی اور ترکی کے اسلامی تشخص کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور وہ اپنے ان اقدامات میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گیا مگر ترکی کی خوش قسمتی اور وہاں موجود علمی اثرات کی وسعت و کثرت کہ اس کے باوجود اب بھی ترکی ان ممالک میں سے ہے جہاں بہت بڑی تعداد میں علمی خزانے محفوظ ہیں۔ چنانچہ محتاط اندازہ یہ ہے کہ ترکی کے مختلف کتب خانوں میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کے قریب عربی مخطوطات موجود ہیں جن میں سے پینسٹھ ہزار مخطوطات صرف استنبول کے کتب خانہ سلیمانیہ میں ہیں۔

ترکی کی اسی اہمیت کی وجہ سے مولانا نعمانی جو کتابوں کے عاشق تھے انہوں نے ۱۴۱۷ھ میں ترکی کے لیے رخت سفر باندھا۔ یہ سفر صرف رسمی اور عجلت بازی کا نہ تھا بلکہ مولانا نے اس سفر کے دوران استنبول میں مکمل ایک مہینہ قیام کیا اور مکتبہ سلیمانیہ سے بھرپور استفادہ کیا۔ صبح و شام مکتبہ سلیمانیہ میں حاضر ہوتے اور کتابیں دیکھتے۔ اس کے علاوہ دیگر مکتبوں کو بھی دیکھا اور خوب استفادہ کیا۔ مکتبوں سے استفادے کے ساتھ ترکی کے علماء و مشائخ سے بھی ملاقیں رہیں بالخصوص علامہ کوثری کے شاگرد محمد امین سراج اور داعی کبیر شیخ محمود آفندی نقشبندی رحمہا اللہ۔ ترکی کے اس سفر سے مولانا نے کچھ نادر مخطوطات اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اسانید کے متعدد نسخے حاصل کیے۔ سفر سے واپسی پر ترکی کے اہل علم و فضل اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد مولانا کو ہوائی اڈے تک رخصت کرنے کے لیے آئی۔

وفات:

علم و عمل، تدریس و تصنیف اور دعوت و ارشاد کی شاہراہ پر طویل سفر کرنے والے یہ مسافر بالآخر ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بمقام جامعہ کراچی بوقت دس بجے صبح تہلیل و تسبیح کے زمزموں میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ نماز جنازہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی اور تدفین جامعہ کراچی کے احاطے میں موجود قبرستان میں ہوئی۔

تصنیفات و تالیفات:

مولانا نعمانی فنا فی العلم انسان تھے اور شروع سے لکھنے پڑھنے کے نہ صرف عادی بلکہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے تھے۔ اپنی اس علمی یکسوئی اور فطری استعداد اور سلیقہ تالیف کی خداداد صلاحیت[۴] کی بدولت اوائل عمر سے ہی مضبوط نقوش منظر عام پر لائے۔ مولانا کا مطالعہ بہت وسیع و عمیق تھا، ہر بات دلائل سے مزین اور ٹھوس حقائق پر مبنی کرنے کے عادی تھے، اٹکل پچو سے ورق سیاہ کرنے سے بہت دور تھے، ہر بات بلکہ ہر لفظ باحوالہ لکھنے کے روادار تھے۔ اس بات کا اندازہ مولانا کی تالیفات دیکھنے سے ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کی تالیفات اہل علم کے لیے اپنے اپنے موضوع پر مرجع کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ امام حاکم کی کتاب ”المدخل“ پر علمی تبصرہ مولانا کی تصنیفی زندگی کا پہلا نقش تھا۔ یہ تبصرہ ”البرہان“ کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ مگر یہ تبصرہ اپنی علمی پختگی اور ثقاہت میں اس درجے پر فائز ہوئے کہ

۴۔ مولانا کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تسوید ہی تبییض ہوتی تھی۔ تحریر لکھنے کے بعد اسے بار بار کاٹنے یا تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ پہلی دفعہ لکھا اور خوب لکھا۔ یہ وصف بہت کم اہل قلم کو نصیب ہوتا ہے ذلك فضل من الله يؤتيه من يشاء.

اس زمانے کے اکابر اہل علم نے اس کو خوب سراہا۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ مدیر "الفرقان" ومصنف "معارف الحدیث" نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا:

"مولانا عبد الرشید نعمانی (اللہ ان کے علم وافادات میں برکت دے) علمی میدان کے شہ شواروں میں سے ہیں ان کی اس جیسی نادر اور مضبوط تحقیقات کو دیکھ کر یہ حوصلہ بندھتا ہے کہ ہمارے اکابر حضرات کے رخصت ہونے کے بعد بھی اللہ رب العزت اپنی مشیت سے مولانا جیسی ہستیوں کی صورت میں ہمارے درمیان علم کو باقی رکھے ہوئے ہیں، اللہ رب العزت علم وتحقیق کے میدان میں مولانا نعمانی کی خدمات کو قبول فرمائیں۔" (آمین)

تقریباً اسی سال بعد مولانا نعمانی کے ایک شاگرد مولانا محمد طارق اٹکی نے ان افادات کا عربی زبان میں ترجمہ کیا، جس پر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ (شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے تاثرات کچھ اس قسم کے تھے:

"امام حاکم کی کتاب "المدخل" پر حضرت مولانا علامہ عبد الرشید نعمانی کی تعلیقات اور حواشی کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھے یہ تعلیقات بہت عمدہ اور نفیس معلوم ہوئیں، جن میں بیش بہا علمی ابحاث، حدیثی فوائد اور صحیح توجیہات شامل ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ مولانا نعمانی ایک عبقری (انتہائی زیرک) وسیع المطالعہ اور مشکل علمی ابحاث کی گہرائی تک پہنچنے والی شخصیت کے مالک ہیں۔"

"لغات القرآن":

یہ ایک ضخیم کتاب ہے جو پاک وہند میں بارہا طبع ہو چکی ہے اور اپنی اہمیت و ضرورت کی وجہ سے طبع ہوتی رہتی ہے۔ اس میں مولانا نے قرآن پاک کے مفرد

الفاظ (خواہ اسم ہوں یا فعل یا مصدر) لے کر اس کی لغوی و صرفی تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کا تفسیری مفہوم بھی واضح کیا ہے۔

''ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة''(عربی):

علمی حلقوں میں مولانا کے ابتدائی تعارف کا باعث ''المدخل'' پر حواشی و تعلیقات بنے لیکن مولانا کی خاص پہچان اور شاید رہتی دنیا تک تعارف کا ذریعہ یہ کتاب بن گئی ہے۔ اس کتاب کا عنوان اگرچہ خاص اور محدود ہے لیکن دراصل یہ علم حدیث کی ایک وسیع تاریخ ہے جس کے مندرجات محققانہ معیار کے حامل ہیں۔ اس کتاب میں حضرت رسالت مآب ﷺ کے زمانے سے لے کر امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کے زمانے تک حدیث شریف کی کتابت، تدوین و حجیت حدیث، مختلف محدثین کے معیارات انتخاب حدیث جیسی دلچسپ اور مفید علمی ابحاث شامل کتاب ہیں۔ یہ کتاب اپنے علمی معیار اور تحقیقی مواد کی وجہ سے اہل علم کے ہاں خوب سراہی گئی۔ مشہور محقق شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ جیسے علوم حدیث کے وسیع المطالعہ محققین نے دل کھول کر اس کی تعریف کی۔

الإمام ابن ماجة و كتابه السنن:

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ نے اس کتاب کو ایڈٹ کر کے اس نام سے شائع کیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ عبد الفتاح جیسے وسیع المطالعہ محقق نے لکھا کہ مصنف نے کتاب کے مواد کو ایسی جامعیت اور وضاحت و ترتیب سے پیش کیا ہے کہ مجھے اس پر کسی استدراکی نوٹ یا توضیحی حاشیے یا اضافے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سوائے چند ایک جگہ کے جہاں خفیف سی تعلیقات درج کی گئی۔ اہل علم اور ارباب تحقیق شیخ عبد الفتاح کے اس جملے کی قدر و معنویت سے

واقف ہیں۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کا یہ جملہ مولانا نعمانی کے اس میدان میں بلند علمی مقام پر بہت بڑی شہادت ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا نعمانی نے ایسی جلیل القدر تالیف صرف بیس پچیس دن میں تالیف فرمائی تھی۔ اس سے بھی وسعتِ علمی، قوت حافظہ اور استحضار معلومات اور قوت استنباط کا پتہ چلتا ہے۔

مكانة الإمام أبي حنيفة في الحديث:

اس کتاب میں مولانا نعمانی نے اس سطحی اور عامیانہ اعتراض کا عالمانہ جواب دیا ہے جو گذشتہ کچھ عرصے میں ایک محدود سے طبقے کے پڑھے لکھے لوگوں کی زبانوں پر بھی آنے لگا تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث کا زیادہ علم نہ تھا۔ کسی نے یہ ہوائی چھوڑی کہ امام صاحب کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ کسی نے کچھ، کسی کچھ۔ اس کتاب کی علمی اہمیت کے پیش نظر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اسے ایڈٹ کر کے شائع کیا۔

"کتاب الآثار" کی ترتیب جدید:

اس میں مولانا نعمانی نے امام صاحب کی "کتاب الآثار" کو مسند کی ترتیب دی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے اساتذہ حدیث:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں امام صاحب کے اساتذہ ومشائخ حدیث کا تذکرہ ہے۔

امام ابو حنیفہ کے امام ابراہیم نخعی سے فقہی اختلافات:

اس رسالے میں مولانا نعمانی نے یہ واضح کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت ابراہیم نخعی کے مقلد محض نہ تھے بلکہ مستقل مجتہد تھے اور انہوں نے بہت سے مسائل میں امام نخعی سے اختلاف بھی کیا ہے۔

امام ابن ماجہ اور علم حدیث:

اس کتاب کے بہت سے مباحث تو وہی ہیں جو "ما تمس الیہ الحاجۃ" کے ہیں لیکن بہت سے مباحث اس سے مختلف بھی ہیں، اس لحاظ سے اسے اس کا ترجمہ نہیں کہنا چاہیے بلکہ ایک مستقل تالیف قرار دیا جانا چاہیے۔

اصول حدیث کے بعض اہم مباحث:

یہ مولانا نعمانی کے بعض مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رسائل اور مضامین ہیں جو مولانا کے فاضل صاحبزادے حضرت مولانا عبد الشہید نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جمع فرمائے ہیں اور اس نام سے طبع کیے ہیں۔ مضامین میں سے امام حاکم کے حالات، مدخل کا تنقید جائزہ، حدیث صحیح کی تعریف پر مفصل بحث، ہندوستان میں علم حدیث کا ارتقاء، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ طبقات کتب الحدیث پر تبصرہ، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خاندان کی خدمات حدیث، ولی اللہی خانوادے کی خدمات حدیث، صحیح مسلم و صحیح بخاری کی اصحیت کا تقابلی جائزہ وغیرہ نمایاں ہیں۔

تعلیقات دراسات اللبیب:

دراسات اللبیب سندھی عالم مولانا معین ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جس کا موضوع عمل بالحدیث ہے اس ضمن میں اس میں اجتہاد، تقلید کے علاوہ اصول حدیث، حدیث، فقہ اور عقیدے کے بھی بہت سے مسائل آگئے ہیں۔ مولانا نعمانی نے اس پر انتہائی عالمانہ اور محققانہ حواشی لکھے ہیں۔ بقول مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے "دراسات اللبیب" حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ذوق فقہ الحدیث کو حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے مذاق و مشرب پر ترجیح دینے کے لیے لکھی گئی تھی۔ نواب

صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے بھی "دراسات" کی تحسین کی ہے۔ "دراسات اللبیب" کا موضوع چونکہ بہت نازک اور حساس ہے یعنی ظاہر حدیث کو مذہب فقہی پر ترجیح دی جائے۔ اس لیے یہ کتاب اہل علم کے ہاں ردو قبول کی صورت میں مشہور و معروف ہے۔

ذب ذبابات الدراسات:

خود سندھ کے عالم شیخ عبد اللطیف سندھی رحمہ اللہ نے دراسات کے مندرجات کا "ذب ذبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات" کے نام سے ایک تفصیلی تنقیدی جائزہ لکھا جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب پر بھی مولانا نعمانی کی مفید تحقیقات و تعلیقات مطبوع ہیں۔

مقدمہ و تعلیقات کتاب التعلیم:

ساتویں صدی ہجری کے سندھ کے ایک عالم امام ابو مسعود ابن شیبہ رحمہ اللہ نے ایک کتاب "کتاب التعلیم" کے نام سے تالیف فرمائی۔ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تعارف اور امام صاحب کے فقہی مذہب کے اصول و فروع پر مشتمل تھی۔ امام صاحب کے تعارف میں مصنف کے پیش نظر کچھ حضرات کی جانب سے امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا عالمانہ نقد ورد تھا۔

کتاب چونکہ اہم تھی اس لیے مولانا نعمانی نے اس کا مقدمہ اور تعلیقات لکھیں۔ تعلیقات اہل علم کی نظر میں نہایت وقعت کی حامل ہیں۔ مشہور محقق عالم حضرت علامہ ابو الوفاء افغانی رحمہ اللہ نے بھی ان کی تحسین فرمائی ہے۔

اصل کتاب بمشکل بیس پچیس صفحات کی تھی مگر مولانا نعمانی کی بے نفسی ہے کہ بجائے اپنی الگ سے کتاب لکھنے اور اپنی تصنیفات کی تعداد میں اضافہ کرنے کے اپنا پورا زور اس کی خدمت میں لگا دیا اور اصل کتاب سے تقریباً اٹھارہ گنا زیادہ تعلیقات اور مقدمہ لکھا۔ "کتاب التعلیم" کی یہ تعلیقات ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔

تحقیق الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار:

"کتاب الآثار" امام محمد رحمہ اللہ کے واسطے سے امام صاحب کی منقول روایات کا مجموعہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کے رواۃ کے احوال "الایثار" کے نام سے جمع فرمائے تھے۔ مولانا نعمانی نے حیدر آباد دکن سے ملنے والے اس کے ایک مخطوطے انتہائی عرق ریزی سے اس کی تحقیق و تعلیق کی اور اس پر عالمانہ مقدمہ لکھا۔

فتح الاعز الاکرم بتخریج الحزب الاعظم:

ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قرآن و حدیث کی دعاؤں پر مشتمل "الحزب الاعظم" مجموعہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ مصنف نے احادیث کی تخریج یعنی حوالہ جات ذکر نہیں فرمائے تھے۔ مولانا نعمانی نے بعض حضرات کی استدعا پر، یہ خدمت سرانجام دی۔ اور سوائے چار پانچ روایات کے باقی تمام روایات کی تخریج کی۔

دیگر متفرق مضامین:

ان وقیع اور ضخیم تحریرات و تعلیقات کے علاوہ مولانا نعمانی کے قلم سے مختلف نکلے، کتابوں کے مقدموں، تعارفی مضامین اور تحریروں پر نقد و تبصرہ پر مشتمل مضامین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ جو مختلف کتب اور رسالوں کی زینت ہے۔

فتنہ ناصبیت کی سرکوبی:

ماضی قریب میں جب ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی شیرازہ بکھرا تو یوں تو بہت سے فتنوں نے جنم لیا مگر دو فتنے ان میں سے نمایاں تھے جنہوں نے اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقے کو متاثر کیا۔ ایک فتنہ طعن اسلاف کا تھا جس نے خاص طور سے سراج الائمہ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی فقہی ترجیحات سے بڑھ کر ان کی ذات اور علمی حیثیت کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ اور یہ تاثر دیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث سے مس نہ تھا اس لیے ان کا مذہب حدیث سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مولانا نعمانی نے اپنی علمی تحقیقات اور تصنیفی کاوشوں کا ایک بہت بڑا حصہ اس فتنے اور گمراہ کن پراپیگنڈے کی تردید کے لیے وقف کیا۔

دوسرا فتنہ ناصبیت کا تھا جو ردِّ رافضیت کے زور میں حدود سے تجاوز کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ روافض نے اگر حب اہل بیت رضی اللہ عنہم کو عنوان بنا کر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مورد طعن ٹھہرایا تو اس فتنے کے علمبرداروں نے جواب ترکی بہ ترکی دیتے ہوئے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تنقیص شروع کر دی۔

مولانا نعمانی رحمہ اللہ کا تجزیہ یہ ہے اور بالکل بجا تجزیہ ہے کہ رافضیت اور ناصبیت ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ اور دونوں ایک ہی ایجنڈے (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی شخصیات مجروح کرنے کے مشن) کی تکمیل کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے جس کی بات معتبر مانی جائے نتیجہ حضور ﷺ کے صحابہ کی عظمت پر کیچڑ ہے۔

روافض کا فتنہ تو ناسور کی طرح امت کے ساتھ ساتھ چلتا آ رہا ہے اس لیے اہل علم ہر زمانے کے حالات و تقاضوں اور اسلوب کے مطابق اس کی سرکوبی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ردِّ رافضیت پر وسیع لٹریچر منظر عام

پر موجود اور دستیاب ہے۔ البتہ ناصبیت کا فتنہ ایسا نہیں جو ہر زمانے میں طاقت و توانا صورت میں چلتا آرہا ہو۔ بلکہ یہ فتنہ گاہے گاہے امت میں سر اٹھاتا آیا ہے لیکن اہل علم ہر زمانے میں اس کی سرکوبی کرتے رہے ہیں۔ تاریخ کے اوراق میں ہمیں جہاں بھی ناصبیت کی بازگشت سنائی دیتی ہے اہل علم فوراً احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے متحرک ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایک زمانے میں عبد المغیث حنبلی نے یزید کی حمایت میں ایک رسالہ لکھا تو "شهد شاهد من أهلها" کی صورت میں خود حنابلہ کے سرخیل زمانہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کی خوب خبر لی۔ اور "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" کے نام سے گراں قدر رسالہ سپرد قلم کیا۔ جس میں اصل زیر بحث مسئلے (مذمت یزید) کے ساتھ عبد المغیث کی علمی غلطیوں کی بھی نشاندہی کی۔[۵]

ناصبیت تحقیق کے بھیس میں:

ماضی قریب میں ہندوستان کے شہر امروہہ کے ایک باسی محمود احمد عباسی نے "خلافت معاویہ ویزید" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس کا روئے سخن اگرچہ روافض کی جانب تھا مگر اسے ناداں دوستی کہیے یا دانستہ دشمنی کہ اس کتاب میں ناصبیت کا مقدمہ بڑے مرتب انداز میں پیش ہو گیا چنانچہ رافضیت کے تبراؤں سے ستائے لوگوں نے کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کتاب میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ مصنف نے بے لاگ تحقیق کی ہے اور بالکل غیر جانبدارانہ نتائج اخذ کیے ہیں۔ کتاب کا اندازِ تحقیق یورپ کے محققین کی

۵۔ یہ رسالہ احقر کے ترجمے اور حضرت الاستاذ محقق العصر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ کے گراں قدر مقدمے کے ساتھ شاہ نفیس اکیڈمی لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔ پہلا نسخہ ختم ہونے کے بعد طبع دوم کا انتظار ہے۔

چھاپ لیے ہوئے تھا۔ جو بظاہر بڑا سائنٹفک ہوتا ہے مگر اندر سے قیاسات و ناقص استقراءات اور بودے دلائل و مزعومات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے بعض بڑے انوکھے دعوے کیے مثلاً:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت خلافت صحیحہ نہیں تھی۔

۲۔ واقعہ کربلا کے بارے میں جیسے دعویٰ کیا جاتا ہے ویسا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ محض افسانہ عجم ہے۔

اول الذکر دعوے کو تو چند عبارات میں قطع و برید کر کے ثابت کیا مگر دوسرے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے عباسی صاحب نے بہت عرق ریزی سے کام لیا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کی تردید کے لیے انہوں نے تقویم / کیلنڈر، اور جغرافیہ کی معلومات سے سہارا لیا اور استشراقی طریقہ تحقیق (Research method) سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اگر واقعہ کربلا ہوتا تو بنو ہاشم و بنو امیہ کے تعلقات کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جاتی جبکہ اس واقعے کے بعد طرفین میں رشتہ داریاں ثابت ہیں وغیر ذلک۔

اس قسم کا دعویٰ اور اس طریقے سے اثبات چونکہ اچھوتا تھا اور اس پر زور انشاء مستزاد اس لیے بہت سے آزاد خیال ادیب، صحافی، دانشور اور کچھ نیم پختہ اہل علم بھی اس کتاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے اس کتاب کو بہت بڑا انکشاف اور تحقیق کا شاہکار قرار دیا۔ پھر یہ کتاب خواص کے ہاتھوں سے نکل کر عوام میں بھی آنے لگی اور نتیجتاً ناصبی افکار کے لیے اچھی خاصی زمین ہموار ہو گئی۔ جس کے آج تک برگ و بار سامنے آرہے ہیں۔ بہت سے لوگ اسی کتاب کو اپنے ناصبی افکار کی تبلیغ اور پرچار کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر محمود احمد عباسی کو ہندوستان میں فتنہ ناصبیت میں نئی روح پھونکنے والا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

عباسی کی مذکورہ کتاب کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن بقول مولانا نعمانی نقد و گرفت کرنے والوں نے ثانوی اور ضمنی باتوں کو چھیڑا ہے اصل محل

استدلال اور وہ نکات جو ایک عام قاری کو متاثر کرنے والے تھے ان کو باضابطہ موضوع بنا کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ زیر نظر کتاب "ناصبیت تحقیق کے بھیس میں" کی خصوصیت یہی ہے کہ اس میں عباسی کی اٹھائی ہوئی اصل بنیادوں اور بزعم خویش مضبوط استدلالات کے تار و پود پوری دیانتداری اور عالمانہ تحقیق سے بکھیرے گئے ہیں۔

عباسی کی تحریر سے متاثر ہونے والے انصاف پسند قاری کے لیے اس کتاب میں ہدایت کا پورا سامان موجود ہے۔ ابتدائی طور سے اس کتاب کے مندرجات ماہنامہ "بینات" کے صفحات کی زینت بنے اور اہل فکر و نظر سے داد تحقیق پائی۔ اب احباب کے تقاضے پر اور اس خیال سے کہ ابھی اس فتنے کی جڑیں معاشرے میں باقی ہیں اور گاہے گاہے پنپتی رہتی ہیں، اس کتاب کے مندرجات شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مولانا نعمانی کے صاحبزادے مولانا عبد الشہید نعمانی دامت برکاتہم نے نہ صرف اس کتاب کے مندرجات کی مرتب صورت گری کی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مولانا نعمانی کے اس موضوع پر بکھرے مضامین اور رسالوں کو بھی یکجا کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا واحسن الجزاء

نوٹ: حالاتِ مؤلف کا تقریباً سارا مواد حضرت مولانا عبد الشہید نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی عربی سوانحی کتاب سے ماخوص ہے۔ اس لیے اس تحریر کو اس کا ترجمہ یا اردو ورژن کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

فقط

شعیب احمد

- دار الافتاء، جامعہ دار التقویٰ لاہور
- خطیب جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز لاہور

۲۹ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

از

ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

شعبۂ حدیث، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور

آپ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ/ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کو جے پور (انڈیا) میں جناب منشی محمد عبد الرحیم بن محمد بخش بن بلاقی بن چراغ محمد بن ہمت کے گھر پیدا ہوئے۔ نسب کے اعتبار سے کچھواہہ راجپوت ہیں۔ ہمت صاحبؒ کے زمانے سے سلسلۂ معاش تجارت ہے۔ آپ کے چچا حافظ عبد الکریم صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اور ان کی اہلیہ آپ کی حقیقی خالہ تھیں، آپ ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی ان کی آغوشِ تربیت میں چلے گئے، انہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، ابتدائی فارسی کے کچھ اسباق والدِ محترم سے بھی پڑھے، پھر اپنے محلہ "لساطیاں" کی مسجد میں ایک مکتب "مدرسہ انوارِ احمدی" کے نام سے قائم تھا۔ کچھ عرصہ وہاں پڑھتے رہے۔ ازاں بعد مدرسہ "تعلیم الاسلام" بیرون اجمیری دروازہ میں "منشی" کا امتحان دینے کی غرض سے داخل ہوئے، وہاں کے اساتذہ سے استفادہ کے بعد "منشی" کا امتحان دیا اور ۱۹۲۷ء میں اس امتحان میں کامیابی کے بعد عربی علوم کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی مدرسہ کے استاذ مولانا قدیر بخش بدایونی سے میزان سے لے کر "صحیح بخاری" کے ابتدائی اسباق تک درسِ نظامی کی اکثر و بیشتر مروجہ کتابیں پڑھیں۔ ان کتابوں کے علاوہ، مولوی، مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی سے انہی سے پڑھ کر دیئے، مئی ۱۹۳۳ء میں فراغت حاصل کی۔ اسی سال مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا، ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کا امتحان اسی یونیورسٹی سے پاس کیا۔

ندوۃ العلماء میں: ۱۹۳۴ء ہی میں "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں داخلہ لیا، دو سال کے عرصۂ قیام میں حضرت شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ سے بخاری و ترمذی کے علاوہ مقدمہ صحیح مسلم، تفسیر جلالین اور دیگر کتب کا درس لیا۔ علمِ حدیث سے مناسبت انہی کی صحبت میں پختہ ہوئی، ۱۹۳۵ء میں ان سے فراغت حاصل کی۔

حیدر آباد: ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ محمود حسن خان ٹونکی برادرِ معظم حضرت شیخ الحدیث موصوف کے ہاں حیدرآباد دکن پہنچے اور چار سال تک ان کی زیرِ نگرانی ان کی کتاب "معجم المصنفین" کی تدوین و تالیف میں کام کرتے رہے۔

ان چار سالوں میں ان سے بھی (تاریخ علوم اور مصنفینِ اسلام کے موضوعات پر) خوب خوب استفادہ کیا
آپ خود لکھتے ہیں کہ "میری تالیفات میں اگر کچھ علمی سرمایہ ہے تو یہ انہی دونوں بزرگوں کا صدقہ ہے"
بیعت کا تعلق بھی مولانا حیدر حسنؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مکیؒ سے ہے۔

ندوۃ المصنفین میں: ۱۹۴۲ء میں ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق مقرر ہوئے اور قیام پاکستان تک وہاں کام کرتے رہے۔

پاکستان میں: ۱۹۴۷ء میں پاکستان آگئے اور دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ میں دو سال تک تدریس کی ۱۹۵۵ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں برائے تدریس تشریف لے گئے اور وہاں فقہ، حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ باقی سب کتبِ حدیث زیرِ درس رہیں۔

جامعہ اسلامیہ میں: ۱۷ ستمبر ۱۹۶۳ء سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شعبۂ حدیث سے متعلق ہیں اور ریڈر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

تصنیفی خدمات: ۱۔ لغات القرآن۔ (اردو) جلد اوّل، دوم، سوم اور چہارم شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور علمِ حدیث (اردو) شائع کردہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی۔

۳۔ ماتمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ (عربی) " " " "

یہ سنن ابن ماجہ کا مقدمہ ہے جو حجیت حدیث، تاریخ حدیث، ابن ماجہ کی سوانح عمری اور ان کے سنن کے تعارف پر مشتمل ہے۔

۴۔ التعقیبات علی الدراسات! (عربی) یہ ملا معین سندھیؒ کی مشہور کتاب "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" کا حاشیہ ہے اور اس کے مباحث پر تنقید ہے، اس کا ایک سو صفحے کا مقدمہ بھی ہے جس میں ملا معین کی سوانح اور ان کی کتاب "دراسات" کا تعارف ہے۔ یہ کتاب "سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ" سے شائع ہوئی ہے

۵۔ التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات! (عربی) اصل کتاب سندھی ادبی بورڈ سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ "ذب ذبابات" مخدوم عبد اللطیف بن مخدوم محمد ہاشم سندھیؒ کی تصنیف ہے جو "ملا معین سندھی کی" "دراساتِ اللبیب" کا رد ہے۔ "دراسات" اور "ذب" دونوں کا تعلق اجتہاد اور تقلید کے مباحث سے ہے۔

۶۔ التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم! (عربی) امام مسعود بن شیبہ سندھی نے "کتاب التعلیم" کے نام سے

ایک مبسوط کتاب لکھی تھی جو فقہ وکلام کے مسائل کی جامع تھی۔ زمانہ کی دستِ بردسے اصل کتاب تو ضائع ہو گئی لیکن کتاب کا مقدمہ باقی رہ گیا جو امام ابوحنیفہؒ کے مناقب اور ان کے مذہب کی ترجیح پر مشتمل ہے۔ اور امام الحرمین جوینی کی "مغیث الخلق الی الحق" اور امام غزالی کی "المنخول" کا ردّ ہے۔ اور ان دونوں بزرگوں نے مذہب حنفی پر جو اعتراضات کئے تھے، ان کا تفصیلی جواب ہے "التعلیق القویم" اس "مقدمہ" کا نہایت مفصل و مدلّل حاشیہ ہے۔ یہ کتاب بھی سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو چکی ہے۔

اولاد:۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کا نکاح ہوا۔ دو فرزند اور تین دختران ہیں، بڑے فرزند محمد عبدالمعید ۱۳۹۰ھ میں انتقال کر گئے۔ ان سے چھوٹے حافظ قاری مولوی محمد عبدالشہید ایم۔ اے جامعہ کراچی میں عربی ادب کے لیکچرر ہیں۔ اور دو لڑکیاں اَمۃ اللہ اور امۃ الرحیم قرآن پاک کے حافظ اور قاری ہیں، امۃ الرحمٰن مولانا محمد احمد صاحب نائب ناظم کتب خانہ رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی اہلیہ ہیں جو پہلے نیوٹاؤن میں مدرس تھے۔

المحدث عبد الرشید النعمانیؒ

از

مولانا عامر صدیقی ٹونکی صاحب

(حیاۃ العلامۃ المحدث حیدر حسن خان الطوکی)

المحدث عبد الرشيد النعماني

الشيخ المحدث الجليل عبد الرشيد النعماني الراجستاني ، ثم الباكستاني - بارك الله في عمره ونفع به وبعلومه - من كبار الأفاضل المشهورين في علوم الحديث وأنواعه -

أخذ عن كثير من علماء طونك، وأخذ الحديث عن الشيخ الجليل المحدث حيدر حسن خان، والشيخ الفقيه المحدث محمود حسن خان الطونكي، والشيخ حسين أحمد المدني، إنه اغترف من بحورهم، واقتبس حظا وافرا من معارفهم ودراساتهم وصار عالما كبيرا ومحققا جليلا -

هو عالم مؤمن متواضع، هو من أسعد تلاميذ الشيخ حيدر حسن خان الطونكي وأحبهم اليه، وأكبر حامل وأمين لعلومه ومعارفه، درس وكتب وحاضر وخطب، وصنف وألف -

لقد بلغ حبه مع الإمام أبي حنيفة غايته والتفاني مثل شيخه حيدر حسن خان، و لأجل هذا الحب الذي يكنه في صدره لأبي حنيفة النعماني أضاف مع إسمه "النعماني" -

له مصنفات عديدة في علوم الحديث وأنواعه، يقول الأستاذ الشيخ المحدث السيد أحمد رضا البجنوري - تلميذ العلامة أنور الشاه الكشميري في مقدمة أنوار الباري شرح الجامع الصحيح للبخاري - رحمة الله عليه - تحت ذكر المحدثين: "العلامة المحدث الأديب الفاضل مولانا عبد الرشيد النعماني

دام ظلـهـم: مصنف شهير و محقق كبير جامع بين العلوم العقلية والنقلية له تصانيف علمية كثيرة منها. لغات القرآن وابن ماجه و علم الحديث وماتمس إليه الحاجة ...... (تقيد م على سنن ابن مـاجه)[1] والتعليقات على الدراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب للشيخ ملا معين السندهى والتعليقات على ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات و التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم لشيخ الإسلام سعود بن شيبه السندهى والتقديم على مؤطا الإمام محمد. رحمه الله. والمقدمة على مسند الإمام الأعظم أبى حنيفة. رحمه الله. والمقدمة على كتاب الآثار للإمام حسن بن زياد تدل أنتاجاته العلمية الحقيقية على غزارة علمه وسعة إطلاعه ودقة نظره فى علوم الحديث وأنواعه. سلك مسلك الكوثرى فى مقدماته وتعليقاته.

بعض الكتب فى رد "الناصبية" منها "يزيد كى شخصيت اہل سنت کی نظر میں"[2]

[1] يقع هذا الكتاب فى ٥٦ صفحة و طبع فى باكستان و ذكر فيه "الحديث فى القرن الأول والثانى والثالث و ترجمة الإمام ابن ماجة وسياق الأحاديث التى أدرجها ابن الجوزى فى الموضوعات والمعنيين بهذا الكتاب شرحا أو تعليقا أو تجريد الزوائد او الكلام على رجاله ورواة هذا الكتاب. يقول الشيخ عبد الرشيد النعمانى "أنا أروى هذا الكتاب عن شيخى الأجل الزاهد القدوة العلامة المحدث مدرس المعقول والمنقول حاوى الفروع والأصول مولانا حيدر حسن خان الطونكى. شيخ الحديث بدار العلوم ندوة العلماء وهو يروى عن شيخه حسين بن محسن الأنصارى .... (ص ٥٥ ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه)

[2] يقع هذا الكتاب فى ٢٣٣ صفحة هذا الكتاب عبارة عن الفتنة التى أثارها محمود أحمد عباسى فى باكستان و صنف كتابا باسم "خلافة معاويه و يزيد" أثبت فيه أن يزيد بن معاوية على الحق. ولايجوز لأحد أن يخرج من بيـ

البقية على الصفحة الآ

و" شہداء کربلا پر افترا"[1] و " اکابر صحابہ پر بہتان " و علق على رسالة الإمام الحاكم أبى عبد الله النيسابورى (ت ٤٠٥ م) المدخل فى أصول الحديث تعليقا علميا۔

قال العلامة السيد محمد بدر عالم الميرتهى مؤلف فيض البارى شرح صحيح البخارى۔ "ان الشيخ عبد الرشيد النعمانى عالم متضلع من العلوم العقلية والنقلية، واسع الاطلاع على كتب التاريخ والتراجم والحديث متفنن فى علوم الحديث والفضائل العلمية، دائم الاشتغال بالعلم. راسخ فى علوم القرآن ولغاته، متواضع مجته

بقية المنشور على ص ١٢٧
والقتال معه . و فعل حسين . رضى الله عنه . ليس بصحيح، يعترف قارئ هذا الكتاب بأن الشيخ عبد الرشيد النعمانى حقوقى كبير و عالم ضليع۔

[1] يقع هذا الكتاب فى ١٠٩ صفحة، حقق فيه الشيخ تحقيقا علميا ورد عليهم ردا حسنا طبع هذان الكتابان باسم" حادثۂ کربلا کا پس منظر" من المجلس العلمى بدلهى بتحقيق الدكتور محسن عثمانى الندوى۔

الشیخ محمد عبد الرشید النعمانی رحمہ اللہ

حیاتہ ومآثرہ الخالدۃ

از

الشیخ محمد طارق الأتکی

المدخل فى اصول الحديث

تاليف

العلامة المحدث الكبير

الامام ابى عبدالله الحاكم النيشابورى رحمه الله

بتعليقات نافعة

من فضيلة العلامة البحاثة ، النقاد الشيخ

محمد عبد الرشيد النعمانى رحمه الله

التعريب

محمد طارق الأتكى

الاستاذ

بجامعة العلوم الاسلامية الفريدية باسلام أباد

ناشر

مكتبة الايمان إسلام آباد

الشيخ محمد عبدالرشيد النعمانی رحمه الله

حیا ته و ماثره الخالدة

اسمه و ولادته

هو الإمام، المحقق، المحدث العظیم، البحاثة، النقادة ألمعی عصره، الحاذق فی أصول الحدیث و أسماء الرجال، الشیخ عبدالرشید بن المفتی عبدالرحیم النعمانی رحمهم الله تعالٰی-

مولده: ولد الشیخ فی مدینة "جے پور" (الهند) الثامن عشر من ذی القعدة سنة ١٣٣٣ھ 'من الهجرة ' المطابق ٢٧ من سبتمبر سنة ١٩١٥م و کانت أسرته من قبیلة "راجپوت" وهی من اعظم القبائل فی القارة الهندیة عددًا و وجاهة۔

الدراسة

بدأالشیخ رحمه الله دراسته الابتدائیة فی مدرسة انوار محمدی فی الهند، فتعلم فیها من الکتب العلمیة فی اللغةالفارسیة, والأردیة ثم ارتحل إلی الشیخ العلامة قدیر بخش البدائیوانی رحمه الله فی مدرسة تعلیم الاسلام- فتلقی منه کتب الصرف والنحو و الفقه و مشکاة المصابیح و غیرها، ثم التحق فی دارالعلوم ندوة العلماء لکنو فلازم فیها صحبة الشیخ، الفقیه، المحدث، العلامة حیدر حسن خان التونکی رحمه

اللّٰه إلى زمن طويل' فاستفاد منه فى التعليم والدراسة كدارس مجتهد حتى قرألديه كتب الحديث كلها' وأخذ منه علوم الحديث و معارفه بطريق جيد-

من مٰاثره الخالدة

ولما فاز بسند العلوم الشرعية والعقلية متميزا بمواهبه و كفاءاته على من سواه من الطلبة الناجحين انتقل الى دهلى' فصار عضوا لندوة المصنفين فى دهلى سنة ١٩٣٢م' و قد كان يحب التاليف والتصنيف منذ نعومة أظفاره' فأجهد قواه فى ذلك' و فى غضون ذلك ألف كتابا قيما "لغات القرآن الكريم' فى اللغة الأردية فى ثلث مجلدات' وهو كتاب جليل القدر' رفيع المقام والذكر' عظيم النفع و الإفادة' فريد المعرفة فى كثير من لغات الألفاظ' جميل الترتيب والنظام' وهذا الكتاب طبع مرات كثيرة لما ينكب عليها طلاب علم اللغة و من يريد فهم القرآن الكريم-

ولما استقلت دولة باكستان سنة ١٩٤٧م هاجرإلى باكستان' و عين مدرّسا فى "دارالعلوم الاسلامية" فى "تندو اله يار" التابعة لحيدرآباد السنده' التى أسسها شيخ الإسلام شبير احمد العثمانى رحمه اللّٰه' فدرّس هناك كتبا مختلفة من العلوم المتنوعة من الفقه' وأصوله' و من النحو و المنطق و مقدمة ابن الصلاح فطارصيته فى دارالعلوم بعبقريته

و نباهته فی العلوم الدينية، كيف لا وقد كانت بيئة دارالعلوم وجوها مملؤة من البركات و السعادات بتواجد كبار المشايخ فيها من امثال الشيخ العلامة محمد ادريس الكاندهلوى رحمه اللّٰه صاحب المؤلفات الكثيرة فی شتی العلوم، والشيخ عبيد الرحمٰن الأتكی رحمه اللّٰه، و محدث العصر محمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه، مؤ لف معارف السنن، والمحدث الكبير بدرعالم الميرتهی رحمه اللّٰه، و شيخ الاسلام شبير احمد العثمانی رحمه اللّٰه، وما احسن الجوحينما اجتمع فی دارالعلوم الاسلامية مثل هو لأ العلماء النوابغ، رحمهم اللّٰه تعالٰی رحمة واسعة-

ونظرًا لمزيد تفوقه و بالغ ذكائه و نبوغه فی العلوم المختلفة طلبه الشيخ محمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه الى جامعة العلوم الاسلامية بنورى تاون كرا تشی، للتدريس وإلقاء المحاضرات فيها، فلبی الشيخ عبدالرشيد النعمانی هذا الطلب، فعيّن مدرسًا فی هذه الجامعة، فدرّس رحمه اللّٰه فيها من اعظم كتب العلوم من التفسيروأصوله والفقه ، واعتنی بالحديث النبوی اعتناءً ا بالغًا تدريسًا، و تحقيقًا، و تاليفًا، فدرّس هناك جامع الترمذی والصحيح لمسلم، و سنن ابی داؤد، و سنن ابن ماجة و كتاب الآثار و شرح معانی الآثار للامام الطحاوی وألقی محاضراته فی الفقه من كنز الدقائق و الاختيار-

و كان الشيخ رحمه اللّٰه مشرفا خاصا لطلاب مجلس الدعوة و

التحقيق فی الفقه لکتابة الرسائل و المقالات العلمية کما انه کان مشرفاً خاصا لقسم التخصص فی الحديث النبوی؛ فاستمر هذه السلسة إلی سنوات عديدة؛ فأ فاد رحمه الله وأجاد و تخرج علی يديه جموع من العلماء الأفذاذ؛ المهرة؛ نشروا العلوم- ومازالواينشرون- فی مناطق مختلفة و دول أخری؛ وأناروا مسالك الشريعة الغراء لمن يريد الانتماء و العزو اليها-

ثم تنازل عن هذه الخدمات و الوظائف واستقال منها فی الجامعة سنة ١٣١٢من الهجرة؛ وانتقل مع نجله الذکی عبد الشهيد النعمانی حفظه الله الی جامعة کراتشی- وهو من اساتذة العلوم الاسلامية فيها منذ سنوات- الی اخر لمحات من حياته؛ و مازال يقدم خدمات دينية؛ جليلة فی مجالات شتی؛ وکان يلقی المحاضرات للصحيح للامام البخاری و شرح معانی الآثار فی هذا الزمن فی مدرسة عائشة صديقة للبنات شرف آباد کراتشی و قد کان يحب خدمة الحديث النبوی أشد المحبة فأجهد قواه فی ذلك وأرهق نفسه فی المطالعة و الدراسة؛ و قضی حياته خادماً له؛ ذاباً عنه؛ و کان يدرّس الحديث النبوی بدقة النظر؛ و عمق الدراسة و بکل تدبر واتقان-

مکانته العلمية والدراسية

و کانت شخصيته تتحلی بصفات نبيلة من الزهد و التقوی؛

والذكاء النادر، والفهم الدقيق، والإلمام التام على دراسته، والذاكرة القوية، وله عبقرية ملهمة فى التحقيق و سعة الدراسة، و يدطولى، وتخصص مرموق فى فن أسماء الرجال، فنال الثناء فى ذلك من علماء العالم الاسلامى كله، حتى لم يوجد له نظير فى جميع الأقطار الاسلامية، و كان له شغف مذكورو ولوع خالص فى علم الحديث و أصوله، فقضى معظم جزء من حياته لخدمة علم الحديث وأصوله- ١

و من أعظم مآثره العلمية كتابه: "ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة" وهذا الكتاب طبع فى البلاد العربية ايضاً باسم "الإمام ابن ماجة و كتابه السنن" وهو يحتوى على ثلاث مائة صفحة، و من المدهش انه ألف هذا الكتاب الذى يشتمل على دراسةعميقة، فى عشرين يوما فقط مع ما له من مشاغل أخرى من التدريس والتعليم، فنظرا إلى ذلك يكتب الشيخ عبد الفتاح ابو غدة رحمه اللّٰه بعد هذا:

"ولكن لا غرابة فى ذلك، فقد كان فى شبابه نشيطا دائبا فى العقل، لا يعرف الكلل والملل، مع ماأعطاه اللّٰه تعالى من ذكاء نادر، و فهم ثاقب، واطلاع واسع على كتب الحديث، و متعلقاته، و على مواضع الفوائد الحديثية، والأصولية المنشورة فى شتى الكتب"

ومما يدل على عمق نظره فى العلوم أن احداً حينما سأل منه عن

مسئلة شرعية أو عن ضابطة يستمع إليه و يمعن فى ذلك ثم يجيب له إجابة صحيحة بالبسط و التفصيل' وكان له ذوق علمى حتى تنعقد حفلة العلم والأدب أينما يحل و ينزل۔

ومن المعلوم أن الشيخ رحمه الله ممن يقلد مسلك الإمام الاعظم ابى حنيفة رحمه الله' وان له صلة و طيدة بالمذهب الحنفى' ولااكون مبالغًا لو قلت: ان له محبة خالصة به فى درجة العشق و الغرام' و كثيراً ما يشتكى ممن الذين يطعنون على الإمام الاعظم و على أصحاب الاحناف من العلماء الشوافع بغير حق' وينوه بهذه الظاهرة فى مجالس علمية مختلفة بكل حزن وتأسف' ويذكر القائمة الطويلة ممن الذين ابتلوا فى هذه المصيبة من كبار العلماء بالطعن على الإمام ابى حنيفة رحمه الله بطرق متعددة من السب والشتم' ومن الكلمات الردية المطرودة' و مع هذا كان رحمه الله يراعى الأدب والاحترام فى البيان والتحرير الذى يشتمل على الذب عن الإمام الأعظم' و هكذا يكون الأسلوب والمنهج للعلماء المخلصين فى ذلك۔

و من سوء الحظ أن بعض الناس فى عصرنا هذا يعتقدون ان الامام الأعظم لم يكن تابعيا لا رؤية ولا رواية' فكان رحمه الله أثبت بالدلائل القوية انه من اهل الاتباع رؤية و رواية' فألّف على هذا الموضوع رسالة مستقلة باسم "الإمام ابو حنيفة و تابعيته"۔

و مما يتهم به الامام ابو حنيفة رحمه اللّٰه– انه لم يعرف شيئا من علم الحديث' وهذا يبتنى على سوء الفهم والتعصب المحض والافقد كان الامام رحمه اللّٰه محدثا عظيما' فعالج الشيخ رحمه اللّٰهعلى هذا الموضوع و وضح بأنه اختار اولاً سلسلة التصنيف على الأبواب فى الحديث' وله رسالة مختصة على ذلك باسم "ابو حنيفة أول من دوّن الحديث" كما أنه صنف على مناقب أبى حنيفة و على مكانته العلمية كتابا قيما باسم "مكانة الإمام ابى حنيفة فى الحديث "وحقق هذا الموضوع بمصادر قوية و مراجع مستندة من أمثال "الخيرات الحسان" للعلامة الحافظ ابن المكى' و "عقود الجمان" للعلامة الدمشقى و غيرهما من كتب معتبرة–

استرشاده بمشايخ الطريقة

و من عادة العلماء الصالحين قديما و حديثا انهم يراجعون مشايخ مهرة و حذاقا فى مجال التربية و تزكية النفوس' وهى سنة حسنة' يبلغ بها الإنسان الى التقرب باللّٰه سبحانه و تعالٰى فى أقرب فرصة' فيؤدى الواجبات والمسئوليات بكل سكون واطمينان' وما دام لم يسلك الانسان على هذا المنهج المستقيم بكل اخلاص و طلب' لا يمكن له أن ينال المراتب العالية و الدرجات الرفيعة لدى اللّٰه سبحانه و تعالٰى' وأن يتحلى بالصفات النبيلة' والأخلاق المرضية التى ينشدها ديننا الإسلام–

و من أجل ذلك راجع الشيخ رحمه اللّٰه إلى محدث العصر سيدنا عبدالقادر رائبورى رحمه اللّٰهو كان ممن تشرب منهج الشيخ رشيد احمد الكنكوهى، رحمه اللّٰه فى التزكية للنفس ولإصلاح الباطن، وهو من أجلّ خلفاء الشيخ عبدالرحيم رائبورى رحمه اللّٰه و كان ممن تشرب منهج الشيخ رشيداحمد الكنكوهى، رحمه اللّٰه فى التربية، واضطلع بأفكاره فى إصلاح النفوس البشرية، وأساليب تزكيتها و توجيهها من غيّها إلى رشادها، ثم اتصل بشيخ الحديث محمد زكريا رحمه اللّٰه بعد وفاته للتربية والإصلاح-

ومن هذا المنطلق كان الشيخ رحمه اللّٰه يذكر اللّٰه تعالى فى كل حين، ولايمضى اوقاته إلا فى الذكر أوفى مسئلة علمية ويهتم باتباع السنة النبوية فى جميع مراحل الحياة وخاصة يدعو من اللّٰه سبحانه و تعالى الأدعية المسنونة عند الذهاب الى المسجد والرجوع عنه،

وكان يخفى دائما فضائله و صفاته من الناس، و يقى نفسه من السمعة والرياء، و قضى حياته خامل الذكر و لكن مع الجهد المتواصل و مع الفقر و ضيق اليد، و كان يواظب على برنامجه إلى اخر لمحة من حياته، ويجاهد كثيرا فى عبادة اللّٰه سبحانه و تعالى بأن كان يصلى الصلاوات الخمس مع الجماعة ولوكان فى مرض شديد مزمن، وكان يحب تحريك طالبان فى افغانستان كثيراً ويسر جدا من أنباء تقدم

"الطالبان إلى ارض الاعداء و من فتوحاتهم و يدعولهم صباحًا و مساءً ا'
و من الذى لايحب هولاء الناس الذين نفذوا احكام الاسلام على مستوى الحكومة وطبقوها فى جميع شعب الحياة الانفرادية والاجتماعية على رغم تلك المؤامرات والدسائس التى دبّرها أهل الحضارة الغربية ضد الإسلام والمسلمين- فجزاهم اللّٰه تعالٰى احسن الجزاء-

من مؤلفاته رحمه اللّٰه

وله مؤلفات عديدة و رسائل كثيرة و مقالات علمية على مواضيع مختلفة' حظيت بقبول عظيم بين الاوساط العلمية' وهى ممايليه:

١- لغات القرآن الكريم (ثلث مجلدات)

هذا الكتاب فى اللغة الاردية' يشتمل على لغات القرآن و شرح الالفاظ المفردة والمركبة' و على الفوائد العلمية من التفسير والفقه والتاريخ-

٢- الامام ابن ماجة و علم الحديث

كتاب فى اللغة الاردية' وهو جامع على المباحث المفيدة-

٣- التعقيبات على دراسات اللبيب فى الأسوة الحسنة بالحبيب صلى اللّٰه عليه وسلم' للعلامة محمد معين النسندهى-

٤- الامام ابن ماجة و كتابه السنن

هذا الكتاب فى اللغة العربية‘ و يحتوى على تحقيقات نادرة‘ ودراسات عميقة‘ فى علم الحديث وأصوله‘ وهو مما يستفيد منه الدارس اكثر ما يمكن-

٥- التعليقات على ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة‘ قدتسامح الشيخ العلامة محمد معين السندهى فى "دراسات اللبيب" فكتب عليه الرد العلامة عبداللطيف السندهى رسالة باسم‘ ذب ذبابات الدراسات‘ فكان الشيخ رحمه اللّٰه كتب على هذه الرسالة تعليقات مفيدة نافعة‘ زا د تها قو ة و قيمة۔

٦- التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم للعلامه مسعود السُندهى-

٧- مكانة الإمام أبى حنيفة فى الحديث-

٨- الناصبية فى لباس التحقيق ---- على رد الفتنة الناصبية-

٩- سيدنا على و قصاص سيدنا عثمان رضى اللّٰه عنهما-

١٠- التعليقات المفيدة على المدخل فى أصول الحديث

وهذه بين يديك‘ كتبها الشيخ رحمه اللّٰه فى اللغة الاردية‘ ونقلها إلى العربية محمد طارق الأتكى كاتب هذه السطور-

هذا و هناك كثير من الرسائل والمقالات التى كتبها الشيخ رحمه اللّٰه لمجلات مختلفة شهرية و نصف شهرية‘ وهى مما يشهد علي نبوغه و مكانته العلمية رحمه اللّٰه رحمة واسعة-

٢٢

رحلته إلى دار القرار

اصبح الشيخ مريضا قبل انتقاله الى ذمة اللّٰه فداواه بعض الأطباء المخلصين فى المستشفى الكبير حتى صح، ثم نشأ الاضطراب و القلق ليلة الأربعاء حتى طاربه النوم من عينيه، مع انه كان يأكل الدواء للنوم، و يقول ابنه عبدالشهيد النعمانى - حفظ اللّٰه- كان والدى يذكر اللّٰه تعالى فى هذه الليلة كثيرا، فتارة يقرأ لا إله الااللّٰه، و أحياناً سورة الاخلاص، وكان يتلو هذه الاية: ما يفعل اللّٰه بعذابكم ان شكرتم و امنتم "بالتضرع و البكاء، ويسأل مرة بعد مرة عن وقت الفجر حتى انه صلى الفجر فى الساعة الخامسة الا الربع، ثم أكل الفطور قليلا، ولكن ذلك الاضطراب والقلق الذى نشأ فى بداية الليل لايزال يزداد شيئا فشيئا، حتى غربت شمس العلوم والمعارف فى ضوء النهار عند الساعة العاشرة تمامًا، للتاسع و العشرين من ربيع الثانى ١٣٢٠ھ من الهجرة وكان عمره ست و ثمانين سنة، فرحم اللّٰه عليه رحمة واسعة، فاشترك لصلاة جنازته ألوف من الناس من كراتشى و مضافاتها، و صلى عليه بالناس أخوه الصغير عبدالحليم الششتى، ثم دفن بين قبر زوجته و بنته حسب وصيته- رحمه اللّٰه تعالى وجعل جنة الفردوس مثواه-

غاية الأماني في ترجمة شيخنا النعماني

فخر الأحناف العلامة المحدث الناقد المحقق البارع الفقيه

الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني

طيب الله آثاره وأعلى درجاته في دار السلام

بقلم

الشيخ محمد روح الأمين الفريدبوري

غاية الأمانى فى ترجمة شيخنا النعمانى

فخر الأحناف العلامة محمد عبدالرشيد النعمانى

فضيلة العلاّمة، البحّاثة الدرّاكة النقاد، فخر الأحناف، مخدوم العلماء، الفاضل الأمجد، الأديب الممجد، العالم الصالح، المحدّث الجليل، المحقق النبيل، الفقيه النبيه، الأصولى الكبير، الزكى الذكى، الأستاذ محمد عبد الرشيد بن المنشئ محمد عبد الرحيم بن محمد بخش بن بلاقى بن جراغ محمد بن همّت، النعمانى مذهبًا، والراجبوت نسبًا، والجيبورى موطنًا، والكراتشوى السندى نزيلاً.

ولد فى ١٨ ذى القعدة سنة ١٣٣٣هـ المطابق ٢٨ ستمبر سنة ١٩١٥م فى جيبور، راجستهان، الهند.

قام بتربيته عمه الأكبر الحافظ عبد الكريم، وكانت زوجته خالة شيخنا، ولم تكن لهما أولاد.

طلبه العلم

ولما كان ابن أربع أخذ فى القراءة على عمه المذكور وقرأ القرآن الكريم، وتعلم الخط عن عمه المذكور وعن والده أيضًا، وكانا من جياد الخطاطين.

وقرأ بعض الكتب الفارسية على والده أيضًا، ثم التحق بمدرسة "أنوار محمدى" وقرأ الكتب الابتدائية فيها.

ولما كان ابن ثمان التحق بمدرسة "تعليم الإسلام" خارج "أجميرى دروازه" وقرأ الكتب الفارسية النهائية على المنشئ إرشاد على خان والمنشئ ستار على والمنشئ عبدالقيوم ناطق والمنشئ سعيد حسين وغيرهم.

وقرأ الكتب العربية من ميزان الصرف إلى مشكاة المصابيح على الشيخ العالم الفاضل قدير بخش البدايونى، وقرأ عليه شيئًا من صحيح البخارى أيضًا، من سنة ١٩٢٨م إلى ١٩٣٣م.

ثم رحل إلى ندوة العلماء لكهنو ولازم العلامة مدرس المعقول والمنقول شيخ الحديث الزاهد الورع حيدرحسن خان التونكي، سنتين، وبه تخصص في الحديث وعلومه وعليه تخرّج، وقرأ عليه كتب الحديث بتحقيق وإتقان، والسبع الشداد في الهيئة، وتفسير الجلالين وشيئًا من الميبذي.

ثم رحل إلى حيدرآباد الدكن ولازم العلامة المؤرخ محمود حسن خان التونكي شقيق العلاّمة حيدر حسن خان، أربع سنوات، وعمل تحت إشرافه في تدوين "معجم المصنفين" وبذلك حصلت له بصيرة تامة في تاريخ العلوم،ومعرفة واسعة بالمصنفين والمؤلفين في شتى العلوم.

وظائفه وخدماته:

ثم عين عضوًا لندوة المصنفين بدهلي سنة ٤٢ حتى ٤٧ وأعضاء ها من نجباء العلماء في الهند كالمحدّث الكبير العلامة بدر عالم الميرتهي صاحب "ترجمان السنة" في الحديث ومؤلف "فيض الباري" شرح صحيح البخاري، وهذه الإدارة لها ميزة خاصة في تحقيق العلوم الإسلامية، وقد صنف أعضاء ها كتبًا قيمة في الأردوية. ثم هاجر إلى باكستان بعد انقسام الهند سنة ١٩٤٧م.

ولما أسست دارالعلوم تندو الله يار بالسند بعناية شيخ الإسلام العلامة الفهامة المحقق المدقق الخطيب المصقع شبير أحمد العثماني صاحب "فتح الملهم شرح صحيح مسلم" سنة ١٣٦٩هـ المطابق ١٩٤٩م، فدرس هناك سنتين بعض كتب الفقه وأصوله والنحو والمنطق ومن أصول الحديث مقدمة ابن الصلاح.

وكان إذا ذاك مدرّسوها من فحول العلماء كالعلاّمة المحدّث عبدالرحمن الكاملبوري والعلامة المحدّث بدر عالم الميرتهي والعلامة المحدّث محمد يوسف البنوري وغيرهم.

ثم عين مدرسًا في جامعة العلوم الإسلامية علامة محمد يوسف بنوري تاؤن كراتشي رقم٥، سنة ١٩٥٤م.

فدرس فيها كتب الفقه وأصوله والحديث وأصوله، ودرس فيها جميع الكتب من الصحاح الستة خلا صحيح البخاري، ودرس مشكاة المصابيح والموطا للإمام

مالك رواية يحيى بن يحيى ورواية محمد بن الحسن، وشرح معانى الآثار للإمام الطحاوى وكتاب الآثار للإمام الأعظم أبى حنيفة رواية محمد بن الحسن.

ثم ذهب إلى الجامعة الإسلامية ببهاولبور، وعين أستاذًا مشاركًا ونائب الرئيس فى قسم الحديث النبوى فيها سنة ١٩٦٣م ودرس فيها الحديث والمصطلح.

ثم عين أستاذًا ورئيسًا فى قسم التفسير وعميدًا بكلية العلوم الإسلامية فيها سنة ١٩٧٤م.

ثم رجع إلى كراتشى سنة ١٩٧٦م فالتمس منه صديقه الكريم ورفيقه فى خدمة العلم والدين العلامة الفهامة المحدّث الكبير محمد يوسف البنورى أن يكون عضوًا لمجلس الدعوة والتحقيق الإسلامى، فصار مشرفا للباحثين الذين يريدون التخصص فى العلوم الإسلامية من الحديث والفقه.

وكذلك فوض إليه الإشراف للدكتوراة فى قسم العلوم الإسلامية فى جامعة كراتشى.

فهو إلى الآن يشرف طلبة التخصص فى الحديث النبوى وهم على اختلاف موضوعاتهم كل منهم يُروى غلته ويشفى علته من توجيهاته وإرشاداته، فطالبٌ يكتب فى أصول الحديث، وآخر فى الجرح والتعديل، وواحد فى علل الحديث وتصحيحه وتضعيفه، وآخر فى الذب عن الأئمة المتبوعين، وآخرَ فى أسماء الرجال المتقدمين، وغيره فى تراجم المحدثين المتأخرين المشتغلين بالتصانيف الحديثية تشريحًا وتدريسًا ورواية، وقد رأينا عيانًا أن جميع هولاء يرشدهم الشيخ إلى مراجعهم ومظانهم ويحلّ لهم مشكلاتهم ويعينهم بمعارفه وعلومه فى كل خطوة من خطوات بحوثهم.

وقد كان سابقًا يشرف من كان يكتب المقالة من طلبة التخصص فى الفقه الإسلامى أيضًا.

وهو أطال الله تعالى بقاءه من أفذاذ العصر علمًا وفهمًا وزهدًا وتقىً، وله فى التدريس وتنمية فهوم الطلبة وحضهم على التحقيق والتدقيق وتشحيذ أذهانهم طريق أنيق ورثها من شيخه العلامة الحبر البحر حيدر حسن خان التونكى، وشفقته على تلاميذه وصبره نفسه معهم وعدم بخله فى بذل ما عنده من العلوم والمعارف والكتب العلمية من أجلى ميزانه.

وقانع باليسير زاهد فى الكثير مخلص فى الأعمال، أوقاته معمورة ليلاً ونهاراً بذكر وتلاوة أووعظ وإرشاد أو تحقيق ومطالعة أو تدريس وتعليم أو تصنيف وتأليف.

وأكبر شغله بالدرس والإفادة والبحث والمطالعة وهو منقطع إلى ذلك بقلبه

وقالبه لايعرف اللذة في غيره، لايتصل بالدنيا وأسبابها، وإنما همّه ولذته من العيش أن يعثر على كتاب جديد أو بحث مفيد أو أن يجد حجة لمذهبه الذي ينصره.

وهو متصلب في المذهب الحنفي بدليل وبرهان، شديد الحب والإجلال للإمام الأعظم أبي حنيفة عن بصيرة وإيقان.

وذلك مع إجلال سائر أئمة الفقه والاجتهاد، واعتراف بفضل المحدثين وخدماتهم.

ثناء العلماء الكبار عليه

قد أثنى عليه في علمه وفضله وتحقيقه وصلاحه كثيرمن العلماء الكبار:

منهم: العلامة المحقق المفضال صاحب الأيادي البيض على أهل العلم بتحقيق الكتب النافعة ونشرها الشيخ أبو الوفاء الأفغاني، وصفه بالأخ الصالح والفتى الرابح المحدث الفقيه المولوي فيما أجازه به.

ومنهم: المحدّث الكبير العلامة الجليل الزاهد الورع الشيخ عبد الرحمن الكاملبوري.

فقد قرأت في مكتوب له إلى شيخنا كتبه ۳۰ ذي القعدة سنة ۱۳۷۱هـ.

إذ ترك التدريس في دار العلوم تندو الله يار وارتحل منها" ولقد ضرفراقكم بالجامعة ضرًا لاينجبر، ونظرًا إلى مافيكم من الكمالات متعذر جِدًا أن يوجد مثلكم"

وهذا نص رسالته تمامًا:

بخدمت گرامی مکرم محترم جناب مولانا عبدالرشید صاحب زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ　　　کل گرامی نامہ پہونچکر کاشف حالات ہوا۔ پڑھ کر صدمہ ہوا۔ آں جناب کی علیحدگی سے ایک دینی ادارہ کو نا قابل تلافی نقصان پہونچ رہا ہے۔ آپ جن کمالات کے حاوی ہیں اُنکو دیکھتے ہوئے آپ کا بدل اس ادارہ کو ملنا دشوار اور سخت دشوار ہے، مگر کیا کیا جائے حالات کچھ ایسے ہوگئے جن کی بناپر آپ کی خدمت میں کچھ عرض معروض بھی نہیں کرسکتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ صلاح وفلاح دارین حسن خاتمہ حسن اعمال کی توفیق، جملہ پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے۔ اورخالہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو شفاء کاملہ عاجلہ سے نوازے، آں جناب بھی مجھ ناکارہ کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمایا کریں۔ بندہ بھی دعاگو ہے۔ خادم زادگان کی طرف سے سلام مسنون قبول فرماویں۔

جمعہ ۳۰/ ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

بندہ ناکارہ عبدالرحمٰن غفرلہ، کاملپوری ازٹنڈوالہ یار

ومنهم: العلامة المحدّث الكبير الزاهد مؤلف" فيض الباری" الشيخ بدر عالم الميرتهی.

حيث قال في كوائف السنة الأولى لدار العلوم الإسلامية تندو الله يار، بسند سنة٦٩-١٣٧٠هـ:" له ملكة راسخة في تاريخ الحديث والرجال وبعض فنون أخرى من علوم الحديث، عارف بالكتب المخطوطة والمطبوعة في ذلك معرفة جيدة.

وهو الآن مشتغل بتصنيف كتابه" لغات القرآن" لحل مشكلات القرآن لغاته وشواهده التاريخية تصنيف مفسر مؤرخ عالم.

وقد طبع منه الجزء ان الأولان(١) وقام يلقى المحاضرات في تاريخ الحديث والعلوم الأخر وغير ذلك التي لها اهميتها وإفاديتها، وهذا إقدام جديد في الدرس النظامي"ولفظه في الأردوية:　　مولانا محمد عبدالرشید صاحب

آپ تاریخ حدیث ورجال اور بعض دیگر فنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے کتب مخطوطہ اور مطبوعہ پر عالمانہ نظر رکھتے ہیں۔ مختنی سادہ مزاج اور مستعد عالم ہیں، قرآن کے مشکل مقامات لغات اور تاریخی شواہد پر مفسرانہ عالمانہ اور مؤرخانہ انداز میں آپ نے لغات القرآن کے نام سے تصنیف کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جس کی دو جلدیں ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو چکی ہیں، آپ دارالعلوم الاسلامیہ میں کتب خانہ کے ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہیں، تاریخ حدیث وتاریخ علوم وغیرہ پر امالی (لیکچر) کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ عربی درسگاہوں میں ان عنوانات پر امالی کا افتتاح ایک مفید اور درس نظامی میں ایک نیا اقدام ہے۔

(سال اول کی روئیدادِ سالانہ ٦٩-١٣٧٠ھ ص١١)

(دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد، ٹنڈو الٰہ یار، سندھ پاکستان)

ومنهم: العلامة المحقق الباحث المدقق الشيخ أبو علي حسن بن محمد مشاط المكي من كبار علماء الحرم المكي.

فقد أهدى إلى شيخنا كتابه" إنارة الدجى في مغازي خير الورى" صلى الله عليه وسلم، وكتب عليه بيده الكريمة ما لفظه:

هدية إجلال وتقدير لصاحب الفضيلة العلامة محدّث الهند سيدي الأستاذ

---

(١) قلت: وقد تمّ تأليفه في ست مجلدات، الأربعة الأولى لشيخنا والباقي للشيخ الفاضل العالم السيد عبدالدائم الجلالي، والكتاب قد حظي بالقبول، وطبع مراراً من ندوة المصنفين بدهلي، ولاهور، كراتشي.

محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله ونفع به الأنام، من محبه حافظ ودّه حسن مشاط، شوال سنة ١٣٨٦هـ.

ومنهم: محدّث العصر العلامة المحقق الأديب السيد أبو محمد محمد يوسف بن زكريا البنوري. حيث كتب على شرح أبواب الوتر من جامع الترمذي، جزء مفرز من كتاب معارف السنن من سنن الترمذي حين أهداه إلى شيخنا:

أقدم هذه الرسالة إلى رفيقي في خدمة العلم والدين العالم الصالح الشيخ عبدالرشيد حفظه الله، إعجاباً بفضله وعلمه في عدة من علوم الحديث، وتقديرًا لمفاخره. بقلم المؤلف البنوري، ١٣٨٣/١/٤هـ

وكتب على الجزء الأول من معارف السنن حين قدمه إليه:

أقدمه إلى صديقنا المحقق مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تقديرًا لجليل مآثره في الرجال والحديث، من صديقه المؤلف محمد يوسف البنوري عفى الله عنه، ١٣٨٣/٢/٤هـ

وكتب على" فص الختام في مسألة الفاتحة خلف الإمام":

أقدم هذه الرسالة التي هي جديدة عهد بالنشر وإن كانت قديمة العهد بالتأليف إلى أعز من يقوم بمعرفة مقدارها الضئيل وهو صديقنا الكريم مؤلف عصره مولانا فضيلة الشيخ عبد الرشيد النعماني حفظه الله. كتبه محمد يوسف البنوري ٢٢، رمضان المبارك سنة ١٣٨٦هـ

ومنهم: العلامة الشيخ محمد يحيى بن الشيخ أمان الكتبي محدّث الحرم المكي: حيث كتب على النسخة التي أهداها إلى شيخنا من كتاب" نزهة المشتاق شرح اللمع لأبي إسحاق الشيرازي":

هدية للإستاذ الجليل الفاضل الكامل النبيل الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني أيده الله ووفقه لما يحبه ويرضى. من مؤلفه محمد يحيى أمان. وذلك من شهر شوال ١٧، من عام ١٣٨٦هـ

ومنهم: العلامة جامع المعقول والمنقول المفسر الشيخ محمد إدريس الكاندهلوي، صاحب"التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح" حيث كتب على كتابه "عقائد الإسلام" حين أهداه إلى شيخنا: هدية مودّة، بحضرةِ الفاضل المكرم

والمحب المحترم مولانا محمد عبد الرشيد النعماني زيد مجدهم. محمد إدريس كان الله له.

ومنهم: العلامة الشيخ مدرس "حجة الله البالغة" محمد نور مرشد المكي الولي اللّهي، البنغلاديشي الأصل، مدرس الحرم المكي: فقد أهدى إلى شيخنا كتاب "الرسالة المستطرفة" فكتب عليه ما يلي: هدية مني إلى من لو قيل فيه أنه أحد حفاظ الوقت لكان صحيحًا الفاضل الشيخ عبد الرشيد المؤقر. المخلص محمد نور مرشد المكي الولي اللّهي٨/ شوال المكرم سنة ١٣٦٩هـ

ومنهم: العلامة المحقق البحاثة المحدّث الكبير الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي حيث وصفه فيما أجازه" بالعلامة المحقق الشيخ".

ومنهم: العلامة المحدّث جامع المنقول والمعقول الشيخ محمد موسى خان الروحاني البازي، أستاذ الحديث بالجامعة الأشرفية لاهور فقد أهدى إلى شيخنا كتابيه "فتح الله بخصائص الاسم الله" و" بغية الكامل السامي شرح المحصول والحاصل للجامي" وكتب على الأول:

يقدم بحضرة محترم المقام مخدوم العلماء مولانا عبد الرشيد النعماني مدظله، محمد موسى عفي عنه، ١٤/ ربيع الثاني سنة ١٤٠٣هـ.

وعلى الثاني: هدية علمية في سماحة العلامة الأمجد الأديب الممجد صّديقي مولانا المولوي عبد الرشيد النعماني زيد مجدهم. محمد موسى عفي عنه ٢٠/ شوال سنة ١٣٨٣هـ

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ السيد أحمد رضا البجنوري، تلميذ حافظ العصر الإمام أنور شاه الكشميري وختنه، صاحب" أنوار الباري في شرح صحيح البخاري": خيث قال في مقدمة كتابه قسم تراجم المحدثين ٢: ٢٧٩:

العلامة المحدّث الأديب الفاضل مولانا عبد الرشيد النعماني دام ظلهم العالي، مصنف شهير صنف تصانيف علمية مفيدة، محدّث محقق جامع المعقول والمنقول، ومن تصانيفه: لغات القرآن، وإمام ابن ماجه اور علم حديث، وماتمس إليه الحاجة، والتعقيبات على الدراسات، والتعليقات على ذب ذبابات الدراسات، والتعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، ومقدمة موطأ الإمام محمد، ومقدمة

مسند الإمام الأعظم، ومقدمة كتاب الآثار،وسائر تصانيفه فيها تحقيقات فريدة بديعة، وأفكاره المحققة في مقدماته وتعليقاته تشبه طريقة العلامة الكوثري في تصانيفه، ولذلك شق على بعض أناس جهرُه بالحق وتنقيده الجرئ،ولكن المنصفين وأصحاب البصيرة يمدحون تصرّمه وتجرّء ه على النطق بالحق متعنا الله بطول حياته النافعة، ولفظه في الأردوية:

(٤٦٩)العلامة المحدّث الأديب الفاضل مولانا عبد الرشيدنعمانی دام ظلهم مشہور مصنف،محقق محدث،جامع معقول ومنقول ہیں۔

آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں،جن میں سے چند یہ ہیں:لغات القرآن،امام ابن ماجہ اورعلم حدیث،ماتمس إليه الحاجة(مقدمہ ابن ماجہ)التعقيبات على الدراسات، التعليقات على ذب ذبابات الدراسات، التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم، مقدمہ موطاامام محمدؒ(مترجم)مقدمہ مسندامام اعظم(مترجم)مقدمہ کتاب الآثارامام محمدؒ(مترجم)آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کانتیجہ اوراعلی تحقیق کی حامل ہیں۔مقدمات وتعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار،علامہ کوثریؒ کےطرز سے ملتے جلتے ہیں۔اسی لئے آپ کی صراحت پسندی اور بیباک تنقید کچھ طبائع پرشاق ہوگئی ہے۔لیکن اہل بصیرت اورانصاف پسندحضرات آپ کی تلخ نوائی وجرأت حق گوئی کی مدح ستائش کرتے ہیں۔متعنا الله بطول حياته النافعة.

مقدمہ انوارالباری شرح اردوصحیح البخاری
(تذکرۂ محدثین)حصہ دوم ص۲۷۹

ومنهم: العلامة المحدّث الناقد البصير المحقق البحاثة الورع الزاهد شيخنا عبد الفتاح أبو غدة، صاحب تصانيف كثيرة وتعليقات حافلة بديعة ثمينة حيث ذكره في مازاد على طبقات محدّثي الهند للبنوريؒ المطبوعة في "فقه أهل العراق وحديثهم للكوثريؒ" فقال" برقم ٤٠":

العلامة الناقد الضليع الشيخ عبد الرشيد النعماني، صاحب التعليقات والتدقيقات والجولات الظافرة في ميادين العلم،وكتابه" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" وتعليقاته على دراسات اللبيب،وذب ذبابات الدراسات، ومقدمة كتاب التعليم لمسعود بن شيبة السندي، تدل على فحولته في علوم الحديث وهو قد قارب الخمسين أو جاوزها، أطال الله عمره في عافية وسرور،

ونفع بجهوده وآثاره(١)

وكتب على النسخة التي أهداها إلى شيخنا من " الإشفاق على أحكام الطلاق": أوثره به وأهديه إلى الأستاذ الباحث المحقق الفقيه المحدّث مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني تقديرًا لجهوده العلمية وأخوته الصادقة التي نعمت بها أيام كنت في كراتشي ورجاء الانتفاع به والترحم على مؤلفه شيخنا الإمام الكوثري رحمه الله تعالى. كتبه تلميذه عبد الفتاح بن محمد أبو غدة خادم العلم بمدينة حلب من بلاد الشام وفقه الله تعالىٰ حلب ٢٨/٥/ سنة ١٣٨٢هـ.

وكتب على " مقالات الكوثري" حين أهداها إلى شيخنا:

هدية مقدمة إلى الأستاذ العلامة البحاثة المحقق المحدّث الفقيه البارع الموفق الأخ العزيز مولانا الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ بعافية وسرور وأدام النفع بعلومه وآثاره، آمين. من أخيه ومحبه تلميذ الإمام الكوثري المؤلف رحمه الله تعالىٰ. عبد الفتاح أبو غدة، خادم العلم بحلب من بلاد الشام. وفقه الله تعالىٰ وكتبه في كراتشي ٣ من جمادى الأولى سنة ١٣٨٢هـ.

وكتب على " فقه أهل العراق وحديثهم":

هدية مقدمة إلى عارف مقام العلماء وأقدارهم العلامة المحدّث الناقد البصير الأخ الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني. من تلميذ المؤلف عبد الفتاح أبو غدة الرياض ٢٧/٣/ سنة ١٣٩١هـ.

ومنهم: العلامة الدكتور الشيخ نور الدين عتر، أستاذ التفسير والحديث في كلية الشرعية بجامعة دمشق. حيث كتب على كتابه" منهج النقد في علوم الحديث" حين أهداه إلى شيخنا:

هدية تقدم إلى فضيلة العلامة الشيخ عبد الرشيد النعماني، حفظه الله تعالىٰ ونفع الله به العلم والدين. نور الدين عتر.

ومنهم: العلامة المؤرخ الأديب الأريب الشيخ الداعي أبو الحسن على الندوي اللكنوي. حيث كتب في" المصابيح القديمة" في ترجمة العلامة حيدر

(١) قلتُ: هذا كتبه الشيخ العلامة أبو غده قبل عشرين سنة، والآن الحمد لله فشيخنا قد قارب الثمانين، أطال الله تعالىٰ بقاءه في خير وعافية.

حسن خان الطونكي عند ذكر تلامذته:

ولكن أخص تلامذته الذي ورثه في فنه وذوقه هو صديقنا الفاضل مولانا عبد الرشيد النعماني الجيبوري، شيخ الحديث اليوم بجامعة بهاولبور، وخدماته العلمية لايحتاج إلى التعريف عنها، ولاسيما الأجزاء الأول من "لغات القرآن" وكتابه "ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" الذي هو شاهد صدق على سعة إطلاعه ودقة نظره، وهو رأس أعماله العلمية المحققة، وقد لازم شيخنا في سفره وحضره زمن قيامه بدار العلوم ندوة العلماء، وبطونك أيضًا، واستفاد منه وانتفع بتحقيقاته نفعًا تامًا، وكان شيخنا أيضًا يحبه ويعتمد عليه.

ولفظه بالأردوية: یوں تو دارالعلوم میں مولانا (حیدرحسن خان) کی آمد کے بعد آخری درجوں کے تمام طلباء اوراس زمانہ کے ندوہ کے فضلاء وفارغین مولانا ہی کے حدیث میں شاگرد تھے، ان میں سے بہت سے علمی خدمات میں مشغول اور ملک میں نیک نام ہیں۔ لیکن مولانا کے تلمیذ ارشد اوران کے فن اور ذوق کے وارث ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جے پوری حال شیخ الحدیث دینیات یونیورسٹی بھاولپور ہیں، ان کے علمی کام تعارف کے محتاج نہیں، ان میں ''لغات القرآن'' (ندوۃ المصنفین) کی تین جلدیں اوران کا اصل علمی اور تحقیقی کام ان کی کتاب ''ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه'' جوان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی شاہد ہے، خاص امتیاز رکھتا ہے، انھوں نے کئی سال مولانا کے ساتھ سفر وحضر میں رہ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی اور ٹونک کے زمانہ قیام میں بھی کسب فیض کیا، اور مولانا کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا، مولانا کو بھی ان سے بڑا گہرا تعلق اوران پر اعتماد تھا، ''پرانے چراغ'' ص ۲۰۱،۲۰۲

ومنهم: العلامة المحقق الفاضل الجليل مناظر أحسن الكيلاني، رئيس قسم الدينيات للجامعة العثمانية حيدر آباد، الدكن، بالهند. حيث كتب لشيخنا شهادة سنة ۱۹۳۸م، قال فيها:

المولوي عبد الرشيد أنا أعرفه معرفة جيدة، وقد حصّل شهادة" مولوي فاضل" و"منشي فاضل" من جامعة بنجاب، وعلاوة على ذلك قد حصّل العلوم الإسلامية ولاسيما علم الحديث من الفاضل الشهير بالهند مولانا حيدر حسن خان صدر المدرسين بدار العلوم ندوة العلماء، ثم عمل بعده مع الشيخ مولانا محمود حسن الموقر في تدوين" معجم المصنفين" الذي يُدَوّن الآن تحت رئاسة الدولة الآصفية

بإنفاق أموال جزيلة، وطبعت منه أجزاء فارتضاها علماء الشرق والغرب للغاية.

وقد تيسرت له في تلك الفترة المطالعة وسعة النظر (على تاريخ الفنون والعلوم) بمايكفيه، وهو يستحق عندي نظرًا إلى ما فيه من الملكة والمعرفة ومايرجى له من الكمال فيما يأتي أن يؤدي جميع الوظائف والمهامّ الدينية كالتدريس والتصنيف والإفتاء والقضاء بأحسن مايكون، فإنه قد جمع حظًا وافرًا من العلوم التي لابد منها في هذه الأعمال.

ولفظه بالأردوية:

مولوی عبدالرشید صاحب (مولوی فاضل ونشی فاضل پنجاب یونیورسٹی) سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں، انھوں نے علاوہ سرکاری امتحانوں کے ہندوستان کے مشہور فاضل مولانا حیدرحسن خان صاحب صدر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث کے فن کی تکمیل کی ہے، اور پھر انھوں نے اس کے بعد حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ مؤلف ''معجم المصنفین'' (جس کی تدوین حکومتِ آصفیہ کی سرپرستی میں بہ صرف زرکثیر ہورہی ہے، اور جس کی چند جلدیں بیروت شام سے شائع ہوکر تمام مشرقی ومغربی ممالک کے علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں) مولوی عبدالرشید صاحب نے ان کے ساتھ بھی کام کیا ہے، اس زمانہ میں ان کو کافی مطالعہ اور نظر کی وسعت کا موقعہ ملا ہے، میرے نزدیک یہ اپنی موجودہ قابلیت اور متوقعہ کمال کی بنیاد پر اس کے مستحق ہیں کہ ہر قسم کے ذمہ دارنہ کام جن کا تعلق اسلامی علوم کی تدوین وتصنیف یا از یں قبیل افتاء وقضاء کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں، کیونکہ ان خدمات کے لئے جس علمی سرمایہ کی ضرورت ہے، اس کا کافی حصہ انھوں نے جمع کرلیا ہے۔ فقط۔

مناظر احسن گیلانی

صدر شعبہ دینیات (عثمانیہ یونیورسٹی کالج) حیدرآباد دکن

۱۰ / دسمبر ۱۹۳۸ء

ومنهم: الشيخ العلامة عمران خان الندوي، رئيس دار العلوم ندوة العلماء بلكنؤ. حيث كتب لشيخنا شهادة سنة ۱۹۵۳م مالفظها:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

أما بعد فيسرنا أن نسجّل هنا أن الأستاذ عبد الرشيد بن الشيخ عبد الرحيم الجيبوري، المولود سنة ١٩١٦م(١)

مكث في دار العلوم سنتين ودرس علوم الحديث وتوسّع فيها، وكان مثال المطالب المجتهد العاكف على المطالعة والبحث والمذاكرة والإطلاع على المراجع القديمة وآثار العلماء والتحقيق.

هذا مع صلاح ظاهر وسمت حسن والأخذ بآداب العلماء وكان ملازمًا للعالم الكبير البحاثة الشيخ حيدر حسن خان رحمه الله شيخ الحديث في دار العلوم وخرّيجه ومساعده في البحث والتأليف.

نرجو الله أن ينفع به الطلبة والمسلمين ويستعمله في خدمة العلم والدين، والله ولي التوفيق.

محمد عمران ندوی

عميد (مهتمم) دار العلوم ندوة العلماء لكهنو

١٠: فروری سنة ١٩٥٣م

ومنهم: العلامة المحقق الزاهد الورع أستاذ العلماء الشيخ منظور النعماني أطال الله بقاءه بخير وعافية. حيث قال في رقعة له كتبها إلى الشيخ سعيد أحمد الأكبر آبادي رئيس قسم الدينيات في جامعة عليكره، ومدير مجلّة "برهان" بعد أن قرأ فيها مقالة شيخنا على "المدخل" ما خلاصته:

أيها الأخ! هذا مولانا عبد الرّشيد فظهر شجاعًا كبيرًا (في ميدان العلم والتحقيق) بارك الله في علمه وإفادته، وبهذه المقالات العلمية المحققة نطمئن بعض اطمئنان بأن يبقى فينا وارثو مزايا أكابرنا ومزياتهم، ولفظه بالأردوية:

بھئی! یہ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی تو بڑے چھپے رستم نکلے اللہ تعالیٰ ان کے علم وافادہ میں برکت دے، اس قسم کے علمی اور تحقیقی مضامین دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ بزرگوں کے جانے کے بعد ان کی خصوصیات کے وارث ان شاء اللہ رہیں گے۔ میں تو چونکہ کتابوں کی دنیا سے الگ ہو کر ایک جاہل نشی رہا ہوں، تصنع نہ سمجھئے واللہ اپنے متعلق میرا احساس اس بارے میں یہی ہے۔ مگر اس سے کچھ زیادہ رنجیدہ نہیں ہوں۔ اس لئے اس قسم کے مضامین سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ خود تو کتابیں دیکھنے کی اب توفیق ہوتی

(١) كذا وقع والصحيح سنة ١٩١٥م.

نہیں۔البتہ اس طرح دوسروں کا پکا پکایا بس کھانے کو مل جاتا ہے۔اس پر اگر شکر ادا نہ کروں اور دعائیں نہ دوں تو کافر نعمت ہی ہوں گا، والسلام۔

اخوکم محمد منظور النعمانی عفی اللہ عنہ

مورخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

ومنهم: الشيخ العلامة المحقق المحدّث محمد عوّامة حفظه الله تعالى ورعاه حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من " أثر الحديث الشريف في اختلاف الأئمة الفقهاء رضي الله عنهم":

إلى مولانا العلامة الجليل المحدّث الفقيه النبيل الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ بخير وعافية مع رجاءِ دعواتِه وإفادتِه،

من محبه محمد عوامة، المدينة المنورة

۲۹/۱۱/ سنة ۱٤۰۸هـ.

ومنهم: الشيخ العلامة علوى عباس المالكي، خادم الحديث بمسجد الله الحرام.
حيث وصف شيخنا فيما أجازه به: بالأخ حقًا والمحب في الله صدقًا العالم العلامة المحدّث الفهامة، شيخ الحديث الأستاذ البارع المحقق الشيخ.

والإجازة المشار إليها كتبها لشيخنا ۲۰/ شوال سنة ۱۳۸٦هـ.

ومنهم: العلامة الشيخ عبد العزيز بن محمد بن الصديق الغماري محدّث الحرم المكي.
حيث وصف شيخنا فيما أجازه به: بالعلامة المحدّث المحقق البارع المطلع الشيخ.

والإجازة المشار إليها ۱۷ ذى الحجة سنة ۱٤۰۳هـ.

ومنهم: العلامة الشيخ وهبي سليمان غاوجي.
حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من كتابه" التحذير من الكبائر":
فضيلة الشيخ العلامة المحقق عبد الرشيد النعماني رجاء دعوة صالحة من أخيه سليمان غاوجي. دبي ص ب ۱۰۳۹٤.

ومنهم: الشيخ العلامة الصوفي عبد الحميد السواتي، مدير المدرسة "نصرة العلوم كجرانواله، شقيق العلامة المحقق المحدّث سرفراز خان صفدر. حيث كتب على كتابه" معالم العرفان" حين أرسله إلى شيخنا:
هدية إلى حضرة فخر الأحناف الفاضل الجليل العالم النبيل المحقق مولانا

عبدالرشيد النعماني أدام الله فيوضهم.

أحقر العبيد عبد الحميد السواتي.

خادم المدرسة نصرة العلوم كجرانواله

۲۷/ رجب سنة ۱٤۰۲هـ المطابق ۲۲ مايو سنة ۱۹۸۲م.

ومنهم: العلامة المحقق الشيخ محمد يوسف اللدهيانوي، فقد قرأتُ في مكتوب له إلى شيخنا مانصه مُترجمًا إلى العربية:

وما كتبه هذا العاجز فيكم من وصفكم بـ"محقق العصر" فلم يكن ذلك من إطراء المادح بل سطر ذلك قلمي من غير تكلّف، وقد صدّقتم ذلك بما كتبتم إليّ بعد، فجزاكم الله أحسن الجزاء عن العلم وأهله، ولما قرأت مكتوبكم اشتاق قلبي من غير تصنّع أن أعيد كلمة الإمام مسلم: دعني يا أستاذ أن أغسل عن قدميك (۱)

ولولا أشغالكم لكنت أحببت أن لايطبع شئ من مقالاتي أو تآليفي من غير تصحيحكم، متعنا الله بطول حياتكم الطيبة في رغد عيش وعافية، ولفظه بالأردوية:

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

حضرت مخدوم ومعظم ۔زیدت فیوضہم وبرکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! اس ناکارہ نے آنجناب کے لئے "محقق عصر" کا خطاب محض اطرائے مادح کے طور پر نہیں لکھا تھا، بلکہ بے ساختہ قلم سے نکلا، اور آنجناب نے دوسرے ہی دن اپنے اس گرامی نامہ سے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمادی، فجزاكم الله أحسن الجزاء عن العلم وأهله، آپ کا گرامی نامہ پڑھ کر بے ساختہ امام مسلمؒ کا فقرہ دہرانے کو جی چاہتا ہے۔ دعني يا أستاذ أن أغسل عن قدميك.

کتاب کا ایک مزید نسخہ پیش خدمت ہے۔ میری خواہش ہوگی کہ آنجناب پوری کتاب کا سرسری مطالعہ فرمالیں۔ اور اپنی تصحیحات اس نسخہ پر رقم فرمادیں۔ آپ کا تصحیح شدہ نسخہ میں اپنے پاس محفوظ رکھونگا۔

(۱) قلتُ: القصّة مذكورة في ترجمة الإمام البخاري من كتب الرجال، وبحث الحديث المعلول من كتب المصطلح، ولفظ الإمام مسلم: "دعني حتى أُقبّل رجليك يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدّثين وطبيبَ الحديثِ في علله"

آپ کی مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ ورنہ جی چاہتا ہے کہ میری کوئی تحریر یا کتاب آپ کی نظر ثانی کے بغیر شائع نہ ہو۔ متعنا الله بطول حياتكم الطيبة في رغد عيش وعافية۔ والسلام۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۳/۷/۱۴۰۷ھ

ومنهم: العلامة المحقق المحدّث الأديب الأريب محمد تقي العثماني، نائب رئيس دار العلوم كراتشي رقم ١٤، وقاضي التمييز الشرعي بالمحكمة العليا لباكستان. حيث كتب على " الفيض الرحماني بإجازة فضيلة الشيخ محمد تقي العثماني " حين أهداه إلى شيخنا:

إلى فضيلة العلامة المحدّث الناقد الشيخ عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ مقرونًا بالإجازة من صاحب هذا الثبت (الشيخ ياسين الفاداني) سلمه الله تعالىٰ ونفعنا بعلومه.

محمد تقي العثماني

٢٦/٨/ سنة ١٤٠٨هـ

ومنهم: الشيخ العلامة غلام مصطفى القاسمي السندي، حيث كتب على النسخة المهداة إلى شيخنا من كتاب " المتانة في المرمّة عن الخزانة " للشيخ محمد جعفر البوبكاني السندي:

تقدمة الوداد والإخلاص إلى صديقي المحقق ناصر المذهب النعماني المولى محمد عبد الرشيد النعماني الموقر.

أبو سعيد غلام مصطفى السندي

٢٢ صفر سنة ١٣٨٢هـ

ومنهم: المسند الشيخ محمد ياسين الفاداني، حيث كتب في ما أجازه به:

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله عزشأنه، أما بعد: فقد أجزتُ بما تضمنه الثبت المسمى " بإعلام القاصي والداني ": صاحب الفضيلة العلامة الجليل الدرّاكة النبيل المحدّث الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، وكذا أجزته بجميع مروياتي.

محمد ياسين عيسى فاداني ٤/٩/١٤٠١هـ

تنبيه حسن

قلتُ : كذا يقوله الشيخ الفادانى فى حق شيخنا، وأما تليمذه أبو سليمان محمود سعيد بن محمد ممدوح فتراه يحط عليه حطًا بالغًا بما يدل على عدم تعمقه فى العلم وضيق صدره فى ميادين العلم والتحقيق، ولايضرّ ذلك إلا إياه، وكان الأولى الإضراب عن قوله صفحًا. ولكن الناس اليوم يشيتون أمثال هذه الأشياء بدون وصول إلى الحقيقة فلابأس بالإشارة إلى دخائله ههنا بنوع إيجاز.

فقال الشيخ أبو سليمان فى "تشنيف الأسماع بشيوخ الإجازة والسماع" أو"إمتاع أولى النظر ببعض أعيان القرن الرابع عشر"(وفيه جل مشايخ مسند العصر العلاّمة محمد ياسين الفادانى)

فى ترجمة شيخ شيخنا العلامة حيدر حسن بن أحمد حسن الأفغانى، معلّقًا على قول صاحب" نزهة الخواطر": وكان متصلبًا فى المذهب الحنفى شديد الحب والإجلال للإمام أبى حنيفة عظيم الانتصار له مع اجلال للأئمة الثلاثة إلا أنه قد تعتريه الحدة الأفغانية والغيرة المذهبية فينتقد الشافعية انتقادًا شديدًا مانصه:

وورث المترجم هذه العصبية لتلميذه الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى المدرس فى كراتشى الآن.

قابلته فى الحج فلم أر متعصبًا مثله يريد أن يهدم علم الجرح والتعديل لأن علماء ه شافعية، ويريد أن ينتدب أحد طلابه للرد على سنن الدار قطنى كما فعل ابن التركمانى مع البيهقى ويقول أن حديث أبى حنيفة سراج أمتى حديث مقبول وأن الإمام أبا حنيفة أحاط بالصحيح والضعيف من السنة ومن طاماته قوله: إن أبا حنيفة أول من صنف فى الصحيح.

شديد التعصب على الشافعية وغيرهم كأنه يرى أبا حنيفة هو(رضى الله عنه) ومذهبه كل شئ وغيره لاشئ.

وله أخ اسمه محمد عبد الحليم النعمانى(١) صنف رسالة عديمة الفائدة

(١) كذا وقع والصحيح" الجشتى"

سماها "البضاعة المزجاة لمن يطالع المرقاة شرح المشكاة" مشى فيها على طريقة أخيه مع الشدة والقسوة على الشافعية وغيرهم، والله المستعان عليهم وعلى أمثالهم(١)

فتراه لايفرق بين الانتقاد الشديد والعصبية، والانتقاد بدليل وبرهان شأن كل عالم محقق متدين.

وأما العصبية: فهو التحزّب لرأى أو طائفة بدون برهان.

وحاشا الشيخ حيدر حسن خان وشيخنا النعماني من ذلك ألف مرة.

ولم يعرف الفرق بين التنبيه على آفات الجرح والتعديل المسطورة في كتب أهل الشأن وبين هدمه، وقد قال الذهبي في" سير أعلام النبلاء" ١٠: ٩٣ مانصه:

ووقع في كتب التواريخ وكتب الجرح والتعديل أمور عجيبة والعاقل خصم نفسه ومن حسن إسلام المرء تركه مالايعنيه ولحوم العلماء مسمومة اهـ.

وهو القائل في" الموقظة" بعد أن بين بعض آفات الجرح والتعديل:" ولكن هذا الدين مؤيد محفوظ من الله تعالىٰ لم يجتمع علماء ه على ضلالة لاعمدًا ولاخطأً فلا يجتمع اثنان على توثيق ضعيف ولا على تضعيف ثقة"

فغاية مايقوله شيخنا النعماني في كتب الجرح أشياء يجب التوقف فيها، والتأني في قبولها، وليس معنى ذلك أنه لاعبرة به أصلاً، والعياذ بالله تعالىٰ، كما أن ليس لكل من هب ودرج أن يجعل نفسه حكمًا على كتب الجرح بدون ورع وخشية من الله تعالى.

وما يدل على ضيق صدر هذا الرجل ضجّه من حضّ شيخنا على الرد على سنن الدار قطني مع أن هذا مما يفرح به أهل العلم.

ولولا ردود العلماء بعضهم على بعض لما كملت الفنون العلمية هذا الكمال ولانضجت هذا النضج.

وحديث سراج أمتي لم يقل الشيخ قط أنه مقبول، وإنما ردّ على عليّ القارى في دعواه اتفاق المحدّثين على كونه موضوعًا، وظاهر أن الاتفاق غير مسلّم، بل صرّح الشيخ أن هذا الحديث ليس إلا من قبيل ما أوردوه في فضل قزوين، ومرو،

(١) تشنيف الأسماع ١٨٣.

وعسقلان. راجع التعلیق القویم علی مقدمة کتاب التعلیم، ١٠٧–١١٦.

وأما أن الإمام أبا حنیفة أحاط بالصحیح والضعیف من السنة، فهذا لم یقله الشیخ بل نقل فی "مکانة أبی حنیفة فی الحدیث ٣١، عن العلامة إسماعیل العجلونی بن محمد جرّاح:

ونحن لاننکر أن فی السنن سننًا لم تبلغ الإمام – أبا حنیفة – أو بلغته ولم تثبت عنده صحتها، لکن هذا أمر لایمس شأن المجتهد وقد کان عمر رضی الله عنه یری رأیا ثم تبلغه السنة فیرجع مع أنه ثبت عند أهل العلم بالأثر أن عمر أفقه الصحابة اهـ.

وانظر أیضًا" ذب ذبابات الدراسات" للعلامة عبد اللطیف السندی الذی حققه الشیخ وعلّق علیه ١: ٢٨١.

ولکن لیس لکل أحد أن یحکم علی المجتهدین أنه لم یبلغهم هذا الحدیث وذلک بدون فحص بالغ وتتبع تام، وقد رأینا أناسًا یدعون أن الحدیث الفلانی مثلاً لم یبلغ أبا حنیفة مع أنا نراه مرویًا فی مسانیده أو تآلیفه.

وأما أن أبا حنیفة أول من صنف الصحیح فهذه حقیقة تاریخیة لاینکرها إلا من لم یلمّ بتاریخ تدوین الحدیث إلمامًا صحیحًا.

وقد توفی أبو حنیفة رحمه الله تعالیٰ سنة ١٥٠هـ فلا محالة یکون کتابه "الآثار" أقدم من" الموطأ" و" جامع سفیان" وغیرهما.

ولا کلام أیضا فی صحة أحادیث کتاب الآثار والمراسیل المذکورة فیها، لها شواهد وعواضد، کما یظهر من تعلیق الشیخ أبی الوفاء الأفغانی، و" قلائد الأزهار" للشیخ مهدی حسن الشاهجهانبوری.

وقد فصّل الکلام فی ذلک شیخنا فی" ماتمس إلیه الحاجة" و" التعلیق القویم" و"مقدمة کتاب الآثار" و" الانتقاد علی المدخل" للحاکم النیسابوری، و" الإمام ابن ماجه وعلم الحدیث" الثلاثة الأخیرة بالأردویة، ویُوضح هذا البحث فی"مکانة أبی حنیفة" إن شاء الله تعالی.

ولو وقف هذا المتطاول علی مبحث " أول من صنف فی الصحیح" فی کتب المصطلح واطلع علی ردود الشیخ صالح الفلانی علی ابن حجر فی دعواه الأولیة للبخاری لما استبعد رأی الشیخ هذا الاستبعاد.

وقوله عن شيخنا: أنه يرى أبا حنيفة ومذهبه كل شئ وغيره لاشئ: فبهتان عظيم، وأقرب دليل على بطلانه تآليف شيخنا التي طالعها محمود سعيد نفسه، وكم من نصوص أوردها شيخنا في مقدمة" التعليق القويم "(٤-١٦) في الثناء على الأئمة.

ومن جملة مايقوله(في ١٢ و١٣) نقلاً عن التاج السبكي:

" وإن الشافعي ومالكا وأبا حنيفة والسُفيانَين وأحمد والأوزاعي وإسحاق وداود وسائر أئمة المسلمين على هدى من ربّهم"

ويقول في ص ١٥، ١٦ :

" ومناجزيل الشكر للأئمة المتبوعين الذين لهم لسان صدق في الإسلام على مامهدوا لنا السبل وأوضحوا لنا الطرق حيث بذلوا الجهد رضى الله عنهم في تمهيد قواعد الاستنباطات وتنقيح أصول التخريجات وتفصيل وجوه التعريفات وتوضيح طرق حمل النظير على النظير عند عدم النصوص في حين نزول النوازل والواقعات وعلى تدوينهم الفقه وتصنيفهم الكتب، ولولا ذلك لما تيسر لنا تفصيل الشريعة ولبقينا في حيرة وانغلق الباب وانقطع الخطاب" اهـ وما إلى ذلك من كلماته المتفرقة في تآليفه.

وأما كتاب" البضاعة المزجاة" للشيخ العلامة عبد الحليم الجشتي، فكتاب واف في موضوعه كمالا يخفى على من طالعه بعين الإنصاف، دون الاعتساف.

وأما الشدة والقسوة على الشافعية فلا ملام على المرء لو انتقد على أحد من العلماء الشافعية بدليل وبرهان إذا أخطأ الطريق وحاد عن السبيل على أنه لم يبين لنا نماذج من قسوته وشدته حتى تنظر صدق دعواه.

ثم ردّد محمود سعيد هذه الأمور في ترجمة الشيخ العلامة محمود حسن خان التونكي، فرمى الشيخ محمود حسن بالانحراف الكبير عن الشافعية مجازفة، راجع ترجمة الإمام الشافعي وآخرين من الأئمة الشافعية في كتابه "معجم المصنفين" لتعرف نقض كلامه.

وزعم أن هذا الانحراف أثر في بعض تلاميذه ثم قال في الهامش:

ومنهم فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني المقيم بكراتشي الآن التقيتُ به في موسم حج سنة ١٤٠٢، فلم أر متعصبًا حنفيًا مثله، بدأ لقائي معه بالهجوم

العنيف على أهل الحديث الشافعية لظنه أنني حنفي، ومن أفكاره أن أبا حنيفة رضى الله تعالى عنه هو أول من صنف في الصحيح، وأن علم الجرح والتعديل يجب أن يكتب من جديد، وينبغي للحنفية أن يردوا على سنن الدار قطني، وأن لايقبل قول شافعي في حنفي مطلقًا، وأن حديث أبي حنيفة سراج أمتي وفيه محمد بن إدريس أضر على أمتي من إبليس، حديث له أصل تبعًا للعيني والكوثري رحمهما الله تعالىٰ، وأن الحسن بن زياد، والثلجي، والحسن بن عمارة ثقات، إلى غير ذلك مما شافهني به، نسأل الله تعالىٰ أن يبعدنا عن التعصب، اهـ.

وقد سبق الكلام عن أكثر ما أورده هنا، وأما عزوه إلى الشيخ من أنه "لايقبل قول شافعي في حنفي مطلقًا" فباطل بل الذي يقوله الشيخ أنه لايقبل ذلك من غير برهان، لاسيما إذا لاح أنه لمنافرة أو عداوة وهذا لاغبار فيه بل صرحوا بذلك في كتب الجرح والتعديل ومصطلح الحديث وما إلى ذلك.

وحديث سراج أمتي قد ذكرنا رأى الشيخ فيه سابقًا، وأما زيادة" محمد بن إدريس" فموضوعة ولاريب، ولم يقل الشيخ حرفًا في تأئيدها، والعياذ بالله تعالىٰ من البهت على الأبرياء.

وأما توثيق" الحسن بن زياد" و"محمد بن شجاع الثلجي" فمشروح في "الإمتاع بسيرة الإ مامين الحسن بن زياد وصاحبه محمد بن شجاع" وانظر ترجمتهما في" سير أعلام النبلاء" و" تاريخ الإسلام" للحافظ الذهبي، وقد ذكر الذهبي" ابن شجاع" في" المعين في طبقات المحدثين" ص ١٠٢، وقال:" فقيه أهل الرأي الحافظ" ولم يجرحه بحرف.

و" الحسن بن عمارة" قد وثقه وبجّله وأثنى عليه غير واحد من أمثال ابن عيينة وعيسى بن يونس وجرير بن عبد الحميد ومسعر بن كدام بل ابن عدى أيضًا في الجملة كما في" تهذيب الكمال" للمزى ٦: ٢٦٥-٢٧٧، وقد ردّ القاضي أبو محمد الرامهرمزى على شعبة في طعنه على الحسن بن عمارة وبين فساد جرحه ببسط شاف، راجع" المحدث الفاصل" له، ومفتتح الجزء الثالث من" نصب الراية" ص ٢٢، ٢٣.

وفي" مناقب الإمام الأعظم" لصدر الأئمة موفق بن أحمد المكي ٢: ٣٧،

مانصه:

" قال أبو سعد الصاغاني سمعت أبا حنيفة وزفر يقولان: جرّبنا الحسن بن عمارة في الحديث فوجدناه يخرج من الحديث كما يخرج الذهب الأحمر من النار"

قال أبو حنيفة: خالطنا الحسن بن عمارة فلم نر إلا خيرًا.

وقال أبو سعد الصاغاني: هذا عامة ما سمعنا من الحسن بن عمارة سمعناه في مجلس أبي حنيفة ومسجده، وكان يجالس أبا حنيفة كثيرًا، وكان يمرّ في خلال الكلام حديث يذكره الحسن بن عمارة فكان يقول له أبو حنيفة أمل عليهم فيملي علينا اهـ.

وليس هذا موضع استيفاء الكلام في مايتعلق به.

وبالجملة فشيخنا لم ينفرد في عد هؤلاء ثقاتٍ، بل هو قول أهل التحقيق والإنصاف من العلماء.

ومن ضاق به صدره فليثبت في أحد من هؤلاء جرحًا مفسّرًا مبرهنًا وإلا فليمت غيظًا.

ثم عاد محمود سعيد إلى شيئ من الإنصاف، فقال:

وله مصنفات منها" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه" و"تعليقات على دراسات اللبيب في الأسوة الحسنة بالحبيب" و"ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" طالعتها ولله الحمد، وفيها فوائد ونقول وتحقيقات تاريخية مهمة جدًا ونفائس قد تجدها في غير كتبه بصعوبة مع تعصب بارد لامعنى له مغمور في بحر حسناته إن شاء الله تعالى[1]

فتراه لم يستطع إنكار إفادات شيخنا وتحقيقاته، ومع ذلك رماه بالتعصب البارد بدون برهان صحيح.

وقد لازمناه سنين فلم نسمع منه شيئًا في الحط على أحد من الأئمة المتبوعين أو الوقيعة في أحد من المحدثين.

وأما مخالفة بعضهم في بعض المسائل أو مناقشتهم بقرع الحجّة بالحجّة فأمر آخر غير التعصب، والله الموفق.

---

(١) تشنيف الأسماع ص ٥٢٦.

تصانيفه:

ولشيخنا تصانيف كثيرة، ومقالات مفيدة ثمينة في شتى العلوم. وجميع تصانيفه ومقالاته فيها تحقيقات نادرة وفوائد وافرة، ومن دأبه أنه مايكتب شيئًا إلا بعد أن نضج البحث عنده بإمعان النظر وإدارة الفكر في سائر الجوانب، فهو قليل التصانيف ومتقنها.

وقد سمعت منه مرارًا يقول: إني أطالع كثيرًا وأكتب قليلاً.

وقد صدق الشيخ ولكنه يأتي في هذا القليل بلب المسألة وروحها، فمن تصانيفه:

(١) لغات القرآن مع فهرس الألفاظ:

هو كقاموس في غريب القرآن، كتاب عظيم في حل مفردات القرآن ومشتقاته ومركباته بالأردوية، مع فوائد تفسيريه وفقهية وتاريخية وكلامية لم يصنف بالأردوية في بابه كتاب مثله لاقبله ولابعده، مفيد للعلماء والمدرسين والطلبة والعوام في آنٍ واحدٍ.

والكتاب مطبوع متداول، قد طبع مرارًا في دهلي وكراتشي ولاهور، في ست مجلدات، الأربعة الأُولى منها لشيخنا، والباقي للشيخ السيد عبد الدائم الجلالي.

وقد سبق ثناء الشيخ العلامة بدر عالم الميرتهي على هذا الكتاب.

(٢) ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه:

هو ليس كاسمه بل ذكر فيه مكانة السنة في التشريع وتاريخ تدوينِ الحديث في القرون الثلاثة على نهج أنيق، وأوضح صنيعَ العلماء الذين كانوا قبل المائتين، والذين جاءوا بعدهم، مع ذكر وجوه الفرق بين هؤلاء وهؤلاء ببيانٍ كله لبّ.

وذكر شروط الأئمة الأربعة والأئمة الستة وكشف القناع عن مراتب كتبهم، ولاسيما "كتاب الآثار" و"الموطا" بكل تحقيق وتدقيق، وبين مذاهب الأئمة الستة في الفروع بتفصيل تام، كما ذكر حالهم وصنيعهم مع الإمام أبي حنيفة.

ثم أفاض في ذكر ميزات "شرح معاني الآثار" للإمام الطحاوي، واعتناء العلماء به، وأشار إلى بعض أحوال الحفاظ الخمسة الدار قطني والحاكم وأبي نعيم الأصبهاني

والبيهقي والخطيب، من السبعة الذين خصهم بالذكر ابن الصلاح في مقدمته.

ثم أطال الكلام في ترجمة ابن ماجه ومنزلة كتابه، وساق الأحاديث التي أدرجها ابن الجوزي في كتابه" الموضوعات" وذكر ما في أسانيدها من مقال، ثم أورد سبعة أحاديث حكم عليها بعض الحفاظ غير ابن الجوزي بالوضع وحكى مافي أسانيدها من مقال أيضًا.

وأجاد في بيان تراجم المعتنين بكتابه شرحًا أو تعليقًا أو غير ذلك، وذكر في مفتتحهم الحافظ شمس الدين الذهبي، ونقل فيه جميع ماقاله فيه تلميذه تاج الدين السبكي، ولكنه الآن حسن رأيه في الإمام الحافظ الذهبي بعد أن طالع "سير أعلام النبلاء" له، ويقول: إن الحافظ الذهبي قد رجع إلى الاعتدال كثيرًا في آخر عمره، فليتنبه.

وهذا مع فوائد كثيرة استطرادية لايستغني عنها باحث ذكرها في خلال بحوثه، وكتابه هذا على وجازته من أهم ما ألف في بابه:

وصدق الشيخ حيث قال في ص ٣٢، بعد أن فرغ من ذكر خدمات الأئمة العشرة وبعض أحوال الحفاظ الخمسة:

" وهذا قليل من كثير من أحوال هؤلاء الأئمة الذين أسلفنا ذكرهم ليستدل به على جلالة قدرهم وعلوّ مرتبتهم في هذا العلم: رحمة الله عليهم أجمعين.

ونبهت في غضونه على أشياء لواطلع عليها أحد من طلاب هذا الشان يكون على بصيرة إن شاء الله، ولايظن في حق الأئمة الهداة الفقهاء المجتهدين إلا مايليق بجنابهم رغم تطاول ألسنة بعض النقلة فيهم ورغم نهشهم لأعراضهم بكل سوء، وقانا الله اتباع الهوى وكفانا شر الحاسدين والحمدلله أولاً وأخرًا.

ولأهمية هذا الكتاب وعظمة مكانته اشتغل العلامة المحقق المحدّث الناقد الشيخ عبد الفتاح أبو غدة بتحقيقه والتعليق عليه وفقه الله تعالىٰ إتمامه وإخراجه للناس في أسرع وقت.

ثم وقفت على كلمة مهمة في هذا الكتاب للعلامة المحدّث الناقد الشيخ الكبير المعمر حبيب الرحمن الأعظمي، كانت طبعت في مجلة" البعث الإسلامي" ذي الحجة سنة ١٣٧٥هـ، اغسطس ١٩٥٦م لكهنؤ: وهذا نصها بحروفه:

ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع ابن ماجه

من طرائف الكتب التي ظهرت حديثا من باكستان، كتاب" ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع ابن ماجه، لصاحب" لغات القرآن" الذكي المتوقد الحبير الفاضل عبد الرشيد النعماني، أبرزه مطبوعًا على ورق جيد مكتبة نور محمد صاحب أصح المطابع(آرام باغ، كراتشي باكستان) وهذا الكتاب كما يشعر به اسمه كالمقدمة لسنن ابن ماجه وأنه يبحث (كما قال عنه المؤلف نفسه) عن نشأة علم الحديث النبوي منذ عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وحالته في القرون الثلاثة وكتابته وتدوينه، وشروط الأئمة الأربعة ومصنفي الصحاح إلى عصر الإمام ابن ماجه وتحتوي (كذا والصواب يحتوي) على تاريخ حياة الإمام ابن ماجه ومن اعتنى بشرح كتابه والتعليق عليه.

وقد درست الكتاب دراسةً عميقةً فوجدته متينا ممتعًا وإني لا أتوقف، وكذا لايتوقف كل من يطالعه عن الاعتراف بأن المؤلف وفى لهذه العناوين حقها من البحث والتحقيق، وزد على ذلك أنه أتى في أثناء هذه البحوث بنقول نادرة عن الجهابذة الأقدمين واكتشافات بديعة قلما تجدها عند غيره من المؤلفين في هذا العصر.

ولقد استطرد المؤلف في أثناء تحدّثه عن تدوين الحديث إلى ذكر الإمام أبي حنيفة وأصحابه، فأطال في ذكر مالهم من أعمال مجيدة في خدمة الحديث ومالهم من المكانة الرفيعة في هذا العلم ونعى على المحدّثين(وعلى الأقل المتعصبين منهم) ولوعهم بالحط عليهم ورواية مثالبهم عن كل من دب ودرج ورميهم بعدم التمكن في علم الحديث.

وقد دافع المؤلف عن الإمام وأصحابه فأحسن القيام بالدفاع عنهم جزاء الله خيرًا عنا وعن سائر المسلمين اهـ.

والكتاب مطبوع متداول قد طبع مرارًا بكراتشي ولاهور في مفتتح سنن ابن ماجه، و" بقطر" أيضًا بعناية الشيخ عبد الله إبراهيم الأنصاري، مدير إدارة إحياء التراب الإسلامي.

(٣) إمام ابن ماجه اور علم حديث

الإمام ابن ماجه وعلم الحديث : هذا أيضًا ليس كاسمه ولأنه ترجمة الكتاب

السابق، نعم يشتركان في كثير من مباحثهما ويزيد هذا على الأول في ذكر الأمصار ذوات الآثار ومنزلتها في علم السنة وتراجم كبار شيوخ كل مصر من شيوخ ابن ماجه وغيرهم من كبار محدّثي الأحناف، مع فوائد استطرادية تاريخية وحديثية وفقهية، كما ذكر فيه منزلة" جامع سفيان الثوري" و" مسند الإمام أحمد بن حنبل" ببسط شافٍ.

وصدق الشيخ حيث قال في ختام الكتاب ص ٢٤٨ :

" تم الكتاب والحمدلله، وهو من حيث اسمه ترجمة للإمام ابن ماجه وذكر حياته، والحقيقة أنه تأريخ واسع لتدوين الحديث. وتصوير صحيح لجهود المسلمين في حفاظ تعليمات النبي صلى الله عليه وسلم جمعاء لئلا يتطرق أي خلل في الوحي ويتم حجة الله على أهل الملل والأديان أجمعين. ولفظه بالأردوية:

الحمدللہ کتاب ختم ہوئی کہنے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تدوین حدیث کی تفصیلی تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جوانھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت وحی کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت تمام اہل ملل وادیان پر تمام ہو جائے (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۴۸)

والكتاب مطبوع متداول طبع بكراتشي غير مرة.

وهما (ماتمس إليه الحاجة وإمام ابن ماجه اور علم حديث) كتابان لايغني أحدهما عن الآخر، ومن اطلع عليهما وتدبر في بحوثهما وترتيبهما وتنسيقهما علم جلالة مؤلفهما شيخنا النعماني، وعلوّ كعبه في التحقيق والتدقيق وحسن طريقته في التصنيف، ولو لم يكن له إلا هذين الكتابين لكفاه، وحق على أهل العلم أن ينسجوا على منواله في تراجم باقي أئمة السنة المطهرة، خاصة الإمام الطحاوي رحمه الله الجميع، ودين على رقابنا نحن معاشر تلامذته تعريب هذا الكتاب ومقدماته الثلاثة على " مسند الإمام الأعظم" و" كتاب الآثار" و" موطأ الإمام محمد" وسائر مقالاته وخاصة الحديثية منها، ليقف على الفائده منها أهل العلم من أخواننا في بلاد العرب، والله الموفق لنا.

(٤) التعقيبات على الدراسات:

تعليقات مهمة على كتاب" درسات اللبيب في الأسوه الحسنة بالحبيب" للشيخ محمدمعين السندى المتوفى سنة ١١٦١هـ.

وقال العلامة المحقق الناقد البصير عبد الفتاح أبو غدة في" التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة" ص ١٦٧، ١٦٨.

" وكتابه هذا يشتمل على اثنى عشرة دراسات تتعلق بمباحث تدور بين الفقه والحديث وتفضيل الصحيحين على كل ماسواهما من كتب السنة.

وقد طبع هذا الكتاب طبعتين: أولاهما في لاهور سنة ١٢٨٤هـ وثانيتهما في كراتشى سنة ١٣٧٧هـ وقام بتحقيق هذه الطبعة تحقيقا علميا تامًّا صديقنا العلامة المحقق المحدّث الفقيه الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندى، فعلّق عليها تعليقات نافعة ضافية وبلغت صفحات الكتاب ٤٥٥ ماعدا الفهارس العامة التى يسرت الانتفاع به لأيسر نظرة، فجزاه الله عن العلم وأهله خيرًا اهـ.

قلت: إلا أن شيخنا أشبع الكلام في المواضع التى قصر فيها العلامة عبد اللطيف السندى في" ذب ذبابات الدراسات" واختصر فيما عدا ذلك.

وقال شيخنا العلامة عبد الفتاح أبو غدة في" التعليقات الحافلة" أيضا ص ٢٠٤، مانصه:

وقد تعقبه ـ معينًا السندى ـ دعواه أصحية ما في الصحيحين مطلقاً ورده على ابن الهمام ـ صديقنا العلامة الشيخ محمد عبدالرشيد النعماني ـ كما سبقت الإشارة إليه، بحواش طويلة علقها هناك كانت كما قال الزمخشرى: الزيت مخ الزيتون والحواشي مخمخة المتون" فجزاه الله خيرًا عن العلم وأهله، اهـ.

(٥) التعليقات على ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات:

ومؤلف" الذبّ" هو العلامة المحقق البارع الشيخ عبد اللطيف القرشى السندى المتوفى سنة ١١٨٩هـ، ألّفه للردّ على معين السندى في ما كتبه في "الدراسات" والتعقب عليه، وقد أجاد في الرد عليه وأفاد، وكمّل شيخنا مقصد الكتاب بتعليقاته النفسية القيمة، وأتى بتحقيقات نادرة ونقول مهمة، وقد أثنى

عليها الشيخ العلامة أبو غدة كما سبق، وأثنى عليه في تعليقاته على "الرفع والتكميل" ص ٧٠ من الطبعة الثالثة.

وتعليقات شيخنا مع أصل الكتاب مطبوع بكراتشي سنة ١٣٨١هـ في مجلدين كبيرين بلغت صفحاتهما ١٥٦٠ دون الفهارس العامة التي جاوزت الخمس مائة صفحة.

(٦) مكانة الإمام الأعظم أبي حنيفة في الحديث:

لم يتم إلى الآن وطبع بعض أجزاءه في جريدة" الدراسات الإسلامية" التي تصدر من " إسلام آباد" ومفتتح " تبييض الصحيفة في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة" للحافظ السيوطي، بإداره القرآن والعلوم الإسلامية بكراتشي.

وهذا كتاب لم يُصنف في بابه مثله يشتمل بوادر نادرة، وفوائد علمية أنيقة.

وهذه أهم عناوينه مماتم تأليفه أو سمعتُه من الشيخ:

(١) ثناء الذهبي على أبي حنيفة (٢) ثناء ابن تيمية على أبي حنيفة (٣) كثرة أتباع أبي حنيفة (٤) واعتناءه بطلب الحديث ومعاناته فيه وارتحاله لذلك (٥) كان أبو حنيفة أعلم أهل عصره بالحديث ومن صيارفته (٦) أبو حنيفة على شرط أصح الأسانيد (٧) عداده في الحفاظ (٨) كان أبو حنيفة من أئمة الجرح والتعديل (٩) إمامة أبي حنيفة في الحديث (١٠) أقواله في مصطلح الحديث وعلله (١١) توقي أبي حنيفة في الرواية وشدة شروطه في ذلك (١٢) شدة اتباعه للحديث وشروط قبول الأخبار عنده (١٣) خدماته في علم الحديث وفيه البيان الواسع في كتاب الآثار (١٤) اعتناء الأمة بحديثه حيث كان ذي صفات علية فيه، وفيه بيان من جمع أجزاء في وحدانياته أو مسندًا في أحاديثه أو اعتنى بخدمة مسانيده(١٥) كثرة استعماله للحديث في مذاكراته (١٦) الجواب الإجمالي عن جروح الجارحين عليه (١٧) إجماع الحفاظ على طرح الجروح في ترجمة أبي حنيفة (١٨) اعتداء الألباني على الإمام الهمام، وفيه الجواب التفصيلي عما أورده الألباني عن غير واحد من الحفاظ (١٩) ثناء المجتهدين على أبي حنيفة (٢٠) ثناء المحدّثين على أبي حنيفة (٢١) كثرة من اعتنى بجمع أخباره ومناقبه (٢٢) كثرة الحفاظ والمحدّثين في مذهبه.

وربما يزيد على ذلك، وأهمية هذه العناوين كما ترى، فالله يطيل بقاء شيخنا

ويوفقه لإشباع الكلام في ذلك وزيادة.

وقد كثر إعجاب أهل العلم بكتابه هذا مع أنه لم يصدر منه إلا شيئ قليل.

وقد أثنى عليه شيخ شيخنا المحقق العلامة عبد الفتاح أبو غدة ثناء بالغًا في ما كتبه إلى شيخنا، وكان يتمنى أن يطبع ماتم من تأليفه بكويت، ولكنه حال بينه وأمنيته الحرب الخليجي.

وأثنى عليه الشيخ المحقق الداعي أبو الحسن علي الندوي أيضًا في ما كتبه إلى شيخنا بل طبعه في المجلة " البعث الإسلامي" بلكهنؤ.

(٧) التعليق القويم على مقدمة كتاب التعليم:

للعلامة مسعود بن شيبة السندي من علماء القرن السابع، ألّفه للرد على " مغيث الخلق لابن الجويني" و" المنخول" للغزالي، فإنهما ردا على أبي حنيفة ومذهبه، وأفرطا فيه، وقد قسا مسعود أيضًا فيما ردّ عليهما.

وتعليقات شيخنا عليها كاسمها تعليقات قويمة.

وقد زادت على أصل الكتاب بأضعاف وأضعاف، وفيها من التحقيقات النادرة والفوائد مالا توجد في غيرها مجتمعة، ولاسيما فيما يتعلق بتابعية الإمام أبي حنيفة وتصانيفه.

ثم وقفتُ على مكتوبين للعلامة أبي الوفاء الأفغاني إلى شيخنا أثنى فيهما على هذا" التعليق "ثناء عاطرًا

وهذا بعض مايقوله في مكتوبه الذي كتبه إلى شيخنا يوم الخميس ٢٢ من جمادى الأولى سنة ١٣٨١هـ

" وقد وصلت الأوراق الأخيرة من كتاب التعليم أيضًا، ومع قلّة فرصتي طالعتها في آخر الليل وأتممتها، والتعليق قيميّ جدًّا، يقدره أهل العلم حق قدره، والحمدلله على ذلك، وأفاض الله عليك من فيوضه وبارك في قلمك وشَكَرَ مساعيك، بذلتَ مجهودك وسعيتَ سعيك في اقتناص الفوائد من مظان بعيدة.

وكان التعليق – لعذوبته – جذب قلبي حتى لم اشتغل بعمل آخر إلى إتمامه، ولفظه بالأردوية:

کتاب التعلیم کے اخیر صفحات بھی وصول پائے مطالعہ کی اگرچہ فرصت نہیں، لیکن میں نے اخیر

شب میں ان کا مطالعہ کیا اور فارغ ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ تعلیق بے حد قیمتی ہے۔ اہل علم اس کی بہت قدر کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فیوض سے مالا مال کر دے، آپ نے اس کے لئے بڑی جدوجہد کی، کہاں کہاں سے مضامین فراہم کئے، ماشاء اللہ۔ بارك الله تعالىٰ في قلمك وشكر مساعيك، تعلیق اتنی دلچسپ تھی کہ سب کام چھوڑ کر جب تک پوری کتاب ختم نہ ہوئی ہاتھ سے نہ رکھی۔ اب مقدمہ کی انتظاری ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس کو کمال کے ساتھ اتمام کو پہنچائے، ذب ذبابات کی جلد ثانی کے طباعت کی خبر سے بھی بے حد خوشی ہوئی الخ۔

ابوالوفاء

از جلال کوچہ ۴۶۵ حیدر آباد دکن

یوم پنجشنبہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

(٨) ماخالف فيه أبو حنيفة إبراهيم النخعي:

جزء صغير جرّده من كتاب الآثار رواية الإمام محمد للردّ على صاحب "الإنصاف" حيث زعم في كتابه هذا أن أبا حنيفة كان مخرّجًا على مذهب إبراهيم النخعي ولازمًا له بشدة، لايكاد يخالفه.

وقد أشار إلى هذا الجزء في هامش "ماتمس إليه الحاجة" عند الرد على مافي "الإنصاف" في ذلك.

وهو مخطوط لم يطبع بعد، ربما يزاد فيه من "المُصَنَّفَيْن" و"كتاب الآثار" رواية الإمام أبي يوسف، وكانت هذه الكتب مخطوطة إذ ذاك.

(٩) كتاب في ترتيب الآثار رواية محمد على المسانيد:

وعدد المرويات فيه وانتقاء الفوائد منه، ألفه قبل نحو خمسين سنة، ولم يطبع إلى الآن مع أنه أهمّ مايكون، وربما يفعل مثل مافي باقي نسخ الآثار، والله يبارك في حياته وعمله.

(١٠) رجال كتاب الآثار رواية محمد:

قديم العهد بالتأليف مخطوط إلى الآن لم يطبع بعد، وقد تمّ تسويده، وبه ينجبر ما في "الإيثار" لابن حجر من الخلل إن الله تعالىٰ.

(١١) رجال جامع المسانيد:

شرع فيه قديمًا، لم يتمّ إلى الآن.

(١٢) ترجمة كتاب الآثار:

إلى الأردوية مع شرح بعض مافيه من الغريب والفقه، شرع فيه قبل سنين متطاولة ولم يتم إلى الآن.

وقديمًا كانت أمنيته أن يضع على "كتاب الآثار" شرحًا متوسطًا بالعَربية يحل مغلقاته ويشرح غريبه ويوضح ما فيه من الفقه والمسائل، ولكن العوائق تعوقه والله الميسر له فإنه ميسر كل عسير.

(١٣) فتح الأعز الأكرم لتخريج الحزب الأعظم:

تخريج لأدعية" الحزب الأعظم والورد الأفخم" للعلامة المحدّث علي القاري المتوفى ١٠١٤هـ من موارد المؤلف ومصادره وهي: "الحصن الحصين" للجزري، و"الأذكار" للنووي، و"الكلم الطيب والقول المختار في المأثور من الدعوات والأذكار" و"الجامع الكبير" و"الجامع الصغير" و"الدرّ المنثور في التفسير بالمأثور" للسيوطي، و"القول البديع" للسخاوي، رحمهم الله تعالى، إلا أن شيخنا لم يقف على" الكلم الطيب" للسيوطي.

وقال شيخنا في مقدمة" التخريج ص ٤: طالما كانت يخلتج في صدري أن أتتبع مآخذه و أتفحص مراجعه وإذا ظفرت فيها رواية أعزوها إلى من خرجها وأسندها كماذكرها صاحب المأخذ والعهدة عليه وأبين المأخذ بعد كل رواية. إذ قد التمس مني بعض خلص الإخوان السيد الشريف عبد الجميل البهاولبوري نزيل المدينة المنورة من أصحاب الشيخ العارف المحدّث بدر عالم الميرتهي ثم المدني، تخريج روايات الكتاب فقلت لبيك ذاك بغيتي وملتمسي ولكن الأمر بيد الله سبحانه وتعالى، فلما شرعت في التخريج عاقتني عوائق ولحقتني عوارض مرضتُ فطال مرضي، أصابني دوار وكثر نزول الماء في العين وأخذني اليرقان فضعفت قوتي وقلّت حيلتي، ومع ذلك فلم أظفر على جميع المآخذ، فكتاب" الكلم الطيب والقول المختار في المأثور من الدعوات والأذكار" للحافظ السيوطي لم أره إلى الآن، وأما "الجامع الكبير" المعروف بجمع الجوامع وإن لم أره أيضًا، لكن الإمام المحدّث الزاهد علي المتقي رحمه الله قد رتب " الجامعين" له في كتاب سماه" كنز العمال" في إكماله لذلك ثم منّ الله عليّ بالصحة والعافية

ووفقنی لإكماله فی أقصر مدة، وتعذر الوقوف على أربعة من الأحاديث أو خمسة لعدم الوصول على مأخذها اهـ.

وقال أيضًا: (ص ٧): والأدعية المذكورة فی "الحزب الأعظم" أكثرها قد وردت فی روايات صحيحة أو حسنة وبعضها جاءت فی روايات ضعيفة، والموضوع لايكاد يوجد فيها إلانادرًا كما ستری فی هذا التخريج، وقد صرح العلماء من المحدّثين والفقهاء وغيرهم: يجوز بل يستحب العمل فی الفضائل والترغيب والترهيب والأذكار والأدعية بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعًا اهـ.

وطبع تخريج شيخنا مع أصل الكتاب وترجمة العلامة المحدّث بدر عالم الميرتهی إلى الأردوية بكراتشی، وعنی بنشره مجلس الدعوة والتحقيق الإسلامی، علّامة محمد يوسف بنوری تاؤن كراتشی رقم ٥ باكستان سنة ١٤٠١هـ.

(١٤) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں:

شخصية يزيد عند أهل السنة.

(١٥) شہداء کربلا پر افتراء: شہادت حسین کے بارے میں ایک خودساختہ داستان کا علمی جائزہ۔

الافتراء على شهداء كربلاء، فی ردّ أسطورة شهادة الحسين رضی الله عنه.

(١٦) اکابر صحابہ پر بہتان: شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خودساختہ فسانہ کا تحقیقی جائزہ۔

الافتراء على أكابر الصحابة فی ردّ أسطورة فی شهادة سيدنا عثمان ذی النورين رضی الله عنه.

ثلاثتها فی الأردوية للرد على الفرقة الناصبية وقمع فتنهم، مفيدة فی بابها، حاملة للتحقيقات العلمية، وخاصة الرسالة الأولى، ففيها بيان واضح لآراء أهل السنة فی يزيد بكل عدل وإنصاف.

ولشيخنا مقدمات مفيدة علمية على كتب عدة، منها:

(١) مقدمة كتاب الآثار:

مقدمة كتاب الآثار للإمام الأعظم أبی حنيفة برواية الإمام محمد بن الحسن الشيبانی، المطبوع مع ترجمته بالأردوية.

تشتمل على بيان مكانة الإمام الأعظم فی علم الحديث وحفظه واعتناء الأمة

وتلقيهم كتابه" الآثار" بالقبول وبحث مفيد عن كتاب الآثار ونسخه

(٢) مقدمة مسند الإمام الأعظم للحصكفي:

المطبوعة مع ترجمته بالأردوية، تشتمل على بحث مفصل عن مسانيد الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه وتراجم جامعيهم ومنزلتها من بين كتب السنة، وبيان واسع عن المعتنين بمسانيد الإمام شرحًا أو تعليقًا أو اختصاراً، وهذه المقدمة عليها جلّ مدار الشيخ أمين الأوركزئي في كتابه" مسانيد الإمام الأعظم، أبي حنيفة وعدد مروياته من المرفوعات والموقوفات والآثار"

(٣) مقدمة الموطأ للإمام مالك: رواية الإمام محمد.

تشتمل على بيان منزلة كتاب الموطأ من بين كتب السنة بتحقيق وتدقيق وبحث وافٍ عن نسخه ورواياته ووجوه ترجيح نسخة محمد على نسخة يحيى وترجمة الإمام محمد ومكانته في علم الحديث وحفظه.

(٤) مقدمة تفسير ابن كثير المترجم إلى الأردوية.

(٥) مقدمة بلوغ المرام المترجم إلى الأردوية.

(٦)مقدمة شرح الكافية في التصوف وتصحيحه.

(٧) مقدمة تذكرة علماء الهند.

ومما كتب فيه الشيخ كلمة تقريظًا أو تعريفًا وتائيدًا:

(١) ملفوظات حضرت رائپوری

(٢) معجم القرآن.

(٣) سیرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ

(٤) متفقہ فتاوی کفر پرویز۔

(٥) حالات بزرگان دین۔

(٦) استخلاف يزيد.

(٧) سبيل الرشاد.

وله مقالات ومضامين علمية طبعت في المجلات العملية وشاعت، وقد جمعتُها من مظانها، وفوّضتُها إلى شقيقه الشيخ عبد الرحمن غضنفر لينشرها مجموعة باسم " مقالاتِ نعماني" والله الموفق له.

وهذه فهرسة مقالاته المطبوعة:

(١) تبصرة على المدخل للحاكم النيسابوري:

مقالة طويلة تشتمل على انتقاد جيد علمي، مشتمل على مباحث أنيقة من مصطلح الحديث، طبع في جريدة" برهان" التي تصدر من ندوة المصنفين بدهلي، وسيعاد طبعه مع"المدخل" إن شاء الله تعالىٰ.

(٢) معتبر روایات کا انکار:

طويلة أيضًا في ردّ الشيخ عبد القدوس الهاشمي حيث حاول ادعاء وضع كثير من الأحاديث المقبولة في مقالة" نامعتبر روايات" أفاض فيها الكلام على تلك الأحاديث من حيث الصناعة الحديثية مع ذكر فوائد تتعلق بالكتب المؤلفة في الأحاديث الموضوعة والمشتهرة والتحريض على التوقي والحذر في نفي الحديث وانكاره، مهمة في بابها.

(٣) کیا یہی اسلام ہے؟ مدیر طلوع اسلام کے عقائد ونظریات کی تشریح خود ان ہی کے قلم سے۔

(٤) مسٹر پرویز کا خط اور اس کا جواب۔

(٥) مسئلہ رفع یدین اور اہل حدیث۔

(٦) برصغیر کی علمی خدمات۔

(٧) تقلید مجتہدین خیر القرون میں۔

(٨) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں

(٩) قصیدۂ نعتیہ جائزہ وتبصرہ۔

(١٠) مسلمانوں کی علمی خدمات۔

(١١) کچھ انیس الارواح کے بارے میں

(١٢) انسان کی وراثت۔

(١٣) نادر مخطوطات۔

(١٤) کتب خانہ مظہر العلوم کے نادر مخطوطات۔

(١٥) میری پونجی کھوگئی۔

(١٦) مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب میری نظر میں۔

(١٧) ہند میں دین حنفی اور مذہب حنفی کا گہوارہ۔

(۱۸) مہر رسالت طلوع سے پہلے۔

(۱۹) کیا از روئے تقویم اسلامی تاریخ کے دن کا تعین کیا جا سکتا ہے؟

(۲۰) مروّجہ سنہ عیسوی میں کیا کیا اصلاحیں ہوئیں؟

(۲۱) حضرت علی اور علوم نبوی۔

(۲۲) غلطی ہائے مضامین مت پوچھ۔

(۲۳) سیرت امام شافعی پر ایک نظر۔

(۲۴) تبصرہ بر سیرت امام بخاری۔

(۲۵) مولانا بنوری میری نظر میں۔

(۲۶) منصب نبوت کا انکار۔

(۲۷) کفر اعتقادی اور کفر عملی۔

(۲۸) مغفرت عام کا اعلان۔

(۲۹) اللہ کی رحمت کے سایہ میں۔

(۳۰) فتوی کفر بر شیعہ اثنا عشریہ۔

(۳۱) پاکستان کے موجودہ حالات۔

(۳۲) جہاد افغانستان اور ہمارا فریضہ۔

(۳۳) خوست کے محاذ پر ایک دن۔

(۳۴) فکر ونظر (اداریہ "بینات" ۱۳۸۲ھ جمادی الثانیہ تا ۱۳۸۳ھ صفر۔

(۳۵) تعارف "بینات" ۱۳۸۲ھ جمادی الثانیہ کے پہلے شمارے میں۔

وكان رئيس التحرير لمجلة علمية شهرية تسمى "بينات" التي تصدر من كراتشي حين صدرت المجلة في عام ١٩٦١-١٩٦٣م.

(۳٦) ایک استفسار اور اس کا جواب (بینات ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ)

(۳۷) لامذہبیت کا فتنہ لادینیت پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

المقتبسون من كتبه:

وقد تقبل الله تعالىٰ تآليف شيخنا بقبول حسن، فتلقّاها أهل العلم بالقبول، ونظروا فيها واستفادوا منها ونقلوا من فوائدها في كتبهم، وحرّضوا على مطالعتها، وإليك أسماء من وقفنا عليهم في ذلك:

فمنهم : الشيخ الأجل الفقيه المحدّث المحقق المفتي السيد مهدى حسن الشاهجانبوري.

فقد شحن مقدمة كتابه الهامّ النافع" قلائد الأزهار" على كتاب الآثار بنقول فريدة من " ماتمس إليه الحاجة" لشيخنا مُثنيا على النقول والكتاب والمؤلف، أنظر ذلك من الكتاب المذكورة ١ :٣، ٤ ، ٥، ٦، ٨، ٩، ١٤ ، ١٥، ٢٥.

وكذلك استفاد كثيرًا من" ماتمس إليه الحاجة" شيخ شيخنا العلاّمة الفقيه المحدّث البارع الشيخ أبو الوفاء الأفغاني، صاحب الأيادى البيض على العلم وأهله في مقدمة تحقيقه وتعليقه على كتاب الآثار من رواية محمد بن الحسن الشيباني.

وقد أنكر رحمه الله تعالىٰ في مقدمة كتاب الآثار من رواية أبي يوسف أن يكون كتاب الآثار من تآليف الإمام الأعظم رحمه الله تعالىٰ.

وقد ذاكره في ذلك شيخنا فلم يقض بشيء ثم لما صنف شيخنا كتاب "ماتمس إليه الحاجة" وطالعه الشيخ الأفغاني رجع من رأيه، وصدع في مقدمته لكتاب الآثار من رواية محمد بن الحسن أنه من تآليف الإمام الأعظم، وضمن مقدمته بتحقيقات شيخنا بدون أن يعزوها إليه، انظر منه ص ١، ٣، ٤، ٨، ٩.

ومنهم : العلاّمة الحبر البحر المحدّث المسند المعروف بشيخ الحديث زكريا بن يحيى الكاندهلوى:

فقد نقل رحمه الله تعالىٰ كثيرًا من تعليقات شيخنا على الدراسات و"ما تمس إليه الحاجة" و" ابن ماجه اور علم حديث" وانظر من مقدمة " لامع الدراري" ص ٤٧، ٤٨، ٤٩، ٦١، ٦٢، ٦٧، ٧٠، ١٤٠، ١٤٢، ٢٠٧.

وأشياء أخر نقلها عنه للردّ عليه كما في ص ٥١، ٥٣، ٥٤، ولكن ردّ الشيخ هناك غير ناهض لما لبسطه موضع آخر.

ومنهم: العلاّمة المحقق الداعي يوسف بن الداعية الإمام إلياس الكاندهلوي:

فقد نقل فوائد هامّة من" ماتمس إليه الحاجة" في مقدمة كتابه"أماني الأحبار" أنظر ص ٦٤، ٦٥.

ومنهم: العلامة محدّث العصر المحقق السيد محمد يوسف بن زكريا البنوري:

فقد نقل من "ماتمس إليه الحاجة" فى كتابه المهم "معارف السنن" ٣: ٤٢٤.

وقال فى ١: ١٧، ما لفظه:

"ولصديقنا المحقق النعمانى بحوث واسعة فى كتابيه بالعربية والأردية ما يتعلق بابن ماجه فليراجعهما من شاء.

ومنهم: العلّامة المحدّث الناقد الشيخ عبد الفتاح أبو غدة.

نقل من كتب شيخنا فى تآليفه، كالتعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة" نقل فيها من" التعقيبات على الدراسات" و"ماتمس إليه الحاجة" أنظر لذلك ص ٧١، ١٤٦، ١٤٧، ٢١٠، ٢١٤، ٢٣٨.

وأثنى فيها على" التعقيبات" و" التعليقات" وعلى مؤلفهما ثناء بليغًا وحرّض على مطالعتهما، أنظر لذلك ص ١٦٨، ٢٠٤.

ومما يقوله فى ص ٢٠٤:

وقد تعقبه(معينًا السندى) فى دعواه أصحية ما فى الصحيحين مطلقًا، وردّه على ابن الهمام. صديقنا العلامة الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى الهندى كما سبقت الإشارة إليه بحواش طويلة علّقها هناك كانت كما قال الزمخشرى:" الزيت مخّ الزيتون والحواشى مخمخة المتون" فجزاه الله خيرًا عن العلم وأهله.

وقال فى ص ١٦٨ ما نصه:

وقد طبع هذا الكتاب-" دراسات اللبيب"- طبعتين أولاهما فى لاهور...... وثانيتهما فى كراتشى...... وقام بتحقيق هذه الطبعة تحقيقًا علميًا تامًا صديقنا العلامة المحقق المحدّث الفقيه الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى الهندى فعلّق عليها تعليقات نافعة ضافية وبلغت صفحات الكتاب ٤٥٥ ما عدا الفهارس العامة يسّرت الانتفاع به لأيسر نظرة فجزاء الله عن العلم وأهله خيرًا.

وقد تعقب كتاب" الدراسات" تعقبًا تامًّا دقيقًا العلامة المحقق البارع الشيخ عبد اللطيف القرشى السندى أيضًا المتوفى سنة ١١٨٩هـ بكتاب ضخم كبير جدًّا أسماه" ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات" وطبع فى كراتشى سنة ١٣٨١هـ فى مجلدين كبيرين بلغت صفحاتهما ١٥٦٠ دون الفهارس

العامة التي جاوزت الخمس مائة صفحة، وحققه أيضًا الأخ العلّامة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني حفظه الله تعالىٰ وأثابه على جهوده وتحقيقه أطيب الجزاء.

ونقل الشيخ العلامة عبد الفتاح أبو غدة من تآليفه وفوائده وأحال عليها في تعليقاته على" الرفع والتكميل" أيضًا: أنظر ص ٧٠ من الطبعة الثالثة ففيه قوله:

وقد استو في العلامة الناقد المحقق الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي نقض زعم الدار قطني في الإمام أبي حنيفة أفضل استيفاءٍ، وكشف عن تعصبه لمذهب الشافعي بجلاء وبرهان في تعليقه النفيس على كتاب ذبّ ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات للعلامة الشيخ عبد اللطيف السندي ٢: ٢٨٤-٢٩٧، فانظره لزامًا، و انظر ص ١٤٥ من الطبعة الثالثة أيضًا. ففيه الإحالة على فائدة هامة من "ماتمس إليه الحاجة" وانظر ص ٢٣١، ففيه قوله:

ويؤيده - اعتبار سكوت المتكلمين في الرجال إذا لم يأت بمتن منكر توثيقًا - ماجاء في كلام ابن أبي حاتم نفسه.

فقد كتب إلى الأخ المفضال والعلامة المحدّث الناقد الفقيه فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني من كراتشي في باكستان حفظه الله ورعاه وأمتع به: مايلي:

"وجدتُ في أثناء مطالعتي في كتاب" الجرح والتعديل" لا بن أبي حاتم ١/ ١: ٣٦ قوله:" بابٌ في رواية الثقة عن غير المطعون عليه أنها تقوّيه، وعن المطعون عليه أنها لاتقوّيه.

حدثنا عبد الرحمن، قال: سألتُ أبي عن رواية الثقات عن رجل غير ثقة ممايقوّيه؟ قال: إذا كان معروفًا بالضعف لم تقوّه روايتّه عنه، وإذا كان مجهولاً نفعه رواية الثقة عنه" انتهى.

فهذا نص في أن الثقة إذا روى عن رجل لم يضعف: نفعه ذلك، فسكوت البخاري و ابن أبي حاتم وغيرهما يدلّ على تقوية الرجل إذا روى عنه الثقة، ولذلك يقول ابن حجر مرارًا؛ "إن البخاري أو ابن أبي حاتم ذكره وسكت عليه، أو: لم يذكر فيه جرحًا" انتهى كلام العلامة محمد عبد الرشيد، وهذا يؤيّد مامشى عليه جمهور كبار الحفاظ المتأخرين كما أسلفت.

وأنظر ص ٢٤٧، ففيه قوله:

هـذا وقـد كتبـت هـذا البحث في خلال سفري في مدينة كراتشي أثناء زيارتي لبـاكستان في شوال عام ١٣٩٩، وأطـلـعـت عليه هناك الأخوين الكريمين العالمين فـضيـلة الشيـخ الـعـلامة الـمحدّث الفقيه الناقد الماهر المحقق الشيخ محمد عبد الـرشيـد الـنـعـماني، وفضيلة العلامة المحدّث الفقيه البارع المحقق الشيخ محمد تـقـي الـعـثـمـانـي حـفظهما الله تعالىٰ، فاستحسناه أو أقرّاه، ثم قدّم لي فضيلة الشيخ مـحمد عبد الرشيد بعض الشواهد المؤيدة لهذا البحث آنذاك ثم بعث إليّ بشواهد أخرى من كراتشي فجزاه الله تعالى عني وعن العلم خيرإجزاء.

وأثـنـى عـلـى تـحـقيقه وتعليقه على كتاب" دراسات اللبيب" و "ذبّ ذبابات الدراسات" الشيخ المحقق عبد الفتاح أبو غدة في تعليقاته على " إقامة الحجّة على أن الإكثار في التعبّد ليس ببدعة" ص ٣٦ (طبع حلب ١٣٨٦هـ) بمثل ما أثنى به في تعليقاته على" الأجوبة الفاضلة"

ومـنـهـم: الـعـلامة الـمـحـدّث البارع محيي السنة وماحي البدعة بقلمه وبنانه الشيـخ أبـو الـزاهـد مـحـمـد سـرفراز خان صفدر: حيث قال في خطبة كتابه" مقام حضرت إمام أبو حنيفة" ص ١٤ طبع لاهور سنة ١٣٨١هـ ماملخصه بالعربية:

ومـا فـي كـتـابـنـا هـذا من النقول فأكثرها قد أخرجنا من مظانها باستعانة كتب الأكـابـر، ومـا فيـه مـن" الإعـلان بـالـتـوبيـخ لـمن ذمّ التاريخ" للسخاوي و" عقود الـجـمـان" لـلـعـلامة الـصـالـحي و" مناقب أبي حنيفة وصاحبيه" للعلامة الذهبي و "الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لايوجب ردّهم" له أيضًا، فمن" ابن ماجه اور علم حـديـث" و "مـاتـمـس إليـه الحاجة" لمولانا محمد عبد الرشيد النعماني؛ حيث لم نظفر بهذه الكتب، ولفظه بالأردوية:

(۴) اس کتاب میں جتنے حوالجات درج ہیں۔ان میں اکثر براہ راست راقم السطور نے خود کتابوں میں دیکھے ہیں، اور بعض کتابیں مثلاً "الإعـلان بـالـتـوبيخ لمن ذم التاريخ للسخاوي، عقود الـجـمـان لـلـعـلامة الـصـالـحي، مناقب أبي حنيفة وصاحبيه للعلامة الذهبي، الرواة الثقـات المتكلم فيهم بمالايوجب ردّهم للذهبي" وغیرہ بعض حوالے ہم نے حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" اور "ماتمس إليه الحاجة" سے لئے

ہیں کیونکہ براہ راست یہ کتابیں ہمیں دستیاب نہیں ہوسکیں۔

تخنہائے گفتنی

از مقام حضرت امام ابو حنیفہ، ص ۱۴

ومنهم العلامة المحدّث المحقق البارع الفقيه محمد تقي العثماني.

فقد نقل من" ماتمس إليه الحاجة" انظر"تقليد كى شرعى حيثيت" له ص ١٤٣.

وكذا في مقدمة أماليه على جامع الترمذي.

ومنهم: الشيخ المحقق وهبي سليمان غاوجي. فقد نقل عن شيخنا في غير موضع من كتابه" أبو حنيفة إمام أئمة الفقهاء" من "ماتمس إليه الحاجة" و"التعليق القويم" انظر منه ص ١٧١-١٨١، ٢١٥، ٢٢٠، ٢٢٤، ٢٨٧، ٣١٢.

وأثنى على شيخنا في مواضع بالشيخ المحقق والمحدّث الفقيه الشيخ.

ومنهم: الشيخ الدكتور سعدي الهاشمي، فنقل في كتابه" أبو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية مع تحقيق كتابه الضعفاء وأجوبته على أسئلة البرذعي" الباب الثالث منه عند الكلام على سنن ابن ماجه، ص ١٠١٩، ١٠٢٠.

ومنهم: الشيخ الدكتور امتياز أحمد، عميد كلية المعارف الإسلامية بجامعة كراتشي.

فقد نقل في" دلائل التوثيق المبكر للسنة والحديث" الطبعة الأولى عام ١٤١٠، ونقله إلى العربية الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي من كتاب شيخنا" إمام ابن ماجه اور علم حديث"

ومنهم: الشيخ الفاضل المحقق المفتي محمد عاقل السهانبوري.

فقد نقل كثيرًا من شيخنا بعضه من تآليفه مباشرة وبعضه بواسطة شيخ الحديث العلّامة زكريا الكاندهلوي المدني، انظر في مقدمة الفيض السمائي على سنن النسائي ص ٩، ١٠، ١١، ٢٠، ٢٢، ٣١، ٤١، ٤٤، ٥٩، وفي بعض ذلك مخالفة للشيخ في بعض آراءه ولكن الدليل في جلّ ذلك مع شيخنا ولله الحمد.

ومنهم: الشيخ الفاضل حنيف الكنكوهي.

أنظر ترجمة ابن ماجه ومايتعلق بسننه في" ظفر المحصلين" له.

ومنهم: الشيخ الفاضل محمد علي الصديقي الكاندهلوي.

حيث نقل في كتابه" إمام أعظم اور علم الحديث" من" ماتمس إليه الحاجة"، و" ابن ماجه اور علم حديث" و" التعقيبات على الدراسات" أنظر منه ص ١٣٩، ٣٣٧، ٣٣٨، ٥٥٥، ٥٥٦، ٦٢١، ويظهر أنه استفاد كثيرًا في كتابه هذا من تآليف شيخنا ونسج كثيرًا من مباحثه على منوال شيخنا . والله أعلم.

ومنهم: الشيخ تقي الدين الندوي المظاهري فقد نقل كثيرًا في كتابه" محدثين عظام اوران كے علمی کارنامے" من" ماتمس إليه الحاجة" انظر منه ص ٧٦، ١٦١، ١٧١، ١٩٦، ٢٢٤، ٢٥٠، ٢٥١، ٢٥٧، ٢٧٠، ٢٨٢، وقد ناقشه فيما ينقله.

ومنهم: الشيخ الفاضل المفتي نظام الدين الشامزئي أستاذ الحديث بجامعة العلوم الإسلامية، علامه محمد يوسف بنوری تاؤن کراتشی رقم ٥

حيث نقل في" شرح مقدمة صحيح مسلم" له من" ماتمس إليه الحاجة" بواسطة" محدثين عظام" انظر منه ص ٤٦.

ففيها قوله:" مولانا عبدالرشید صاحب کی تحقیق ہے کہ امام مسلم مالکی المذہب تھے۔ يعني " يرى الشيخ عبد الرشيد النعماني أن الإمام مسلمًا كان مالكي المذهب" كذا قال تبعًا للشيخ تقي الدين الندوي، والحقيقة أن هذا رأى الشيخ العلامة إبراهيم بن الشيخ عبد اللطيف السندي في كتابه" سحق الأغبياء من الطاعنين في كمل الأولياء واتقياء العلماء" وأما شيخنا فصوّب في ذلك مانقله الشيخ طاهر الجزائري في" توجيه النظر إلى أصول الأثر" عن بعض الفضلاء من أن مسلمًا والترمذي والنسائي و ابن ماجة و ابن خزيمة ونحوهم على مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد من العلماء ولاهم من الأئمة المجتهدين بل يميلون إلى قول أئمة الحديث كالشافعي وأحمد وإسحاق وأبي عبيد وأمثالهم وهم إلى مذهب أهل الحجاز أميل منهم إلى مذهب أهل العراق، راجع" ماتمس إليه الحاجة" ص ٢٥، إلى ص ٢٧.

مبايعته في الطريقة

بايع في الطريقة على شيخه الأجل الورع الزاهد العارف بالله حيدر حسن خان التونكي[١] واستفاض منه فيوضًا كثيرة فنال الإجازة منه وهو شابٌّ.

(١) ليلة ٢٤ من شعبان سنة ١٣٥٣ ثلاث وخمسين وثلاثمائة وألف.

عن شيخ المشايخ العارف بالله إمداد الله المهاجر المكي.

عن الشيخ ميان جي نور محمد الجهنجهانوی.

عن الشيخ الحاج عبد الرحيم الولايتي الشهيد.

عن الشيخ عبد الباری.

عن الشيخ عبد الهادی.

عن الشيخ عضد الدين.

عن الشيخ شاه محمدالمکی.

عن الشيخ محمدی.

عن الشيخ محب الله،

عن الشيخ شاه أبی سعيد الكنكوهی.

عن الشيخ نظام الدين البلخی.

عن الشيخ جلال الدين التهانيسری.

عن قطب العالم شاه عبد القدوس الكنكوهی.

عن الشيخ محمد الفاروقی.

عن الشيخ المخدوم عارف الفاروقی.

عن الشيخ عبد الحق الردولوی.

عن الشيخ جلال الدين البانی بتی.

عن الشيخ شمس الدين الترکی.

عن الشيخ المخدوم علاء الدين الصابری.

عن الشيخ فريد الدين مسعود شكر كنج.

عن الشيخ قطب الدين بختيار كاكی.

عن الشيخ خواجه معين الدين الجشتی السجزی.

عن الشيخ خواجه عثمان الهارونی.

عن الشيخ خواجه شريف الترمذی.

عن الشيخ خواجه قطب الدين المودود.

عن الشيخ ناصر الدين أبی يوسف.

عن السيخ أبي محمد الجشتي.

عن الشيخ أبي إسحاق الشامي.

عن الشيخ ممشاد الدينوري.

عن الشيخ هبيره البصري.

عن الشيخ حذيفة البصري.

عن الشيخ إبراهيم بن أدهم البلخي،

عن الشيخ فضيل بن عياض المكي.

عن الشيخ خواجه عبد الواحد بن زيد البصري.

عن الشيخ فقيه الأمة حسن البصري.

عن مرجع المشايخ باب دار الحكمة على بن أبي طالب، رضى الله تعالىٰ عنهم.

عن سيد الكونين فخر العالمين ختم الأنبياء والمرسلين وسيدنا محمد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه أجميعن.

ثم أخذ الطريقة عن الشيخ الكبير الزاهد الورع عبد القادر الرائبوري، عن العارف بالله الزاهد الشيخ عبد الرحيم الرايبوري.

ثم أخذ بعد وفاته عن الشيخ الكبير الورع الزاهد شيخ الحديث زكريا بن يحيى الكاندهلوي، عن الشيخ الأجل العارف بالله خليل أحمد السهانبوري.

وأجازه في الطريقة الشيخ الكبير الداعي أبو الحسن على الندوي اللكنوي، عن الشيخ الكبير عبد القادر الرايبوري.

وأجازه أيضا الشيخ الصوفي محمد إقبال المهاجر المدني، عن الشيخ الكبير زكريا بن يحيى الكاندهلوي.

وحضر مجلس حكيم الأمة العلامة الزاهد أشرف على التهانوي.

وصحب الشيخ شيخ العرب والعجم العلاّمة المجاهد الزاهد حسين أحمد المدني أيضًا يومًا.

وصحب الشيخ العارف بالله العلامة الصوفي السيد أصغر حسين الديوبندي أيضا.

وصحب العلامة العارف بالله الزاهد الورع رئيس الدعوة والتبليغ الشيخ إلياس الكاندهلوي، و ابنه العلامة المحقق رئيس الدعوة والتبليغ الزاهد الخطيب

المصقع محمد يوسف الكاندهلوى سنة وستة أشهر، وغيرهم من المشايخ رحم الله الجميع ورضى عنهم ورضى الأبرار.

أسانيده في الحديث

ولشيخنا أسانيد عالية كثيرة من المشايخ الذين كانوا غرر عصرهم ومسانيد وقتهم، أشهرها:

من طريق شيخه الجليل والعالم النبيل مولانا محمد قدير بخش البدايونى رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة عن شيخه ووالده الشيخ حافظ بخش البدايونى والشيخ عبد المقتدر البدايونى بروايتهما عن الشيخ أبى عبد المقتدر عبد القادر عن أبيه العالم الشهير الشيخ فضل رسول الأموى البدايونى والشيخ جمال عمر مفتى الحنفية بمكة المحمية وهما يرويان عن شيخ الحرم محدّث القرن المنصرم خاتمة الحفاظ النملا محمد عابد الأنصارى الخزرجى السندى المدنى بإسناده المذكور في ثبته المسمى" بحصر الشارد فيما حواه أسانيد محمد عابد"

ح ويروى عن شيخه الأجل الزاهد القدوة العلامة المحدّث مدرس المعقول والمنقول حاوى الفروع والأصول مولانا حيدرحسن خان التونكى شيخ الحديث بدار العلوم لندوة العلماء رحمه الله ورضى عنه رضى الأبرار عن الشيخ الجليل السيد محمد نذير حسين الدهلوى، عن الشيخ الأجل المشتهر في الآفاق أبى سليمان إسحاق ابن بنت عبد العزيز الدهلوى. عن الإمام الأوحد الرحلة الشيخ عبد العزيز الدهلوى عن أبيه الإمام الهمام حجة الإسلام أبى عبد العزيز قطب الدين أحمد المدعو بولى الله بن أبى الفيض عبد الرحيم العمرى الدهلوى بإسناده المذكور في" الإرشاد إلى مهمات الإسناد"

ح ويروى عن شيخه العلامة الزاهد المذكور وعن أخيه الأكبر العلامة المحقق والفهامة المدقق الإمام الحبر البحر المحدّث الفقيه الأصولى المتكلم المؤرخ أعلم أهل عصره بالرجال مولانا محمود حسن خان التونكى صاحب" معجم المصنفين" رحمه الله تعالىٰ وهما يرويان عن المحدّث المتقن الشيخ القاضى حسين بن محسن الأنصارى الخزرجى السعدى اليمانى، وهو عن شيخه المحدّث محمد بن ناصر الحازمى عن شيخ المشايخ القاضى محمد بن على الشوكانى

بإسناده المذكور في" إتحاف الأكابر بإسناد الدفاتر" (١)

هذه الأسانيد الثلاثة متصلة بالقراءة والسماع.

وللشيخ محمود حسن خان التونكي إجازة عن العلامة المحدث المقرئ عبد الرحمن الباني بتي، عن الإمام الهمام شيخ الائمة الأعلام عبد العزيز بن الإمام حجة الإسلام ولي الله العمري المحدث الدهلوي.

ولشيخنا إجازات عن كثير من المشايخ:

منهم: الشيخ مدرس المعقول والمنقول العلامة محمد يٰس البريلوي رحمه الله تعالىٰ، وحصلت له الإجازة عن ولي عصره الإمام العلامة الزاهد مولانا فضل الرحمن المراد آبادي، عن الإمام عبد العزيز بن الإمام ولي الله العمري الدهلوي.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق والفقيه النبيه الشيخ أبو الوفاء الأفغاني.

هذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين. أما بعد: فقط التمس مني الأخ الصالح والفتي الرابح المحدّث الفقيه المولوي محمد عبد الرشيد بن محمد عبد الرحيم النعماني أن أجيزه برواية مسانيد الإمام الأجل فقيه الأمة وسراجها الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رضي الله عنه وشرح معاني الآثار للإمام الحافظ الحجة، الفقيه المجتهد أبي جعفر أحمد بن محمد بن سلمة بن سلامة الأزدي المصري الطحاوي رحمه الله رحمة الأبرار فأجزته بذلك وبموطأ الإمام الرباني محمد بن الحسن الشيباني رضي الله عنه وبآثاره خصوصًا وإن كنت لست أهلاً لذلك وأوصيه بتقوى الله جل شأنه وبالدعاء لهذا العاجز المذنب القاصر في خلواته وجلواته، فأقول وبالله تعالىٰ أحول:

أما مسانيد الإمام: فأجازني بها العلامة شيخنا الشيخ محمد بن أحمد الشهير بألفاهاشم الفوتي التجاني المدني المالكي في المسجد النبوي عليه ألف الف صلاة وتحية وعلى آله وصحبه. وهو رواها عن شيخه الفالح الرابح الشيخ فالح المالكي

(١) ماتمس إليه الحاجة ص ٥٥.

عن الشيخ محمد بن علي السنوسي الخطابي الشريف الحسني عن المازوني عن إبراهيم الكردي الكوراني أبي إسحاق عن الصفي أحمد المدني عن أبي المواهب الشناوي عن عبد الرحمن بن عبد القادر بن فهد عن عمه جار الله بن عبد العزيز بن فهد عن أبي القاسم عبد الكريم بن الجلال أبي السعادات، محمد بن ظهيرة القرشي المخزومي عن القاضي حميد الدين الفرغاني عن والده القاضي تاج الدين أحمد بن محمد الفرغاني، عن المشايخ الثلاثة القاضي حميد الدين حيدر بن أبي الفداء العباس وحسام الدين حامد بن أحمد ونور الدين عبد الرحمن بن موسى فالأولان عن صالح بن عبد الله الصباح والثالث عن علي بن أبي القاسم عن الخطيب الخوارزمي أبي المؤيد محمد بن محمود جامع المسانيد الخمسة عشر عن تاج الدين أحمد بن أبي الحسن بن أحمد عن الأشياخ الثلاثة أبي علي عبد السلام وأبي بكر عتاب بن الحسن وأبي محمد عبد الله بن أحمد عن محمد بن عبد الباقي عن أبي الخطيب البغدادي عن أبي العلاء الواسطي عن علي بن الحسين الجزري عن محمد بن عمر عن جعفر بن علي عن أحمد بن محمد عن ابن سماعة عن بشر بن الوليد عن القاضي أبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصاري عن الإمام أبي حنيفة.

قلتُ: وأسانيد باقي المسانيد مذكورة في جامع المسانيد ذكرها أبو المؤيد مفصلة.

قلتُ: وأرويها أيضا عن الأستاذ العلامة الشيخ عبد القادر الحواري بن الشيخ محمد الحواري المدني الحنفي عن الشيخ العلامة محمد علي ظاهر الوتري المدني عن العلامة الشيخ عبد الغني بن أبي سعيد المجددي الفاروقي النقشبندي الدهلوي ثم المدني، عن العلامة الحافظ الشيخ محمد عابد الأنصاري السندي المدني وأسانيده مذكورة في ثبته" حصر الشارد"

قلتُ: وأجازني بها أيضًا العلامة الإمام محمد زاهد الكوثري المصري رحمة الله عليه قال: أما مسانيد أبي حنيفة السبعة عشر عند الشمس بن طولون في الفهرست الأوسط وعند محمد بن يوسف الصالحي في " عقود الجمان" فالأولى إلى صالح الجينيني عن أبي المواهب عن أيوب بن أحمد الخلوتي عن إبراهيم بن

محمد بن الأحدب عن ابن طولون بأسانيده فيه، وأما الثاني فبا لسند إلى صالح بن إبراهيم الجينيني عن أبيه عن خير الدين الرملي عن محمد بن عمر الحانوتي عن الصالحي بأسانيده اهـ.

وأما كتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن من طريق أبي حفص الكبير فأجازني به إجازة الشيخ عبد القادر الحواري المدني مدير مكتب شيخ الإسلام عارف حكمت آفندي عن الشيخ علي ظاهر الوتري عن الشيخ عبد الغني الدهلوي عن الشيخ الأجل محمد عابد السندي عن عمه محمد حسين بن مراد الأنصاري قال أجازني به الشيخ عبد الخالق بن علي المزجاجي. قال قرأته على الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاجي عن الشيخ أحمد بن محمد التملي. عن الشيخ محمد بن علاء الدين البابلي عن أبي النجا سالم بن محمد السنهوري عن النجم محمد بن أحمد بن علي الغيطي عن زكريا بن محمد الأنصاري عن الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني أنا بها أبو عبد الله الجريري محمد بن علي بن صلاح أنا قوام الدين أمير كاتب بن أمير عمر بن غازي الأتقاني أنا البرهان أحمد بن سعد بن محمد البخاري والحسام حسين بن علي السغناقي قالا أنا فخر الحرمين حافظ الدين محمد بن محمد بن نصر البخاري أنا الإمام محمد بن عبد الستار الكردري، أنا عمر بن عبد الكريم الدرمكي أنا عبد الرحمن بن محمد الكرماني أنا أبو بكر الحسين بن محمد أنا أبو عبد الله الزوزني أنا أبو زيد الدبوسي أنا أبو جعفر الأستروشني أنا أبو علي الحسين بن خضر النسفي أنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي أنا أبو عبد الله محمد بن أحمد أبي حفص الكبير أنا أبي أنا محمد بن الحسن الشيباني تلميذ الإمام أبي حنيفة رضي الله عنهما.

وأما موطأ الإمام محمد بن الحسن رضي الله عنه: فأجازني به الشيخ عبد القادر بن محمد الحواري الزبيري المدني الحنفي مدير مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت رحمه الله في ضمن" حصر الشارد" عن الشيخ علي بن ظاهر الوتري المدني عن الشيخ عبد الغني المجددي الدهلوي، ثم المدني عن الشيخ الأجل محمدعابد السندي صاحب" حصر الشارد" عن عمه محمد حسين عن الشيخ محمد بن محمد بن محمد بن عبد الغرب. عن الشيخ عبد الله بن سالم البصري.

عن محمد بن علاء الدين البابلي. عن أحمد بن محمد الشلبي عن السيد يوسف بن عبد الله الأرميوني عن الحافظ السيوطي عن الحافظ ابن حجر عن شمس القراء محمد بن علي بن صلاح أنا قوام الدين أمير كاتب الإتقاني. عن أحمد بن أسعد بن محمد البخاري عن محمد بن محمد بن نصر البخاري عن محمد بن عبد الستار الكردري عن أبي المكارم المطرزي عن الخطيب الموفق المكي عن أبي القاسم محمد الزمخشري عن الحسين بن محمد بن خسرو البلخي.

ح وقال الحافظ ابن حجر أنا به عاليًا بخمس درجات تقي الدين عبد الله بن محمد بن أحمد بن عبيد الله عن أحمد بن أبي طالب الحجار. عن أبي الحسن محمد بن أحمد بن عمر القطيعي عن أبي الفتح محمد بن عبد الباقي قال هو و ابن خسرو وأخبرنا الحافظ أحمد بن الحسن بن خيرون وعلي بن الحسين بن أيوب وقالا أنا عبد الغفار بن محمد المؤدب،أنا أبو علي محمد بن أحمد الصواف أنا أبو علي بشر بن موسى بن صالح بن شيخ بن عنبرة الأسدي أنا أبو جعفر أحمد بن محمد بن مهران النسائي أنا محمد بن الحسن الشيباني.

وأما شرح معاني الآثار للإمام أبي جعفر أحمد بن محمد الطحاوي، فأجازني به الشيخ عبد القادر بن محمد القرشي الحواري المدني الحنفي مدير مكتبة شيخ الإسلام عارف حكمت آفندي بالمدينة المنورة زادها الله شرفًا وتعظيمًا عن السيد محمد علي بن ظاهر الوتري. عن الشيخ العلامة المحدّث عبد الغني المجددي الدهلوي المدني عن الشيخ الأجل العلامة الإمام محمد عابد السندي المدني في ضمن ثبته" حصر الشارد" عن الشيخ يوسف المزجاجي عن والده الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاجي عن أبيه الشيخ علاء الدين بن محمد المزجاجي عن إبراهيم الكوراني عن أحمد القشاشي. عن الشيخ أحمد بن محمد الرملي عن القاضي زكريا الأنصاري عن الحافظ ابن حجر.

ح قال الشيخ الأجل عابد السندي: وأرويه أيضًا عن الشيخ يوسف بن محمد بن علاء الدين المزجاجي عن أبيه عن والده الشيخ علاء الدين بن محمد باقي المزجاجي أنا عبد الهادي بن عبد الجبار بن موسى جنيد القرشي أنا إبراهيم بن جعمان أنا السيد الطاهر بن حسين الأهدل عن الحافظ عبد الرحمن بن علي بن الديبع عن الشمس

محمد بن عبد الرحمن السخاوي عن الحافظ ابن حجر ومستمليه أبي النعيم بن محمد المغربي ومفخر العصر العز أبي محمد عبد الرحيم بن محمد القاضي والإمام أبي السعادات بن أحمد السراوي أولها أعلى الجميع سماعًا على الثاني لجميعه وقراءة عليه أيضًا وعلى الأول والأخير أيضًا متفرقين بعضه وسماعًا على الثالث لبعضه أيضًا وإجازة منه مع المناولة منه ومن الأول وقال الأخير أنا الزين أبو المحاسن تغزى بن مش بن يوسف التركماني الحنفي سماعًا لجله وإجازة لسائره مع المناولة أنا الجلال أبو الطاهر أحمد بن محمد الجندي الحنفي والقاضي أبو حامد محمد بن عبد الرحمن المطري الشافعي المدنيان سماعًا على ثانيهما لجميعه وعلى الأول من الأول إلى الأذان ومناولة مع الإجازة في سائره.

ح والشيخ عبد الله بن محمد باقي المزجاجي قال وأنا أيضا شيخنا العلامة عمي رضي الدين الصديق بن الزين المزجاجي ووالدي الشيخ العارف بالله محمد باقي بن الزين المزجاجي قالا أنا به والدنا العلامة الزين الصديق المزجاجي قال أخبرنا به خالنا العلامة علي بن أحمد المزجاجي أنا به العلامة والدي أحمدبن علي المزجاجي أنا به العارف يحي النور الأشعري أنا به العارف الكبير الشيخ إسماعيل بن أبي بكر الجبرتي. قال أنا به شيخنا العارف بالله محمد بن محمد المزجاجي عن أبي الفتح المراغي عن أبي الطاهر أحمد بن محمد الجندي الحنفي والقاضي أبي حامد محمد بن عبد الرحيم المطري الشافعي. قالا أنا أبو السيارة وأبو جعفر بن عبد الله بن محمد المطري وهو عمّ ثانيهما. قال السخاوي وهو ممن أنبأنا الزين أبوهريرة القباني عنه وقال الأخير وكل من الأولين أنبأنا العلامة أبو الحسن علي بن محمد الجزري مشافهة إن لم يكن سماعًا ومحمند بن أبي اليمن السكندري. قال الثاني سماعًا لجميعه قراءة لبعضه أيضًا. وقال الأول والأخير مشافهة إن لم يكن سماعًا زاد الأولان فقط، وأبو الفداء بن أبي إسحاق البعلي مشافهة. قال هو والعفيف أنا التقي أبو محمد عبد الرحمن بن عبد الولي البلداني ثم الدمشقي قال العفيف سماعًا لليسير من أوله وإجازة لسائره وقال البعلي إجازة إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه زاد. فقال وأنا البدر أبو عبد الله محمد بن إبراهيم بن جماعة شفاهًا قال أنا الرشيد أبو الفداء إسماعيل بن أحمد العراقي إذنًا إن لم يكن سماعًا.

ح وقال العلامة الجزري أنا به أبو الفضل سليمان بن حمزة القاضي إذنًا قال هو والبلداني أيضًا أنا أيضًا أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي إذنًا زاد البلداني والتاج أبو الحسن محمد بن أحمد القرطبي والركن أبو محمد عبدالله بن بركات القرشي إذنًا. وقال ابن أبي اليمن وأنا أبو إسحاق إبراهيم بن بركات بن القرشية وزينب بنت كمال إجازة قال أولهما أنا التقي أبو عبد الله محمد بن الحسين اليونيني إذنًا إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه وهو آخر من حدث عنه بالسماع وقالت الأخرى وكذلك البلداني أيضًا أنا أبو عبد الله محمد بن عبد الهادي المقدسي.

ح وقال السخاوي: وأنا شيخنا الثالث مفخر العصر العز عبد الرحيم بن محمد القاضي وهو أعلى من كل من تقدم أنا العز أبو عمر عبد العزيز بن البدر بن جماعة إجازة معينة وقد قرأ عليه الجلال الجندي الماضي من أوله إلى آخر الحديث الثالث وأبو عبد الله محمد بن إبراهيم الأنصاري وأم محمد سيدة ست العرب ابنة محمد بن الفخر إذنًا برواية الأول عن أيوب بن أبي بكر الأسدي أنا أبو عبدالله محمد بن إسماعيل المقدسي سماعًا قال السبعة وهم (١) الرشيد (٢) والضياء (٣) والقرطبي (٤) والقرشي (٥) واليونيني (٦) و ابن عبدالهادي (٧) و ابن إسماعيل: أنا أبوموسى محمد بن أبي بكر المديني في كتابه إلينا من أصبهان.

ح وقالت سيدة ست العرب: والذي قبلها أنا الفخر علي بن البخاري إذنًا وهو عن المرأة عن أم هاني عفيفة ابنة أحمد الفارقانية كلاهما عن أبي الفتح إسماعيل بن المفضل الأخشيد قال أولهما سماعًا أنا أبو الفتح منصور بن الحسين التائي بالمثناة قرية تسمى تائه من أصبهان أنا أبوبكر محمد بن إبراهيم المقرئ عن مؤلفه أبي جعفر الطحاوي رحمه الله تعالى.

ح وبرواية الفخر أيضًا لكن يهرول عن الذي قبله عن أبي اليمن زيد بن الحسن الكندي مشافهة إن لم يكن سماعًا ولو لبعضه عن أبي عمرو عثمان بن محمد البلخي أنا أبو المظفر منصور بن أحمد البسطامي أنا أبو محمد عبدالرحمن بن محمد بن سعيد وأبو الفضل محمد بن عمر الترمذي قالا أنا أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي الحنفي.

ح قال الشيخ الأجل السندي: وأرويه عالياً عن الشيخ صالح الفلاني عن محمد بن سنة عن مولاي الشريف محمد بن عبد الله عن محمد بن أركماس الحنفي عن الحافظ ابن حجر العسقلاني عن الشرف أبي الطاهر بن الكويك عن زينب بنت الكمال المقدسية عن محمد بن عبدالهادي عن الحافظ أبي موسى محمد بن أبي بكر المديني عن أبي الفتح إسماعيل بن الفضل بن أحمد السراج عن أبي الفتح منصور بن الحسن التاني عن الحافظ أبي بكر محمد بن إبراهيم المقرئ عن الطحاوي الإمام رحمه الله ورضي عنه رضي الأبرار وصلى الله على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين دائما كثيرًا إلى يوم الدين آمين. هاوأنا العبد الضعيف الفقير إلى الله تعالى أبو الوفا محمود بن المولوي العارف مبارك شاه الأفغاني الحيدر آبادي مسكنًا الحنفي مذهبًا القادري طريقة.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق الزاهد الورع المعروف بشيخ الحديث: زكريا بن يحيى الكاندهلوي رحمه الله تعالى:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذي تواترت آلائه الشهيرة واتصلت بنا نعمائه الغزيرة، والصلاة والسلام على من أرسل بجوامع الكلم بشيراً و نذيرًا وبمسلسل الفضل المبين رحمة للعالم منيرًا، وعلى نوادر آله وصحبه الحملة لمبشرات النبي الأمين وعلى أتباعه الأوائل والأواخر الحماة للدين المتين. أما بعد: فيقول العبد المفتقر إلى رحمة ربّه القصوى محمدزكريا بن العلامة حافظ القرآن والحديث الشيخ محمد يحيى سامحه الله ما أظهر وما أخفى: إن أخالي في الدين مولانا محمد عبد الرشيد النعماني بن الشيخ محمد عبد الرحيم الجيبوري ثم الباكستاني قرأ عليّ وسمع مني ومما قرئ عليّ أوائل الرسالة الثلاثة أولها الفضل المبين من حديث النبي الأمين وثانيتها الدرّ الثمين في مبشرات النبي الأمين وثالثتها النوادر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر كلها من مصنفات حجة الإسلام وقدوة الأنام الشاه ولي الله الدهلوي وأيضًا الحديث المسلسل بضيافة الأسودين التمر والماء والحديث المسلسل بإجابة الدعاء عند المتلزم وأوائل الأمهات الست المعروفة وطلب مني

إجازتها فأجيزه أن يرويها عنى كما أجازنى بها حافظ القرآن والحديث العلامة الأوحد سيدى أبو إبراهيم حبيب الله خليل أحمد شرفه وكرم يوم الغد بشرائطها المعتبرة عند أهل هذه الطريقة المثلى وأوصيه بتقوى الله تعالى فى العلن والنجوى وأن يجتنب الإحداث فى الدين والتفريق بين المسلمين وأن يحترز عن طلب لذات الدنيا وحماتها وعن إساءة الأدب بأكابر الأمة وهداتها وأن لاينسانى ومشايخى فى صالح دعواته فى خلواته وجلواته وأسال الله تعالى أن ينفعنى بها وإياه وأن يوفقنا لما يحب ويرضاه وصلى الله تبارك وتعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم كما يحب ربنا ويرضاه بعدد مايحب ويرضى.

محمد زكريا عفى عنه الكاندهلوى

١٦/٤/١٣٨٤هـ.

ومنهم: العلامة المحدث الشيخ الصالح المحتاط حسن بن محمد المشاط رحمه الله تعالىٰ.

حيث أجازه فى ضمن ثبته" الإرشاد بذكر بعض مالى من الإجازة والإسناد" كتب فيه بعد الحمد والصلاة: طلب منى الفاضل العلامة محدث الهند الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى بن الشيخ محمد عبد الرحيم حفظه الله آمين، أن أجيزه بذكر بعض أسانيدى فقلت له أهلاً، وإن لم أكن لذلك أهلاً، وعلى المولى الكريم اعتمدت، وإليه استندت، فأقول: أجزت الطالب المذكور، رزقنا الله وإياه السعى المشكور، بجميع مالى من مرويات ومقروءات ومسموعات ومجازات من شيوخ لى بالديار الحجازية وغيرها ممن تشرفت بالقراءة عليهم أو الإجازة منهم. اهـ.

ومنهم: العلامة محدّث العصر المحقق محمد يوسف بن زكريا البنورى رحمه الله تعالىٰ.

فأجازه عن شيخه الأجل إمام العصر الحافظ أنور شاه الكشميرى، والشيخة المحدّثة أمة الله بنت الإمام عبد الغنى المجددى ثم المدنى، وعن الإمام العلامة البحاثة الشيخ محمد زاهد بن الحسن الكوثرى، وله أسانيد أخر كلها مذكورة فى" بينات" عدد خاص.

ومنهم: العلامة المحدث المحقق الشيخ حبيب الرحمن بن المولوى محمد

صابر المئوى الأعظمى حفظه الله تعالىٰ ورعاه، وهذه صورة إجازته:

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على سيدنا محمد المصطفى عليه وعلى آله وصحبه أطيب الصلوات.

أما بعد: فإن الأخ العلامة المحقق الشيخ عبد الرشيد النعمانى بارك الله فى حياته ونفعنا بعلومه قد طلب منى الإجازة لعدة كتب فأنا أجيزه أن يروى عنى كل ماثبت عنده أن لى روايته من سائر كتب الحديث والجوامع والسنن والمسانيد والأجزاء والمشيخات والمستخرجات والمستدركات والمسلسلات، وبجميع الأوراد والأذكار وغيرهما كما أجازنى بذلك شيخنا، مولانا عبد الغفار وأجازه الشيخ عبد الحق المهاجر شيخ الدلائل وأجازه الشيخ قطب الدين والشيخ عبد الغنى المجددى إلى آخر السند.

وأوصيه ونفسى أولاً بتقوى الله فى السرّ والعلانية و اتباع السنة والاقتداء بالأئمة والحمدلله أولاً وآخرًا.

فكان ذلك فى سبع خلون من جمادى الثانية سنة ألف وأربعمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف صلاة وتحية.

وأنا الفقير إلى رحمة مولاه الغنى
حبيب الرحمن بن صابر الأعظمى.

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ فضل الله الجيلاني، عن الشيخ الكبير العلامة محمد على المونكيرى، عن العلامة المحدّث العارف بالله الشيخ فضل الرحمن الكنج مراد آبادى، عن الإمام الهمام الشيخ عبد العزيز الدهلوى.

ومنهم: العلامة الشيخ الفاضل محمد بن الشيخ أمان الكتبى:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد الداعى إلى الله بإذنه والسراج المنير وعلى آله وأصحابه الذين بلّغوا شريعته بإذنه إلى الأمّة المحمدية فكانت ضياء باقيًا تهتدى به الأمة إلى يوم الدين والتابعين وأتباعهم.

وبعد فقد زارنى فضيلة الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى من أفاضل علماء

الهند، وطلب مني أن أجيز بما حصل لي في العلوم الشرعية والأدبية عن مشايخي الكرام بوأهم الله دار السلام.

ومن أجلهم الشيخ محمد أبو حسين الرزوخ، فقد أجازني رحمه الله بما تضمنه ثبت خاتمة المحققين العلامة محمد أمين بن عابدين، وشيخي المذكور قد أجازه بالثبت المذكور، شيخاه العلامة فقيه عصره وزمانه وفريد عصره وأوانه الشيخ صالح وأخوه الشيخ علي كمال ابنا الشيخ صديق كمال، وهما قد أجازهما بالثبت المذكور الشيخ علاء الدين بن الشيخ محمد أمين بن عابدين، وهو مجاز بالثبت المذكور من قبل والده رحم الله الجميع رحمة واسعة وأسكنهم في فسيح جنانه، وألحقنابهم في خير وعافية.

وإني قد أجزتُ الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني بما أجازني به شيخي المذكور وهو الثبت المذكور وما تضمنه من العلوم كلها بأسانيدها إلى أصحابها ومؤلفيها.

وأوصي المجاز المذكور بتقوى الله تعالىٰ وكثرة الصلاة والسلام على النذير البشير فإنها منبع الخير الكثير، وأوصيه بالدعاء لي، أمدّ الله في حياته وأحياه حياة طيبة ونفع المسلمين بعلومه ومؤلفاته، آمين.

كتبه راجي عفور به الحنان
محمد بن الشيخ أمان الكتبي
٢٠/ شوال في عام ١٣٨٦هـ

ومنهم: الشيخ المحدث الفاضل محمد العربي ابن التباني بن الحسين الحسني الإدريسي:

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذي أجاز أهل عكاظ وذي المجاز بالفضائل والفواضل والإعزاز، ورفع بهم لواء الإسلام على كل شرف ومجاز والصلاة والسلام على سيد الوجود المؤيد بالدلائل الباهرة والإعجاز، وعلى آله وأصحابه الذين عزروه ونصروه وأعزبهم دينه أيّ إعزاز.

أما بعد: فيقول العبد الفاني محمد العربي بن التباني بن الحسين الحسني الإدريسي الواحدي أن لي إجازات عامة وخاصة في الصحاح والمسانيد والمعاجم وموطأ الإمام مالك وغيرها من تصانيف العلماء الأعلام وقد أجزتُ الشيخ محمد عبد الرشيد بن محمد عبد الرحيم بجميع ذلك راجيًا منه أن لا ينساني من دعائه بظهر الغيب وفي مظان الإجابة وألحقه بسندلي في موطأ الإمام مالك وسند في صحيح الإمام البخاري، أما الموطأ فحدثني به شيخنا العلامة الفقيه المحدّث الصوفي الشيخ محمد بن محمد بن عبد القادر القرشي المالكي المتوفى عام ١٣٦٨هـ إجازة فيما كتبه إليّ من مدينة فاس سنة ١٣٥٢هـ قال رحمه الله رويته عن شيخنا شيخ الإسلام خاتمة المحدثين بالديار المغربية في وقته الشيخ الثبت المعمر العلامة المحدّث المشارك المتفنن أبي العباس سيدي أحمد بن الطالب القرشي السُّودي المتوفى عام ١٣٢١هـ عن ٨١ سنة، عن شيخه شيخ الجماعة العلامة المحدّث المشارك سيدي بدر الدين الحموي المتوفى عام ١٣٦٤هـ، عن شيخه شيخ الجماعة شيخ الإسلام سيدي التاودي بن سيدي الطالب القرشي السودي المتوفى عام ١٢٠٩هـ عن شيخه شيخ الإسلام العلامة المحدث سيدي محمد بن عبد السلام بنّاني، عن شيخه شيخ الإسلام العلامة المحقق المشارك المحدّث سيدي محمد فَتْحًا بن عبد القادر الفاسي المتوفى عام ١١١٦هـ عن والده البحر الخضم شيخ الإسلام والجماعة سيدي عبد القادر بن علي بن يوسف الفاسي المتوفى عام ١٠٩٦هـ عن عمه العارف الكبير أبي زيد سيدي عبد الرحمن بن محمد الفاسي المتوفى عام ١٠٢٦هـ، عن الإمام القَصَّار المتوفى عام ١٠١٢هـ عن الجنوي عن سُقَّين العاصمي عن الشيخ زكريا الأنصاري عن ابن الفرات عن ابن جماعة عن أبي جعفر بن الزبير عن أبي الخطاب بن خليل عن ابن زرقون عن الخولاني عن الطلنكي عن أبي عيسى يحيى عن عمه الحافظ يحيى بن يحيى الليثي المغربي الأندلسي عن الإمام مالك بن أنس رضي الله عنه.

وأما صحيح الإمام البخاري فقد قال شيخنا العلامة المذكور له فيه روايتان رواية سندها عال والثانية سندها نازل وذكرهما لي معاً وإني اقتصر له على التي سندها عال: فأقول حدثني به شيخنا المحدّث المحقق الصوفي محمد بن محمد بن عبد

القادر القرشي السودي فيما كتبه إليّ من مدينة فاس عام ١٣٥٢هـ، إجازة قال رحمه الله أرويها عن شيخنا المعمر الثبت شيخ الإسلام سيدي أحمد بن سيدي الطالب السُّودي القرشي المتقدم ذكره قرأت عليه الصحيح وسردته له تسع سنوات بضريح مولانا إدريس بن إدريس بفاس وبالزاوية الحراقية بالمخفية بفاس قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام مصطفى بن محمد المالكي المعروف بالكَبَابِطي الجزائري منشأ الإسكندراني موطنًا المتوفى عام ١٢٦٩هـ بالإسكندرية واجتمع به شيخنا هناك عند حجته الأولى عام ١٢٦٤هـ. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ علي بن عبد القادر الجزائري المالكي المشهور بابن الأمين المتوفى عام ١٢٣٦هـ. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام علي العدوي الصعيدي المالكي المصري المتوفى عام ١١٨٩هـ قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ عقيلة المكي. قال أخبرنا شيخ الإسلام الشيخ حسن بن علي العجيمي. قال أخبرنا شيخنا شيخ الإسلام الشيخ أحمد بن محمد العجلي اليمني وكان عاش ١٤٧ سنة، قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو زكريا يحيى بن مكرم الطبري. قال أخبرنا البرهان إبراهيم بن محمد بن صدقة الدمشقي. قال أخبرنا شيخنا الشيخ عبد الرحمن بن عبد الأول الفرغاني وكان عاش ١٤٠ سنة قال أخبرنا شيخنا أبو عبد الرحمن محمد بن شاذ بخت الفارسي الفرغاني وكان عاش ١٣٠ سنة. قال أخبرنا شيخنا أحد الأبدال بسمرقند الشيخ أبو لقمان يحيى بن عمار بن مقبل بن شاهان الختلاني وكان عاش ١٤٣ عامًا. قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو عبد الله محمد بن يوسف بن مطربن صالح الفربري. قال أخبرنا شيخنا الحافظ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي رضي الله عنه.

صح العبد الفاني محمد العربي بن التباني الجزائري المكي إقامة تجاوز الله عن ذنوبه، كتب يوم الجمعة الموافق ٢٤ في شوال ١٣٨٦هـ.

ومنهم: العلامة المحدّث الشيخ عبد العزيز بن محمد بن الصديق الغماري.

وهذه صورة إجازته:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله والسلام على سيدنا رسول الله وآله ومن والاه.

أما بعد: فقد سمع العلامة المحدّث المحقق البارع المطلع فضيلة الشيخ

محمد عبدالرشيد النعماني متع الله به المسلمين مجلس ختم مؤطأ إمام دار الهجرة مالك بن أنس الأصبحي بروايتي يحيى بن يحيى الليثي ومحمد بن الحسن الشيباني. وقد أجزته إجازة خاصة بالموطأ بالروايتين المذكورتين، وهذا سندي إلى الإمام مالك من طريق يحيى بن يحيى الليثي، أروى الموطأ برواية يحيى الليثي عن جماعة من أجلهم شقيقنا الحافظ المتقن سيدي أحمد بن محمد بن الصديق الغماري سماعًا عن سيدي محمد بن جعفر الكتاني عن السيد علي الوتري المدني عن أحمد منة الله عن محمد الأمير الكبير عن علي السقاط الفاسي عن شارحه محمد الزرقاني عن والده عن علي الأجهوري عن الشمس الرملي عن الشيخ زكريا الأنصاري عن الحافظ ابن حجر العسقلاني عن النجم البالسي عن محمد بن علي المكفي عن محمد بن الدلاصي عن عبد العزيز بن عبد الوهاب بن إسماعيل عن جده إسماعيل بن الطاهر عن محمد الطرطوشي عن شارحه سليمان الباجي عن يونس بن عبد الله بن مفيت عن أبي عيسى يحيى عن عم أبيه عبيد الله بن يحيى عن أبيه يحيى بن يحيى الليثي الأندلسي عن إمام دار الهجرة مالك بن أنس.

وأما رواية الإمام محمد بن الحسن الشيباني فلي فيها طرق متعددة عن عدة من العلماء الأحناف وغيرهم من أجلهم مسند مصر العلامة المحقق السيد أحمد بن محمد بن عبد العزيز بن رافع القاسمي الطهطاوي الحسيني الحنفي الأزهري وهو عن شيخ الأزهر الشمس الأنبابي عن مصطفى المبلط عن محمد الأمير الكبير عن علي الصعيدي عن محمد بن عقيلة المكي وهو يرويه مسلسلاً بالفقهاء الحنفية عن الحسن العجيمي عن خير الدين الرملي عن أحمد بن أمين الدين عن والده عن سري الدين بن عبد البر عن والده محب الدين بن الشحنة عن محمد البابرتي عن محمد بن محمد السنجاري عن حسام الدين السغناقي عن حافظ الدين محمد البخاري النسفي عن الكردري عن أبي المكارم المطرزي عن موفق الدين المكي عن أبي القاسم الزمخشري عن الحسين بن محمد بن خسرو عن علي بن الحسين بن أيوب عن أبي طاهر المؤدب عن أبي علي محمد الصواف عن أبي علي بشر بن موسى الأسدي عن أحمد بن محمد بن مهران عن محمد بن الحسن الشيباني الإمام المجتهد عن إمام دار الهجرة مالك بن أنس الأصبحي وصلى الله وسلم على

سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

عبد العزيز بن محمد بن الصديق غفر الله له

١٧ من ذى الحجة سنة ١٤٠٣هـ

ومنهم: العلامة المحدث الشيخ علوى بن عباس المالكى المكى.

وهذه صورة إجازته:

الحمدلله الذى رفع لمن وقف ببابه قدرًا وأعلى لمن انتسب لعزيز جنابه ذكرًا، والصلاة والسلام على الحبيب المحبوب نور العيون وطيب القلوب سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله المشهورين بالعزة والكرامة وأصحابه الواقفين على حدود الله المتمسكين بشريعته وعلى أتباعهم ومن بعدهم الذين انقطعوا لخدمة سنته وتعلقوا بحفظها، وبعد: فإن الحديث الشريف أشرف العلوم وأجلها وأعلاها وأرفعها وأهله هم أهل الرسول صلى الله عليه وسلم، أهل الحديث هم أهل النبى فإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا ولما كان الإسناد هو طريق الحديث وسبيله، وكان لهذه الغاية من الدين ورغبة فى اتصال هذا السند وبقاؤه وحصول الأخذ والعطاء ليتم وثاق المحبة على أساس شريف طلب منى أخى حقًا ومحبى فى الله صدقًا العالم العلامة المحدّث الفهامة شيخ الحديث الأستاذ البارع المحقق الشيخ محمد عبد الرشيد النعمانى، شيخ الحديث بالجامعة الإسلامية بهاولبور، وقد ظن بى حفظه الله ظنا حسنًا، مع أنى لا أرى نفسى أهلاً ولا لالطلبه محلاً ولكنه ألح وشدد فرأيت أن ذلك قد يغتفر لكونه ناشئًا عن حسن النظر وخشية من إثم كتمان العلم وعدم إباحته لأهله وأصحابه، فإن يسر الله الكريم بفضله، وصادفت أهلاً للعلوم وللحكم، بششت صفيدًا واستفدت ودادهم، وإلا فمخزون لدى ومكتَتم.

فأقولُ وبالله التوفيق إنى قد أجزتُ الأخ المذكور فى كلما تجوز لى روايته وتثبت درايته من معقول ومنقول وفروع وأصول خصوصًا علمى التفسير والحديث ومنه الصحاح الست والموطأ والمسانيد والسنن وكتب السنة المشرفة جميعًا أجازة عامة تامة بشرطها المعتبر عند ذوى العلم والأثر والفقه والنظر من التثبت فى الرواية والفتيا بما يعلم وجعل الله نصب عينيه فإنها نصف العلم.

وأحيله فى أسانيدى على الثبت الذى خرجه لى ابنى المبارك محمد الحسن،

فإنه ترجم لكثير من مشايخي وذكر جملة وافرة من الأثبات والمعاجم الإسنادية وشيئًا من المسلسلات وذكر فيه من مشايخي نحو السبعين سماعًا وإجازة.

فإني أجزت الأخ محمد عبدالرشيد به أيضًا وبجميع مؤلفاتي ومصنفاتي في الحديث وأصول التفسير، وأتحفه بشيء يكون قريبًا له من أسانيدي التي عن شيوخي عن أجل شيوخي إجازة وقراءة، محدث الحرمين الشريفين الشيخ عمر حمدان المحرسي وله ثبت مشهور مطبوع ووالدي العلامة القاضي الشريف عباس المالكي والعلامة الشيخ محمد حبيب الله الشنقيطي وله أثبات مطبوعة.

ومن المغرب المحدّث المسند الشريف محمد عبد الحي الكتاني وله فهرس كبير وأثبات أخر وغيره من المغرب ومن الشام السيد يوسف بن إسماعيل النبهاني وله ثبت وغيره، ومن حضر موت السيد عبد الرحمن بن عبيد الله السقاف الذي يروي عن السيد أحمد دحلان إجازة وغيره من حضر موت، وسندنا إلى شيخ الحجاز إمام المسلمين ومفتيهم السيد أحمد بن زيني دحلان عن تلاميذه وشيوخنا منهم شيخنا الشيخ عمر باجنيد وشيخنا الشيخ المعمر أبو بكر البملا الأحسائي إجازة وغيرهما والسيد دحلان يروي عن كثير، منهم الوجيه عبد الرحمن الكزبري ومنهم الشيخ ارتضا علي خان المدراسي العمري.

هذا وأوصي نفسي والمجاز بتقوى الله في السر والعلن والمحافظة على الآداب الإسلامية والشعائر المحمدية وعدم التعرض للعلماء السابقين بذم أو قدح فإن لحوم العلماء مسمومة وعادة الله في منتقصيهم معلومة وهم قد قدموا على ربهم فأمرهم إليه وعدم الاشتغال بهذه الأمور التي لايترتب عليها حلال أو حرام بل الجدال والنقاش والخصام، والشحناء والبغضاء والتفرق والتباعد، فإن المصيبة عظيمة والنازلة وخيمة، وماهي إلا فتن كقطع الليل المظلم، اللّهم فالنجاة فالنجاة. وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين.

صحيح خادم الحديث الشريف بمسجد الله الحرام

علوي بن عباس المالكي مذهبًا المكي وطنًا

تحرر في ٢٠/ شوال سنة ١٣٨٦ هجرية.

ومنهم: العلامة الفهامة المحقق البحاثة الناقد البصير الفاضل الجليل الدرّاكة

النبيل شيخنا الشيخ عبد الفتاح أبو غدة حفظه الله تعالى ورعاه ونفعنا بعلومه. حيث كتب في مكتوب له إلى شيخنا النعماني:

وأما طلبكم من العاجز الضعيف الإجازة فهذا من (١) تواضعكم الجم ونبلكم الرفيع، فمتى استقت البحار من الركايا؟ ولكن امتثالاً لأمركم سأفعل، وسترد منافي ورقة خاصة تكون معها إجازة للنجل العزيز محمد عبد الشهيد تبعًا لأمركم أيضًا، والله يتولانا وإياكم بتوفيقه وعونه، واستودعكم الله. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوكم عبد الفتاح أبو غدة

الرياض ٢٣ من شعبان سنة ١٣٩٩هـ.

وله مشايخ كثيرون كما قال في كتابه" كلمات في كشف أباطيل وإفتراءات"

" قد تلقيت العلم عن نحو مائة عالم والحمدلله، في بلدى حلب وفي غيرها من بلاد الشام ومكة المكرمة والمدينة المنورة ومصر والهند وباكستان والمغرب وغيرها، فلي من الشيوخ قرابة مائة شيخ تلقيتُ عنهم، وأخذتُ منهم" اهـ (٢)

ومنهم: العلامة المسند الشيخ علم الدين محمد ياسين بن محمد عيسى الفاداني المكي الشافعي. حيث أجازه في ضمن ثبتيه" إعلام القاصي والداني" و"الفيض الرحماني" وهذه كلمته في" إعلام القاصي والداني":

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله عز شأنه، أما بعد: فقد أجزت بما تضمنه الثبت المسمى بإعلام القاصي والداني، صاحب الفضيلة العلامة الجليل الدرّاكة النبيل المحدّث الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني، وكذا أجزته بجميع مروياتي.

محمد ياسين عيسى فاداني

١٤٠١/٩/٤هـ

أبـوه

وكان أبوه الشيخ المنشى محمد عبد الرحيم بن محمد بخش جميل الوجه واسع

(١) كانت ههنا كلمة لم أستطع أن أقرأها فجعلتها كما ترى.

(٢) كلمات في كشف أباطيل وافتراءات ص ٣٧.

الـجبيـن، وسيـع الـصـدر بارًا بوالديه مطيعًا لهما، ولد سنة ١٢٩٥هـ تقريبًا، قرأ القرآن الكريم ومهر في الأدب الأردو والفارسي، وكان ذكيًا جيد الحفظ كثير التلاوة لكتاب الله الـمجيدبصوت حسن، حافظا لسور كثيرة طويلة من كتاب الله، وكلماتٍ حسنة من الأحـاديـث الـنبـوية، وجـمـلة وافـرة من الأدعية الماثورة، وكان كاتبًا جيد الخط كتب بخطه كثيرًا، وطبع الكتب الكثيرة في " المطبعة الرحيمية" (رحيمي بريس) له.

وكـان شـفيـقًا على أولاده، كثير الحنان بهم، صابرًا على لاوائهم، شاكرًا لربه، راضيًـا بـقضاء ه، مخلصًا في أعماله، كثير التوقير للعلماء، جامعًا لخصال الخير من الإيثار والـجـود والسـخـاء، كثيـر الـورد بما علّمه رسول الله صلى الله عليه وسلم لسيـدنـا عـلى بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه: اللّٰهم اكـفني بحلالك عن حرامك وأغنني بفضلك عمن سواك.

وكـان بـايـع فـي الطريقة على الشيخ إبراهيم الروحي التونكي رحمه الله تعالىٰ فأجازه ولكنه لم يذع ذلك بل أخفاه.

وكـان مـن قـولـه: أصـل الـتـصـوف إيتاء الأوامر وعدم الغفلة من ذكر الله، ولو لمحة.

وكـان يـواظـب عـلـى قيام الليل والصلاة بالجماعة، كثير الاهتمام بالوظائف، كثير الذكر، معرضًا عمالايعنيه.

تـوفـي رحـمـه الله تـعـالـىٰ وأغـدق عـليه من سحائب غفرانه ورضوانه ١٨ من جمادى الأولى سنة ١٣٧٣هـ المطابق ٢٤ من يناير سنة ١٩٥٤م.

خـلف أولادًا صـالـحة تـدعـولـه، مـنها: شيخنا النعماني، والشيخ الفاضل عبد الـعليم الندوي رحمه الله تعالى، والشيخ العلامة عبد الحليـم الجشتي، والشيخ عبد الـعـظيـم مـظفر لطيف، والشيخ الفاضل عبد الرحمن غضنفر، وعائشة وهي كبرى منهم غفر الله لهم وأطال بقاء هم بكل خيروعافية.

وقد ترجم له ترجمة وافية ابنه العلامة عبد الحليم الجشتي مخطوطة لم تبطع بعد.

أولاده

وقـد تزوج شيخنا النعماني يوم الجمعة سادس جمادى الأولى سنة ١٣٥٩هـ

بالصالحة القانتة العابدة المسماة أشرف جهان بنت شرف الدين رحمة الله عليها فرزقهما الله تعالى ابنين وثلاث بنات.

أما الابنان الكريمان، فالأكبر منهما: عبد المعيد توفی وهو شاب يقرأ كنز الدقائق وغيره بجامعة العلوم الإسلامية علامة محمد يوسف بنوری تاؤن كراتشی، وكان صالحًا عابدًا خاشعًا بارًّا بوالديه.

والثانی: الشيخ محمد عبد الشهيد النعمانی، عالم جيّد حافظ، أديب فاضل، تخرج فی" إيم. ای. عربی"(الماجسترية) من جامعة كراتشی، ثم عين أستاذًا فی "الشعبة العربية" هناك، فهو يدرس إلى الآن فيها، أبقاه الله تعالى بكل خير وعافية.

وله مقالات ومضامين علمية طبعت فی المجلات الشهيرة وشاعت، من أهمها "إمام أبو حنيفه اور ان كی تابعيت"(تابعية الإمام أبی حنيفة) ومن تآليفه:" فرامين نبوی" ترجمة" مكاتيب النبی صلى الله عليه وسلم للإمام أبی جعفر الديبلی إلى الأردوية.

وللولد المذكور فروع، ثلاثة أبناء وثلاث بنات.

عبد الحميد نبيل، حفظ القرآن الكريم ويقرأ الكتب الإبتدائية فی جامعة العلوم الإسلامية علامة بنوری تاؤن.

وعبد المجيد بلال، وعبد الوحيد حارث، هما حفظا عشرين جزءً من القرآن الكريم، جعلهم الله عالمين عاملين مخلصين، آمين.

وأمة السلام نبيلة، حفظت القرآن الكريم وتقرأ الكتب الابتدائية فی مدرسة عائشة الصديقة للبنات.

وأمة العزيز رعنا، وهی أيضًا قد حفظت القرآن الكريم، وأمة العليم نجيبة جعلهن الله تعالى طيبات طاهرات.

وأما بنات شيخنا فالكبرى منهن: أمة الرحمن، عابدة صالحة، والثانية: أمة الله، حافظة مجوّدة عابدة صالحة، والثالثة: أمة الرحيم، حافظة مجودة صالحة قانتة، توفيت قبل سنين رحمة الله عليها رحمة واسعة، كلهن صاحبة أولاد، بارك الله فی ذريته وجعلها ذرية طيبة طاهرة، آمين.

تلامذته:

وقد استفاد منه المئآت منهم، ولايمكن حصر طلابه، حيث أنه استمر فی

التدريس والإفادة أكثر من نصف قرن، فرأى تلاميذه يدرسون وكذا تلاميذهم، وهو يدرس في نفس الوقت لآخرين فعليه تخرج ثلاث طبقات من العلماء وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، فالأكثر منهم قرأوا عليه في باكستان وبعض منهم في الهند قبل أن يهاجر إلى باكستان وبعد ذلك لما سافر إلى ندوة العلماء لكهنؤ بالهند على طلب من الشيخ العلامة أبي الحسن علي الندوي، وآخرون في الحجاز لما سافر للحج والزيارة (وقد حج وزار مرارًا)

وإليك أسماء بعض تلامذته المعروفين.

منهم الشيخ العلامة محمد عبد الحليم الجشتي، شقيق شيخنا، صاحب تصانيف ممتعة، وقد نقل كثيرًا من كتب شيخنا في تآليفه.

ومنهم: الشيخ العلامة الفاضل البارع الناظر منظور أحمد الجنيوتي، عضو البرلمان في بنجاب سابقًا، ورئيس الجامعة العربية والدعوة والإرشاد بجنيوت.

ومنهم: الشيخ الفاضل عبيد الرحمن بن العلامة عبد الرحمن الكاملبوري، رئيس جامعة العلوم الإسلامية في لندن.

ومنهم: الشيخ الفاضل الجليل المقرئ سعيد الرحمن بن العلامة عبد الرحمن الكاملبوري، رئيس جامعة العلوم الإسلامية براولبندي، ووزير الزكاة والعشر في بنجاب سابقًا.

ومنهم: الشيخ المحدّث البارع الفاضل بديع الزمان أستاذ الحديث بجامعة العلوم الإسلامية علامه بنوري تاؤن.

ومنهم: الشيخ الفاضل الجليل الدكتور عبد الرزاق إسكندر مدير التعليم وأستاذ الحديث بجامعة العلوم الإسلامية علامه بنوري تاؤن.

ومنهم الشيخ الفاضل الجليل محمد أحمد قمر بن الحكيم مختار حسن الشاه جهان بوري، ختن شيخنا، وشقيق الشيخ حبيب الله مختار، نزيل مكة المكرمة.

ومنهم: العلامة المحقق الفاضل الجليل الشيخ حبيب الله مختار، رئيس جامعة العلوم الإسلامية، ومجلس الدعوة والتحقيق الإسلامي، بعلامة محمد يوسف بنوري تاؤن كراتشي رقم ٥.

ومنهم: العلامة المحقق الشيخ الفاضل محمد جنيد شوق بن العلامة صاحب

تنظيم الأشتات أبي الحسن الجاتجامي، أستاذ الحديث بالجامعة الإسلامية عزيز العلوم ببابونكر، بنغلاديش.

ومنهم: الشيخ الفاضل سائد الحلبي، ختن العلامة محمد عوامة.

ومنهم: الشيخ الفاضل مكي.

ومنهم: صديقنا المحقق الشيخ الفاضل محمد عبدالمالك بن الشيخ شمس الحق الكملائي.

ولشيخنا مكتبة كبيرة تحتوي نفائس المطبوعات وفيها قسم كبير من المخطوطات أيضًا.

أطال الله تعالى بقاء شيخنا بكل خير وعافية ونفعنا والخلائق بعلومه ومعارفه، آمين. (توفي الشيخ إلى رحمة ربه الكريم يوم الخميس في التاسع والعشرين من الربيع الثاني سنة تسع عشرة وأربعمأة وألف من الهجرة النبوية (١٤١٩هـ) الموافق لثاني عشر من أغسطس سنة تسع وتسعين وتسعمائة وألف (١٩٩٩م) من الميلاد، فرحمه الله رحمة واسعة، وأمطر عليه شآبيب رضوانه، وأسكنه فسيح جنانه)

بقلم تلميذه العبد الضعيف
روح الأمين بن حسين أحمد أخوند
القاسمي الفريد بوري البنغلاديشي
٢٦/من شعبان سنة ١٤١١هـ المطابق ١٤/٣/١٩٩١م